بہت اچھے بڑے سیدھے کہیں کے
ذرا دھبے تو دیکھو آستیں کے

جماعتِ اسلامی کا رُخِ کردار

نقاب پوش مُصلحین اصلی روپ میں



مرتبہ:- چودھری حبیب احمد

بہت اچھّے بڑے سیدھے کہیں کے
ذرا دھبّے تو دیکھو آستیں کے

جماعتِ اسلامی کا

رُخِ کردار

نقاب پوش مُصلحین،

اصلی رُوپ میں

مُرتّبہ

چودھری حبیب احمد
پبلشر

پاکستان ٹائمز پریس، لاہور
قیمت پانچ روپے





تعداد: ایکہزار ـــــــــــــــــ دوسرا ایڈیشن

مولانا مودودی

اور

جماعت اسلامی کا رُخِ کردار

ماضی و حال کے آئینہ میں

کہیں سجّادہ و عمّامہ رہزن
کہیں ترسا بچّوں کی چشمِ بے باک
ردائے دین و ملّت پارہ پارہ
قبائے مُلک و دولت چاک در چاک
مرا ایمان تو باقی ہے لیکن
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک

(اقبالؒ)

انتساب

ملّت کے ہر اُس فرزند کے نام جو اس نظریاتی مملکت میں

مثالی معاشرہ

اقبالؒ و جناحؒ کے فرمودات و نظریات کی روشنی میں تشکیل

کرنے کے لیے تمنّا و آرزو۔ خلوص و وفا۔ تڑپ و خلش۔ جذبہ ہمّت

اور

جدّ و جہد کے جوہروں سے اپنا سینہ لبریز پاتا ہے

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا

عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے

(اقبالؒ)

قائدِ اعظمؒ کا فرمان

میرا پیغام اُمید۔ ہمّت اُور اعتماد کا پیغام ہے

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے تمام وسائل اور قوتّوں کو باقاعدہ منظّم کر لیں

اُور

جو خطرناک مشکلات ہمارے سامنے ہیں۔ اُن کا مقابلہ ایسے

محکم ارادے اُور ایسے ضبط و نظم کے ساتھ کریں جو ایک

عظیم الشّان قوم کے شایانِ شان ہو۔

(مارچ ۱۹۴۱ء)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیش لفظ!

وُہ مُلّائی قوتیں[1] جو اسلام کے مقدس نام پر تحریکِ حصولِ پاکستان کے خلاف تخریب کے منحوس ارادے مقدس نقابوں میں چھپائے عامۃ المسلمین کے دلوں میں ظنون و وساس پیدا کرتی رہیں اور شکوک تذبذب بدظنی و بداعتمادی اور یاس و قنوط کے مہلک جراثیم پھیلانے میں پیش پیش تھیں۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد بھی فضائے پاکستان اُن کی شرانگیزیوں اور ہوسناکیوں سے محفوظ نہ رہ سکی اور اب تک اُن کی مخالفانہ و معاندانہ سرگرمیاں ختم نہیں ہوئیں۔ یہ تخریبی عناصر آج بھی اسلام ہی کے مقدس نام پر اس نظریاتی مملکت میں ہر تعمیری پروگرام کے خلاف زہر افشانی میں مصروف ہیں۔ اس خطرے کی اہمیت اور ہمہ گیریت کا صحیح صحیح اندازہ لگا کر راقم السطور نے ملکی رسائل و جرائد میں چند مضامین لکھے جن میں جمہور مسلمین اور اربابِ فہم و فراست کو ان نقاب پوش مصلحین کے مذموم و مکروہ ارادوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان مضامین میں یہ واضح کیا گیا کہ یہ لوگ جو قیامِ پاکستان سے قبل بھی اسلام ہی کے مقدس نام پر قائدینِ تحریکِ پاکستان اور پاکستان کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ یہ اسلام کے معصوم نقاب میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ ناگنیں جو اب ہماری آستینوں میں آن بیٹھی ہیں اِن کے افترا پردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنگ سے بچنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

---

[1] وہ علماء کرام و پیرانِ عظام ہمارے لیے واجب الاحترام ہیں جنھوں نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی۔

مسلمانوں کے طبیبِ دردمند

مسلمانوں کے یہ طبیب دردمند اور بہی خواہ اُس نازک دَور میں جبکہ جمہور اسلام حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں جنگِ پاکستان لڑ رہے تھے تو یہ نظریۂ پاکستان کی حامل جماعت مسلم لیگ کی قیادت کے خلاف جذبۂ نفرت پیدا کرنے کے لیے نہایت مومنانہ انداز میں عوام کی آتشِ جذبات کو مشتعل کرنے اور تحریک پاکستان کی حمایت سے باز رکھنے کے لیے فریبُ دجل کے صالحانہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ایسا زہر اُگل رہے تھے جس سے ہماری اجتماعی کوششوں میں ضعف و انتشار پیدا ہو سکتا تھا۔ ان اسلامی نقاب اوڑھے ہُوئے مقدسین و صالحین نے ہماری قیادت کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ہماری جمعیّت کو پراگندہ کرنے کے لیے مؤثر کوششیں کیں۔ ان کے ایسے اقدامات جن پر عقل روئے اور بصیرت ماتم کرے اور ایسے انداز و اسلوب اَن گنت ہیں۔ جن کا شمار کرنا محنت طلب امر ہے۔ اس کارکن تحریکِ پاکستان نے اپنی بساط کے مطابق ہمت کی ہے کہ ان کو گاہے گاہے عامتہ المسلمین کے سامنے پیش کیا جائے۔

تحریک کے ذہنی سیلاب کو روکنے کے لیے جرنلسٹک حربے

اِن قوتوں نے تحریکِ حصُولِ پاکستان کے ذہنی سیلاب کو روکنے کے لیے ہر طرح کے جرنلسٹک حربے استعمال کیے۔ انھوں نے دھُواں دار تقریروں، آتشین بیانوں اور فلک بوس نعروں سے قوم کو جذباتی بنانے کی کوشش کی تاکہ یہ عقل و ہوش سے بیگانہ ہو کر ان کی ہمنوائی میں تحریک پاکستان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے۔ قائداعظمؒ جن کی طبع بلند میں جذبات کی ہنگامہ آرائیاں نہ تھیں بلکہ صبر و استقلال کی عزم پیمائیاں، فہم و فراست اور دانائیاں تھیں، اُن کی قیادت میں ان کی مخالفتوں کے باوجود خدا کے فضل و کرم سے پاکستان قائم ہو گیا۔ یہ سیماب پا قوم جو چند گرم گرم فقروں کی حرارت

سے بگولے کی طرح اُٹھنا جانتی تھی۔ جناحؒ کی مومنانہ ذہانت و فراست ان کو منزلِ مقصود کی طرف بڑھنے کے لیے آمادہ کر گئی اور یہ جذبات زدہ قوم اس راز کو پا گئی کہ ملّی مسائل کے فیصلے جذبات کی شعلہ فشانیوں کے بجائے فہم و فراست کی میزانِ عدل کی رُو سے کیے جانے چاہئیں۔

مولانا مودودی اور نیشلسٹ علماء

جُوں جُوں تحریکِ حصولِ پاکستان جمہورِ اسلام میں مقبول و متعارف ہوتی جا رہی تھی نیشلسٹ علماء اور مودودی صاحب کی جماعتِ اسلامی بستی بستی، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، گلی گلی، شہر شہر، محلہ محلہ اپنے اسلامی ڈھولوں کے شور و شغب کے ساتھ اپنی سرگرمیاں تیز تر کر رہی تھی۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے جذبات مسلم لیگی قیادت کے خلاف بھڑک اُٹھیں اور وہ عقل و بصیرت سے اپنی آزادی و استقلال کی منزل تک پہنچنے نہ پائیں۔

اقبالؒ و جناحؒ کی مخالفت

اگر جناحؒ، اقبالؒ کے نظریات کی روشنی میں مولوی صاحبان کی بنائی ہوئی جذباتی اور سراپا ارتعاش قوم کو آتشِ مخالفت کی شعلہ فشانیوں سے نکال کر حقائق کی دنیا میں نہ لے آتے تو خدا جانے ان مذہبی پیشواؤں کے طفیل آج ہماری حیثیت کیا ہوتی اگرچہ کسی لمحہ بھی ان مخالفین تحریک پاکستان کی شر انگیزیوں کے طوفان نہ تھمے اور اُنھوں نے اپنی مخالفانہ سرگرمیوں سے جو شورشیں بپا کیں وہ کافی حد تک ملّت کی کمزوری کا سبب بنیں یہ تاریخ پاکستان کے وہ انمٹ نقوش ہیں۔ جنھیں تحریک حصولِ پاکستان سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ اندھے جذبات کے جوش میں اُنھوں نے مُسلم لیگی قیادت کے خلاف کونسا افترا ہے جو وضع نہیں کیا۔ اور کونسا سنگین الزام ہے جو نہیں لگایا اور کونسا بُہتان ہے جو نہیں تراشا۔

نقاب کشائی کا مرحلہ

وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ امیر جماعت اسلامی کے رُخِ کردار کے وہ مقدس نقاب اُلٹ دئے جائیں جو انھوں نے پاکستان کی جنگ میں استعمال کیے۔ ابھی میں نے اخبارات میں اپنے خیالات کے اظہار کا آغاز ہی کیا تھا کہ استفسارات موصول ہونے شروع ہو گیے۔ ان میں سب سے اہم سوال جس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں یہ تھا کہ اب آپ کی تحریر نے جو رُخ اختیار کیا ہے۔ اس میں نیشنلسٹ علمار کی بجائے مودودی صاحب کے خلاف شدت کیوں ہے؟ حالانکہ مودودی صاحب دو قومی نظریہ کے قائل تھے؟ یہی سوال وہ جذبہ محرکہ ہے کہ میں مودودی صاحب کے آئینہ الفاظ میں ان کی شبیہ مبارک عامتہ المسلمین کے حضور پیش کروں اور اس فریب آمیز طلسم کا پردہ چاک کروں۔ اور تفصیلاً بتاؤں کہ مودودی صاحب نے اپنی مضحکہ خیز فقہی موشگافیوں اور شرعی نکات آفرینیوں سے پاکستان اور مسلم مفادات کو کیا کیا نقصانات پہنچائے۔

مولانا مودودی کے نزدیک تحریکِ حصولِ پاکستان سے تعاون کرنا تعاون علی الاثم والعدوان (گناہ اور معصیت سے تعاون تھا یہ پاکستان کو زہر ملا حلوہ، ہمارے اس قومی مطالبہ کو لغو۔ اس جدوجہد کو مذموم اور اس کے ماحصل کو شجرۃ الزقوم قرار دیتے تھے۔ لیکن جب قائداعظمؒ کی قیادت (جسے یہ دین سے بے بہرہ قیادت قرار دیتے تھے) میں بہادر، نڈر، دلیر، بے باک اور غیور مسلمانوں نے (جنھیں مودودی صاحب نسلی مردم شماری کے بے دین مسلمان کہتے تھے) خُدا کے فضل وکرم سے جنگ جیت لی اور پاکستان دُنیا کے نقشہ پر ایک نئے ملک کی حقیقت سے اُبھرا تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ امیر جماعت اسلامی مودودی صاحب دارالسلام پٹھان کوٹ سے پاکستان آدھمکے اور پاکستان جو اقبالؒ وجناحؒ کی آرزوؤں اور اُمیدوں کا مرکز تھا (جنھیں مودودی

صاحب اسلام ناشناس کہتے تھے) آ کر اپنے اُس اسلام کو نافذ کرنے کی تحریک کا آغاز کر دیا جس کا نام لے کر یہ پاکستانی قیادت اور تحریکِ حصول پاکستان کی تمر توڑ مخالفت کرتے رہے تھے۔ حالانکہ اُن کے نزدیک ان کے صالحین تعداد میں کم ہوتے ہُوئے بھی اپنے لیے ایک جہان تعمیر کر سکتے تھے اور انھیں مسلمانوں کے اپنی اکثریتی آبادی کے علاقوں میں حکومت قائم کرنے اور اپنے الگ وُجود کو باقی رکھنے سے کوئی سروکار نہ تھا۔

بلائے جان ہے غالبؔ اُس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ پاکستانی قیادت پر جھوٹے الزام لگا کر تہمتیں تراش کر اور کیڑے نکال کر دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرنے والے مودُودی صاحب نے انتہائی مکاری اور ڈھٹائی سے حصول پاکستان کے بعد بکف چراغ داشتہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ پاکستان ہم نے اسلام کے لیے حاصل کیا ہے۔ اس نظریاتی مملکت میں اسلامی قانون رائج ہوگا۔ قرارداد مقاصد پاس کرنے کے بعد یہ "مسلمان" ہو گئی ہے۔

یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ تحریک حصول پاکستان شروع ہی اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ جہاں اسلام کے نام لیواؤں کی آبادی کی اکثریت ہو وہ خطۂ زمین مسلمانوں کو دیا جائے۔ تاکہ وہاں یہ اپنی مملکت قائم کریں۔ لیکن تادمِ آخر مودُودی صاحب کا اسلام ہمارے خلاف برسرِ پیکار رہا۔

پاکستان کا فہمیدہ طبقہ جو معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے وہ خُوب سمجھتا ہے کہ پاکستان کے مثالی معاشرہ کی تشکیل اقبالؒ و جناحؒ کے نظریات و فرمودات کی روشنی میں ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ عجیب تماشا ہے کہ وُہی مودُودی صاحب تحریک پاکستان کی مخالفت کرنے والا اسلام لے کر اقبالؒ و جناحؒ کے پاکستان پر قبضہ جمانے کے

لیے انہی جرنلسٹک حربوں سے لیس ہو کر اب یہاں آ دھمکے ہیں۔ اب جماعتِ اسلامی کا یہ کم سواد و کم نظر امیر، قائدِ اعظمؒ کے خلاف بساطِ سیاست پر ہارا ہُوا مقدمہ جمہور کے حافظہ کو کمزور سمجھ کر اپنے حق میں بدلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے ہمارے نزدیک ایسا شخص جو تشکیلِ پاکستان سے پہلے پاکستان کا مخالف تھا آج بھی اُس کے دل میں پاکستان کا درد نہیں ہو سکتا۔ وُہ آج بھی پاکستان کو اپنی سابقہ روش کی تکذیب کا موجب سمجھتا ہے۔ یہ کوئی چُھپی چھپائی بات نہیں، چھپی ہُوئی ہے کہ کہ موُدودی صاحب نے جماعت اسلامی کو تحریکِ حصولِ پاکستان سے الگ تھلگ رہنے کی ہدایت ہی نہیں کی بلکہ بھرپُور مخالفت کی۔ ان کا حلقہ ارادت چونکہ سنجیدہ فکر اور متین تدبّر کا حامل نہیں چنانچہ یہ اب بھی اُسی اسلام کے پشتارے اُٹھائے پھر رہے ہیں جو پاکستان کے قیام کا سخت مخالف تھا۔ سابقہ مسلم لیگی حکومتوں کی بساط آرائیوں، مہرہ بازیوں، ناعاقبت اندیشیوں، غلط کوشیوں اور عدمِ تدبّر کی وجہ سے ملکی حالات انتشار و افتراق کے ہچکولوں کی ندر ہو رہے ہیں لہٰذا ضروری سمجھا گیا ہے کہ ان صالحین کرام کے امیرِ جماعت اور اُن کی تحریرات کو عامۃ المسلمین کے سامنے لایا جائے تاکہ ہماری نوخیز نسل دوست اور دشمن میں تمیز کر سکے۔ اگر خُدانخواستہ قیامِ پاکستان سے قبل ہمارے باشعور عوام موُدودی صاحب کی روباہ بازیوں پر اعتماد کر لیتے تو ہمارا حشر وُہی ہوتا جو اسپین میں مسلمانوں کا ہُوا کیونکہ ان کے نزدیک ہم مردم شماری کے کروڑوں مسلمانوں کا وُجود و عدم وُجود برابر تھا۔ ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے سے ہماری تباہی و بربادی یقینی تھی ؎

بھُلانے پہ بھی قصّۂ ربطِ ماضی
بھُلایا نہ جائے گا تُم سے نہ ہم سے

ہم یہ قطعًا نہیں چاہتے کہ پاکستانی مسلمانوں میں کوئی جذبۂ منافرت پیدا ہو لیکن اُس فتنہ سے، جس کا محرک خواہ تنگ نظری اور حسد ہو یا خُود غرضی، سوادِ اعظم کو آگاہ کرنا

چاہتے ہیں۔ وقت کے منصف نے زمانہ بھر کی رسوائیاں امیر جماعت اسلامی کے پلّے باندھ دیں حقائق و واقعات نے ثابت کر دیا کہ مودودی بہر حال اقبالؒ وجناحؒ سے کم نظر کم عقل اور کم علم ہونے کے علاوہ اُن کے نائبین کی حد تک بھی بالغ نظر نہیں۔ وقت کے قاضی نے یہ فتوٰی صادر کر دیا۔ کہ یہ حضرت کم نظر و کم فہم ہی نہیں، پیکر تضادات بھی ہیں۔ اُن کی تحریرات ایک دوسری کی تردید کرتی نظر آئیں گی۔ اور اگر آپ علم و بصیرت اور فہم و دانش کی گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھیں گے۔ تو آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ مودودی صاحب نہ مفکرِ اسلام ہیں اور نہ ہی مفسّرِ قرآن۔ ایک معقولی مولوی عبدالسلام نیازی کے طفیل منطق اور جناب نیاز فتحپوری کی نظرِ کرم کے صدقے صحافت کے میدان میں اُن کی ایک جرنلسٹ کی حیثیت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ بیکرانِ خلوص و وفا جو اسلام کے شیدائی ہیں اور بدیں وجہ مودودی صاحب کو اسلام شناس سمجھ کر انھیں اپنا امیر و امام مانتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ جب ان کی فریب کارانہ تحریروں اور خود غرضانہ و معاندانہ خلاف اسلام کوششوں پر پڑے ہوئے اسلام کے دلفریب اور دبیز پردے اُٹھ جائیں گے۔ تو انھیں اپنا یہ خانہ ساز امیر اپنے حقیقی رُوپ میں بے نقاب نظر آجائے گا۔

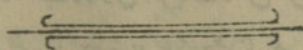
یہ کہنا کہ مودودی صاحب دو قومی نظریہ کے قائل اُسی طرح تھے۔ جیسے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے علمبردار، حقیقت کا مُنہ چڑانا ہے۔ مولوی مودودی صاحب اگر نیشنلسٹ علماء کے مؤقف کو وطنیت پرستی کا لقب دیتے تھے۔ تو اقبالؒ کے اس نعرہ کو کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت ہونی چاہیئے۔ "قومیت پرستی" کا طعنہ دے کر اپنی طرف سے اس شان بے نیازی کا اعلان کرتے تھے۔ کہ یہ نسلی مردم شماری کے بے دین مسلمان دین سے بے بہرہ قیادت کے زیر اثر اپنی الگ حیثیت کو برقرار رکھ لیں۔ یا کفار میں ضم ہو جائیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔

ہاں مودودی صاحب ایک نئے انداز میں، تب بھی اور اب بھی، دو قومی نظریہ کے قائل ہیں۔ وُہ ملّت کے سوادِ اعظم کو نسلی۔ مردم شماری کے پیدائشی دین سے بے بہرہ مسلمان کہتے ہیں اور اپنے خود ساختہ و پرداختہ صالحین و مقدّسین کی جماعت کو "جماعت اسلامی" کہہ کر خود وضع کردہ دو قومی نظریہ کے قائل ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

ناظرین آئندہ چل کر دیکھیں گے۔ کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ایمان کی حرارت اور حق کی حمایت کا جوش دے کر اپنے اغراض کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ بات لازماً وجہ صد اضطراب ہے۔ کہ پاکستان کا یہ مخالف مولوی، مذہب کے مقدس لبادے میں، اپنی ذاتی خواہشات کی برومندی کے لیے فریب کاریوں کے جال بچھائے چلا جا رہا ہے۔ اور اس مملکت کے سادہ لوح عوام اس فریب کا شکار ہو گیے۔ تو ان کا انجام کس قدر ہولناک اور جگر پاش ہوگا ؎

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
کتاب صوفی و ملّا کی سادہ اوراقی (اقبالؒ)

(چوہدری حبیب احمدؐ)



تحریکِ پاکستان

اور

اُس کی قیادت پر ناروا حملے

ہماری قومی زندگی کی ایک تلخ حقیقت ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد یہاں ان حضرات نے بھی قومی قیادت اور مذہبی امارت کے تاج پہن لیے جو دن رات تحریکِ حصولِ پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش رہے اور اس جوشِ مخالفت میں خُدا کے دین کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کی۔

جو شخص اس شدتِ آرزو کے ساتھ اُٹھتا ہے کہ وہ ایسے نقاب پوشوں کو بے نقاب کرے اُس کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اپنے مؤقف کے جواز میں مخالفین و معاندین کی اُن تحریروں کو منظرِ عام پر رکھ دے جنھیں اُن کے عقیدت کیش نہ صرف بڑھ بڑھ کر جھوٹتے ہیں بلکہ دن رات اس کوشش میں مگن رہتے ہیں کہ ایسی شخصیتوں کو چار چاند لگائیں، اور اُن کی عظمت و ثروت کو دوبالا کرنے میں عوام بھی اُن کے ہمنوا ہوں۔

جہاں تک مولانا مودودی کا تعلق ہے۔ اُنھیں بھی ہم اسی حیثیت اور اسی معیار کے مطابق پیش کر رہے ہیں۔ ہماری ایماندارانہ رائے ہے کہ مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت میں جو حربے اختیار کیے اور حصولِ پاکستان کے بعد اُنھوں نے محض اسی

جوشِ مخالفت میں جو حرکتیں کیں وہ اس نوزائیدہ نظریاتی مملکت کے لیے تباہ کن تھیں۔

مودودی صاحب اور اُن کے رُفقا ایک عرصہ سے اس پروپیگنڈے میں لگے ہوئے ہیں کہ مولانا نے نظریۂ پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔ یہ ہے وہ اصل فریب جو ہماری قوم کو اب دیا جا رہا ہے اور حسبِ سابق گرگٹ کی طرح ایک نیا رنگ بدلتے ہوئے ملّت کے کروڑوں افراد کو انتہائی عیّاری اور مکّاری سے یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ صالحین کے اس امیر نے سالہا سال تک مفادِ ملّت کے خلاف جس غدّاری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔

جگمگاتے سورج کی روشنی میں مولانا مودودی اور اُن کے مریدان کی تحریروں کو آپ کے سامنے لا رہے ہیں۔ ان تحریروں اور ہمارے تأثرات سے حقیقتِ حال پوری طرح بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی اور ملّت کے باشعور افراد پر یہ واضح ہو جائے گا کہ اُن کی سابقہ کرتوتوں اور حالیہ غیر دیانت دارانہ سرگرمیوں سے دین و ملّت کو کتنا نقصان پہنچا اور مستقبل کے لیے یہ مخالف قوت کیونکر ایک خطرۂ عظیم ثابت ہو سکتی ہے۔

لیجیے اب ان حضرات کی تحریریں آپ کے سامنے آتی ہیں۔ انھیں پڑھیے اور سوچیے کہ یہ کس قسم کے گھناؤنے کردار کے آئینہ دار ہیں۔

مسلمانوں کی جمعیّت اور قیادت کا غلط تصوّر

ایسا ہی غلط تصور آپ کے ذہن میں مسلمانوں کی جمعیت، مسلمانوں کی تنظیم اور مسلمانوں کی قیادت کا بھی ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ اسلام کس تحریک کا نام ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ اس کے اُصول کیا ہیں اور وہ کیا طرزِ عمل چاہتا ہے۔ تو آپ بڑی آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُن سیاسی جمعیتوں اور تنظیموں اور اُن قائدوں اور امیروں کی صحیح حیثیّت کیا ہے۔ جو اسلام کے نام پر اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اسلام کی رُو سے مسلمانوں کی جمعیّت صرف وہ ہو سکتی ہے۔ جو غیر الٰہی حکومت کو مٹا کر الٰہی حکومت قائم کرنے اور قانونِ انسانی کی جگہ قانونِ خداوندی کو حکمران کرنے کے لیے جدّوجہد کرے جو جماعت ایسا نہیں کرتی بلکہ غیر الٰہی نظام کے اندر "مسلمان نامی" ایک قوم کے لیے دنیوی مفاد کے لیے جدّوجہد کرتی ہے وہ نہ تو اسلامی ہے اور نہ اُسے مسلمانوں کی جماعت ہی کہنا درست ہے۔

آگے چل کر کہتے ہیں :۔

غیر اسلامی ذہنیت

باقی رہے وہ لوگ جو سرے سے اسلام کا علم ہی نہ رکھتے ہوں یا ناقص علم کی بنا پر اسلام اور جاہلیت کو غلط ملط کرتے ہوں اور پھر تقویٰ و دیانت کی کم سے کم ضروری شرائط سے بھی عاری ہوں تو ایسے لوگوں کو محض اس لیے مسلمانوں کی قیادت کا اہل قرار دینا کہ وہ مغربی سیاست کے ماہر یا مغربی طرزِ تنظیم کے اُستادِ فن ہیں۔ اور اپنی قوم کے عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں سراسر اسلام سے جہالت اور غیر اسلامی ذہنیت ہے۔ (سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۹۳ و ۹۴)

اقبالؒ کی نظرِ انتخاب اور جناحؒ

دیکھئے مودودی صاحب کے نزدیک اقبالؒ و جناحؒ نہ تو خود اسلام شناس تھے اور نہ

وہ جماعت (مسلم لیگ) جو اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لیے بنائی مسلمانوں کی جماعت تھی ہر حقیقت بین جانتا ہے کہ نظریۂ پاکستان کے حصول کے لیے اقبالؒ کی نظرِ انتخاب نے جناحؒ کو مسلمانوں کی قیادت کے لیے منتخب کیا لیکن مودودی صاحب اسے اسلام سے جہالت اور غیر اسلامی ذہنیت کا مظاہرہ قرار دے رہے ہیں (مرتب)

مسلمانوں کی اکثریت

پاکستان صرف وہیں قائم ہو سکتا ہے۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور اس بات کی بہت کم توقع ہے۔ کہ اس تحریک کے نتیجے میں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہو گی۔ کیونکہ خالص اسلامی حکومت کا قیام جس اخلاقی انقلاب پر منحصر ہے۔ یہ پاکستان کی تحریک سے رونما نہیں ہو سکتا۔ (از رسائل و مسائل حصہ اول ص۳۱۴)

مسلم لیگ اور اُس کے ہم خیال لوگ

دوسری طرف مسلم لیگ اور اُس کے ہم خیال لوگ اپنی مشکلات کو ایک دوسرے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اول تو قلیل التعداد ہیں۔ پھر تعلیمی اور معاشی حیثیت سے ہماری قوت بہت کم ہے اور مزید برآں ایک ایسی تنگ نظر اکثریت نے سیاسی اور معاشی قوتوں کے منافع پر تسلط حاصل کر لیا ہے۔ جو عملاً تو ہم کو ایک الگ قوم سمجھ کر تعلیم حاصل کرنے اور پیٹ بھرنے کے ہر دروازے سے دور ہٹاتی ہے۔ مگر سیاسی اغراض کے لیے اُصولاً ہمارے مستقل قومی وجود سے انکار کر دیتی ہے اور چاہتی ہے کہ ہم "ہندوستانی قوم" میں شامل ہو کر یہاں ایک ایسی جمہوری حکومت قائم ہو جانے دیں جس میں سیاسی طاقت کے حصول کا ذریعہ محض ووٹوں کی کثرت ہو۔ اس مقصد میں اس کے کامیاب ہو جانے کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ ہم اپنی قومی شخصیت ہی کو سرے سے کھو دیں پھر بھلا حکومت الٰہیہ کا خواب کہاں دیکھا جائے۔

اپنی تنظیم کریں

لہٰذا سر دست اس کے سوا کوئی قابلِ عمل صورت نہیں ہے۔ جس طرح دنیا کی سب

تومیں اپنی تنظیم کیا کرتی ہیں۔اسی طرح ہم بھی اپنی تنظیم کریں اور دُنیا میں جس طرح سیاسی لڑائی لڑی جاتی ہے۔اُسی طرح ہم بھی لڑ کر سب سے پہلے اُن علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔کسی جمہوری دستور کے مطابق جوانگریزی تصورِ جمہوریت کے تحت ملتا ہے اپنی حکومت قائم کرلیں۔بعد میں جب اختیارات ہمارے ہاتھ آجائیں گے توہم مسلمانوں کی تعلیم اور اُن کی اخلاقی وتمدنی حالت کو درست کرکے رفتہ رفتہ حکومتِ جمہوریہ کو حکومتِ الٰہیہ میں تبدیل کرلیں گے اور اللہ نے چاہا تو پھر باقی ہندوستان کی بازیافت کے لیے بھی جدّوجہد کرتے رہیں گے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

بلکہ خود یہی بات کہ حکومت الٰہیہ کے راستے میں انھیں اس نوعیت کی مشکلات نظر آتی ہیں۔اس امر کا صریح ثبوت ہے۔کہ انھوں نے اسلامی تحریک کے مزاج اور اُس کے طریق کار (TECHNIQUE) کو سرے سے سمجھا ہی نہیں ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصہ سوم ص۱۳۶ و ۱۳۷)

..یہاں مودودی صاحب اقبالؒ وجناحؒ کے نظریہ اور طریق کار کو اپنی دانست میں غیراسلامی قرار دے رہے ہیں۔لیکن حالات وواقعات نے ثابت کردیا کہ مسلم لیگی قیادت کا مؤقف کتنا صحیح تھا اور جو کچھ سیاسی حالات کا جائزہ مسلم لیگی حضرات نے لیا اور تجزیہ کیا کتنا درست۔مودودی صاحب کی غلط بینی اور کم فہمی اور کم نظری کیسے مات کھاگئی۔ (مرتب)

پاکستانی خیال کے لوگ

دُوسرا گروہ زیادہ تر اُس طبقہ پر مشتمل ہے۔جس نے تمام تر مغربی طرز پر ذہنی تربیت پائی ہے۔یہ لوگ سیاسی فکر تو مغربی ماخذ سے لیتے ہیں۔مگر چونکہ موروثی طور پر اسلام کے حق میں ایک تعصب ان کے اندر موجود ہے "اور مسلمان قوم" ہونے کا شعور اُن کے اندر بیدار

ہوگیا ہے اس لیے جو کچھ یہ کرنا چاہتے ہیں" مسلمان قوم" کے لیے اسلام کے نام ہی سے کرنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کے اقوال و اعمال میں اسلامی اصطلاحات اور مغربی طرز فکر و عمل عجیب طریقہ سے خلط ملط ہو کر رہ گیے ہیں۔ اس مضمون میں یہ موقع نہیں ہے کہ میں اس خلط مبحث کا تجزیہ کر کے تفصیل کے ساتھ اس مخلوطہ کے ایک ایک جز کی اصل و نوعیت کا نشان دے سکوں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

لیڈروں کی تقریریں۔ نمائندہ مجالس کی قراردادیں

پہلے دعوت کو لیجیے ان کے ذمہ دار لیڈروں کی تقریریں اُن کی نمائندہ مجالس کی قراردادیں اُن کے کارکنوں کی باتیں۔ ان کے اہل قلم کی تحریریں سب کی سب اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی دعوت اصل میں ایک "قوم پرستانہ" دعوت ہے یعنی اُن کی پکار اسلام کے نصب العین کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ اس طرف ہے۔ کہ ان کی قوم متفق و متحد ہو کر ہندو قوم کے مقابلہ میں اپنے دنیوی مفاد کی حفاظت کرے۔ گویا جس طرح آزادی پسند لوگوں نے انگریزوں کو اپنا قومی حریف بنایا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ہندوؤں کو اپنا قومی حریف بنا لیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اور "آزادی پسند" حضرات ایک سطح پر کھڑے ہیں۔ لیکن جس چیز نے ان کی بہ نسبت ان کی روش کو اسلام کے لیے اور زیادہ مضر بنا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ تو وطن اور وطنی مفاد کے نام پر لڑتے ہیں۔ مگر یہ اپنی قومی اور دنیوی لڑائی میں بار بار اسلام اور مسلم کا نام لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام خواہ مخواہ ایک فریق جنگ بن کر رہ گیا ہے اور غیر مسلم قومیں اس کو اپنا سیاسی اور معاشی حریف سمجھنے لگی ہیں۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰)

ناظرین اندازہ فرمائیں کہ مودودی صاحب کے نزدیک مسلمان اسلام کی نسبت

سے نہیں ہوتا اور کفر ازل سے مسلمانوں کے خلاف اس لیے متیزہ کار نہیں رہا ہے۔ کہ وہ اسلام کے نام لیوا مسلمان ہیں۔ (مرتب)

پہلی اور بنیادی غلطی

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنوں میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ اُمید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اُصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ اُنھوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دیکھ کر اگر کوئی شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی۔ تو اُس کی خوش فہمی قابل داد ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

اس کے بعد اُس طریقے کا جائزہ لیجئے جس سے یہ بزعم خود اسلامی نصب العین تک پہنچنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ پہلے اسی جمہوری دستور کے مطابق جو انگریزی حکومت یہاں نافذ کرنا چاہتی ہے۔ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت قائم ہو جائے۔ تو پھر کوشش کی جائے گی۔ کہ یہ قومی حکومت اسلامی نظام حکومت میں بتدریج تبدیل ہو جائے۔ یہ ویسی ہی غلطی ہے۔ جیسی آزادی ہند کو مقدم رکھنے والے کر رہے ہیں۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوم صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳ و ۱۷۴)

نظریۂ پاکستان

یہ نظریۂ کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد کی جائے۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے پیش کیا اور قائد اعظمؒ نے اسے عملی جامہ پہنایا یہ آج ایک زندہ حقیقت بن کر پاکستان کی شکل میں دنیا کے سامنے ہے اور مسلم لیگی قیادت کو دین سے بے بہرہ اور مسلمان قوم کو نسلی، مردم شماری کے بے دین مسلمان کہنے والے مودودی صاحب کو بھی اسی پاکستان میں پناہ ملی جس کی مخالفت میں ان کا اسلام پیش پیش رہا۔

ان کی گوہر فشانیاں آگے آگے دیکھتے جائیے۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش کے صفحہ ۴، اپر رقمطراز ہیں:۔

یہ خیال بالکل غلط ہے

ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں حاکمیت جمہور کے اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکیت رب العالمین کے قیام میں مددگار ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے۔ ویسی ہی بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان۔ ایران۔ عراق۔ ٹرکی اور مصر میں موجود ہے اور وہاں اس کو وہ پاکستان حاصل ہے۔ جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

مودودی صاحب کی عقل ان کی اتنی بھی صحیح رہنمائی نہیں کرتی۔ کہ وہ سمجھ سکیں کہ افغانستان افغانیوں اور ایران ایرانیوں اور ٹرکی ترکوں سے منسوب ہے وہاں قومیت ملک کے نام پر ہے اور پاکستان کا وجود قاطع ہے وطینت پرستی کے نظریۂ کا یہاں مسلم قوم کا وجود اسلام کے نام سے ہے۔ دنیا کے نقشہ پر یہ پہلی مملکت ہے جو اس زمانہ میں اسلام اور صرف اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے۔ اور یہاں انشاء اللہ اقبالؒ کے نظریات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ

تشکیل ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض دردمند دلوں کی بے تابی تمنا انھیں مضطرب کیے ہوئے ہے لیکن تغیر حالات صبر طلب ہوتا ہے اور وقت چاہتا ہے اتنا اہم انقلاب شبا شب رُونما نہیں ہو جایا کرتا۔ حالات ایسی کروٹیں لے رہے ہیں۔ دیدۂ بینا صاف دیکھ رہا ہے کہ پاکستان میں ایسا ہو کر رہے گا ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خُورشید سے
یہ جہاں معمُور ہوگا نغمۂ توحید سے (اقبالؒ) (مرتب)

پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے۔ ان کا گمان غلط ہے دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ١٧٥ و ١٧٦)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

جب صُورت معاملہ یہ ہے۔ تو کیا وہ شخص ناداں نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو کافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اس کے مقصد کی راہ میں حائل ہوگی۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ١٧٧)

مودُودی صاحب کے یہ الفاظ پڑھ کر یہ کہنا دُرست نہیں ؟ کہ اگر غیرت ہوتی تو یہ ہندوستان ہی کی کافرانہ حکومت (دارالاسلام پٹھانکوٹ) میں رہ کر اپنی تحریک جاری رکھتے وہ کم از کم اس کے مقصد کی راہ میں پاکستان کی حکومت سے تو کم حائل ہوتی اور یہ خود اپنی زبان سے اپنے نادان ہونے کا اعتراف کرنے سے بھی بچ جائے۔ (مرتب)

امیر و امام جماعت اسلامی تحریر فرماتے ہیں :۔

یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے

پس اگر "مسلمان" ایک نسلی اور تاریخی قومیت کا نام ہے اور پیش نظر مقصد صرف اس کا بول بالا کرنا ہے۔ تو اس کے لیے واقعی یہی سبیل ہے جو تجویز کی جا رہی ہے اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسر آ سکتی ہے اور بدرجہا قلِ وطنی حکومت میں اچھا خاصا حصہ بھی مل سکتا ہے لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لیے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۲۱۷)

سیدھا قدم کہیں اور جا کر رکھیں

مودودی صاحب کے نزدیک پاکستان کا وجود اسلامی حکومت تک پہنچنے کے لیے پہلا قدم نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے۔ ہم جناب امیر جماعت اسلامی سے پوچھتے ہیں کہ وہ اس نظریاتی مملکت میں جو اقبالؒ و جناحؒ کے نظریات کی روشنی میں معرضِ وجود میں آئی ہے اور مودودی صاحب کا اسلام قدم قدم پر اس کے قیام کی مخالفت کرتا رہا ہے وہ اُس اسلام کو یہاں ترویج دینے کے لیے طرح طرح کی حیلہ سازیاں کیوں کر رہے ہیں۔ وہ اپنا سیدھا قدم کہیں اور جا کر رکھیں۔ (مرتب)

امیر جماعت اسلامی رقمطراز ہیں :-

ایک معجزہ سمجھوں گا

بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے۔ اس کی بنا پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے تو میں اس کو ایک معجزہ سمجھوں گا۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۲۲۰)

لیڈری کی دوکان اور اسلام اسلام کی رَٹ

اقبالؒ کی نگہ بصیرت نے جناحؒ کو مسلمانوں کی قیادت کے لیے منتخب کیا۔ قائداعظمؒ کی قیادت میں نسلی مردم شماری کے پیدائشی اور بے دین مسلمانوں نے (یہ مودودی صاحب کے الفاظ ہیں) اللہ کے فضل سے پاکستان حاصل کر لیا۔ جب کہ مودودی صاحب اس اسٹیٹ میں اپنے اسلام کے نفاذ کو ممکن نہیں سمجھتے اور انشاءاللہ وہ اسلام جس کی بنا پر امیر جماعت اسلامی قیام پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں۔ یہاں نافذ بھی نہیں ہوگا۔ مودودی صاحب کم از کم اس معاملہ میں اگر زیادہ نہیں تو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور مولانا حسین احمد مدنی مرحوم جتنی غیرت ہی کا مظاہرہ کریں۔ وہ نظریہ پاکستان کے مخالف تھے پاکستان کا رُخ نہیں کیا۔ مودودی صاحب اپنے اسلام کے ترکش کے تمام تیر مسلم لیگی قیادت اور گنہگار مسلمان قوم پر برساتے رہے اور پھر عجیب ڈھٹائی سے اب یہاں اپنی لیڈری کی دوکان چمکانے کے لیے پھر اسلام اسلام کی رَٹ لگا رہے ہیں۔ کیا آپ کا پاکستان کا مخالف اسلام ہم نے پہلے دیکھا نہیں؟ جواب بڑے بڑے بلند بانگ ہوائے کر رہے ہو۔ (مرتب)

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو

جمہوری حکومت میں اقتدار اُن لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے۔ جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے اگر وہ صحیح اسلامی کیریکٹر کے عاشق نہیں ہیں۔ اگر وہ اس بے لاگ عدل اور اُن بے لچک اُصولوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے۔ تو اُن کے ووٹوں سے کبھی مسلمان قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں

آ سکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں چاہے مسلمان ہوں مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲)

مولانا مودُودی صاحب کہتے ہیں :۔

لفظ مسلمان سے دھوکا

بعض لوگ لفظ مسلمان سے دھوکا کھا کر اس غلط فہمی میں پڑ گیے ہیں کہ اصل سوال اسلام کے احیار (REVIVAL) کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے احیار کا ہے یعنی یہ قوم جو مسلمان کے نام سے پائی جاتی ہے۔ اس کو زندہ اور طاقتور قوم بنانا اور برسر عُروج لانا اصل مقصود ہے اِس کا نام اسلام کا احیار ہے۔ یہ غلط فہمی اُن کو مسلم قوم پرستی کی حد تک کھینچ لے گئی ہے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۱۹۶)

اقبالؒ و جناحؒ

سر سیّد، اقبالؒ و جناحؒ اس قبیل کے بزرگوں نے اس ملّت کے عروق مردہ میں زندگی کا خُون دوڑانے کے لیے یہی حل سوچا تھا کہ مسلمانوں کی سرفرازی کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے اس مقام پر صد فی صد ٹھوکر کھانے والا مودُودی اب محسوس کرتا ہوگا۔ اور اگر مودودی صاحب نہیں کریں گے تو نہ کریں ہر سلیم العقل تسلیم کرتا ہے۔ کہ مسلمان کو مسلمان اسلام ہی کی نسبت سے کہا جاتا ہے اور اس کا اعتراف ہر معقول آدمی کو ہے۔ یہ اعتراف ہے۔

ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں۔ (مرتب)

مودُودی صاحب رقمطراز ہیں :۔

اپنی تمام اُمیدوں کا انحصار

مسلمانوں میں سے جو لوگ پاکستان کے نصب العین پر اپنی نظر جمائے ہوئے ہیں اور جو انگریزی حکومت سے ہندوستان کی آزادی پر اپنی تمام اُمیدوں کا انحصار رکھتے ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان مختلف راہیں تلاش کر رہے ہیں ان کی طرف براہِ راست پیش قدمی کرنے سے یہ سب لوگ جھجکتے ہیں۔ مشکلات کا ایک بہت بڑا پہاڑ ان کو اس راستہ میں حائل نظر آتا ہے۔ اور اس کو دُور سے دیکھ کر یہ دائیں یا بائیں جانب مُڑ جاتے ہیں تاکہ پھیر کے راستوں سے نکل جائیں۔ حالانکہ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اسلامی نصب العین تک کسی پھیر کے راستے سے پہنچنا غیر ممکن ہے۔ اُس کی طرف اگر پیش قدمی کی جاسکتی ہے۔ تو براہِ راست ہی کی جاسکتی ہے۔ اور جو مشکلات اس راستہ میں نظر آتی ہیں۔ وہ ناقابلِ عبور نہیں ہیں۔ بشرطیکہ اُن کو صحیح طور سے سمجھنے اور دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۱۵۰)

ایمانداری اور صاف گوئی سے بتائیں

مودودی صاحب حصولِ پاکستان کے لیے جو راستہ اختیار کیا گیا تھا اُسے تو پھیر کا راستہ بتلاتے ہیں اور خود اتنے ٹیڑھے اور ترچھے راستے حصولِ مقاصد کے لیے اختیار کر رہے ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ ناظرین ایمانداری اور صاف گوئی سے بتائیں کہ قرار دادِ مقاصد کیا جماعت اسلامی کے انہی اُصولوں کے مطابق تھی جو یہ پیش کر رہے تھے لیکن مودودی صاحب عوام الناس کو فریب دینے کے لیے اسے اپنے ڈھب کے معنی پہنا کر پیش نہیں کرتے رہے اس کے علاوہ قدم قدم پر اپنے بیانات نہیں بدلے۔ جس کا اندازہ ہمارے قارئین کو بخوبی ہوسکے گا کہ یہ مطلب براری کے لیے کیسے کیسے پینترے بدلتے ہیں۔

ایک زمانہ میں اُن کے نزدیک اگر اکیلا آدمی بھی تحریک اسلامی کے لیے کھڑا ہو جائے

تو وہ تحریک اپنے اُصولوں کی طاقت سے آگے بڑھ سکتی تھی اور اپنے دشمنوں میں سے دوست پیدا کر سکتی تھی اور سب قوموں میں سے آدمی ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے جھنڈے تلے آنے لگ جاتے ہیں۔ کاش امیر جماعت اسلامی ادنیٰ سی غیرت کا مظاہرہ کرتے اور اپنے تحریر کردہ اُصولوں کی روشنی میں پاکستان جوان کی اُمنگوں کے خلاف بنا تھا نہ آتے اور پاکستان کی حکومت کو قدم قدم پر پاکستان دشمن اسلامؐ کے نام پر تنگ نہ کرتے اپنے اُصولوں کو ہندوستان میں بار آور کر دکھاتے پھر ہم بھی قائل ہو جاتے کہ امیر جماعت اسلامی اُصول پسند اور اُصول پرست امام ہیں۔ (مرتّب)

امیر و امام جماعت اسلامی کا ارشاد گرامی :۔

مقصدِ حق

پس یہ کہنا غلط ہے کہ اس تحریک کو اُٹھانے اور چلانے کے لیے خارج میں کسی سامان اور ماحول میں کسی سازگاری کی ضرورت ہے۔ جس سامان اور جس سازگار ماحول کو یہ لوگ ڈھونڈتے ہیں۔ وہ نہ کبھی فراہم ہوا ہے نہ فراہم ہوگا۔ اصل خارج میں نہیں بلکہ مسلمان کے اپنے باطن میں ایمان کی ضرورت ہے۔ اس قلبی شہادت کی ضرورت ہے۔ کہ یہی مقصدِ حق ہے اور اس عزم کی ضرورت ہے کہ میرا جینا اور مرنا اسی مقصد کے لیے ہے۔ یہ ایمان یہ شہادت یہ عزم موجود ہو۔ تو دنیا بھر میں ایک اکیلا انسان یہ اعلان کرنے کے لیے کافی ہے۔ کہ میں زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کی پشت پر کسی منظّم اقلیت یا کسی حکومتِ خود اختیاری رکھنے والی اکثریت کی قطعاً کوئی حاجت نہیں۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۳۹)

آگے چل کر مودودی صاحب رقمطراز ہیں :۔

اُونچا منصب

خُدا نے ہمیں اس سے بہت اُونچا منصب دیا ہے۔ ہمارا منصب یہ ہے۔ کہ ہم کھڑے ہو کر تمام دُنیا سے غیر اللہ کی حاکمیت مٹا دیں اور خدا کے بندوں پر خُدا کے سوا کسی کی حاکمیت باقی نہ رہنے دیں۔ یہ شیر کا منصب ہے۔ اور اس منصب کو ادا کرنے کے لیے کسی قسم کے خارجی شرائط درکار نہیں ہیں۔ بلکہ صرف شیر کا دل درکار ہے وُہ شیر شیر نہیں جو اگر پنجرے میں بند ہو تو بکری کی طرح ممیانے لگے اور شیر وُہ نہیں جو بکریوں کی کثرت تعداد دیکھ کر یا بھیڑیوں کی چیرہ دستی دیکھ کر اپنی شریت بھُول جائے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم ص۱۳۳)

کیریکٹر کا ادنیٰ ثبوت

اُس شیر کے بارے میں کیا کہا جائے جو اتنی بڑی بڑی ڈھینگیں مارنے کے بعد خود پاکستان میں ہو اور دم دار اسلام پٹھانکوٹ چھوڑ آیا ہو۔ اور آزاد و مدنی مرحوم کے کیریکٹر کا ادنیٰ سا ثبوت بھی نہ پیش کر سکا ہو۔ اور بقول اپنے بکریوں کی کثرت تعداد دیکھ کر بھاگ نکلا ہو۔ اور اپنی شیریت بھی بعدہٗ بھُول گیا ہو۔ (مرتّب)

امیر و امام جماعت اسلامی تحریر فرماتے ہیں:۔

مغربی طرز کے لیڈر

مغربی طرز کے لیڈروں پر تو چنداں حیرت نہیں کہ ان بیچاروں کو قرآن کی ہوا تک نہیں لگی مگر حیرت اور ہزار حیرت ان علمائے کرام پر جن کا رات دن کا مشغلہ ہی قال اللہ و قال الرسول ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا آخر ان کو کیا ہو گیا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۱۲۹)

نہ یہ پہلے زیبا تھا نہ اب زیبا کہ مودودی صاحب کو حضرت حکیم الامت علاّمہ

اقبالؒ کے مقابلے پر قرآن شناس ہونے کے سلسلہ میں لایا جائے اور جیسا کہ پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اقبالؒ کی آرزؤں کا مرکز جناحؒ تھے۔ رہے علماء کرام اور پیران عظام تو مولوی مودودی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ سب کے سب اس طرح بے بصر نہ تھے انھوں نے اپنی خداداد ذہانت و فراست اور علم و تقویٰ کی روشنی میں تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ (مرتب)

مودودی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گے۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے ہوں یا علمائے دین و مفتیانِ شرع مبین دونوں قسم کے رہنما اپنے نظریئے اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں۔ دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ دونوں اپنے اصلی ہدف کو چھوڑ کر ہوا میں جو پائی تیر چلا رہے ہیں۔ ایک گروہ کے دماغ پر ہندو کا ہوا سوار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہندو امپیریلزم کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے۔ دوسرے گروہ کے سر پر انگریز کا بھوت مسلّط ہے اور وہ انگریزی امپیریلزم کے جال سے بچ نکلنے کو نجات سمجھ رہا ہے۔ ان میں سے کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں۔

(موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۲۸)

کم نظر کم فہم ملاّ

امیر جماعت اسلامی جب تحریک حصول پاکستان کو اپنے اسلام کی کسوٹی پر پرکھتے تھے جو اُسے جنس کاسدہ قرار دیتے تھے اور جتنے قائدین تحریک

پاکستان تھے اُن میں سے کسی کی نظر کبھی اُن کے اسلام کے مطابق مسلمان کی نظر نہ تھی۔ ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ایسے کم نظر کم فہم مُلّا کو اگر اس کا وہ اسلام جو پاکستان کا مخالف تھا وہ یہاں نافذ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ تو اس ملک اور اس بیچاری گنہگار مسلمانوں کی قوم کا حشر کیا ہو گا جس نے مودودی کی جانب سے حضرت قائد اعظمؒ کی مخاصمت و مخالفت دیکھنے کے باوجود تحریک حصول پاکستان کا ساتھ دے کر پاکستان حاصل کیا۔ (مرتب)

امیر جماعت اسلامی کا ارشاد:۔

قیادت میں خوردبین سے اسلام کی چھینٹ نظر نہیں آتی

فرض کیجئے کہ میں سطح زمین سے دس ہزار فیٹ کی بلندی پر جانا چاہتا ہوں تو بہر حال میں وہی ذریعہ تلاش کروں گا جو مجھے اُوپر کی طرف لے جا سکتا ہے۔ خواہ وہ مجھے دس فیٹ سے زیادہ نہ اُٹھائے۔ ایسا ذریعہ مجھے نہ ملے تو میں سطح زمین ہی پر قیام کرنا پسند کروں گا۔ لیکن اگر آپ دیکھیں گے۔ کہ میں اُوپر جانے کے ارادہ سے ایک برقی جھولے میں بیٹھ کر کسی کوئلے کی کان میں اُترنا شروع کر دیتا ہوں اور اس راستے سے اُس بلندی پر جانا چاہتا ہوں تو کیا آپ کو میرے فاتر العقل ہونے میں ذرا سا شبہ ہو گا بالکل اُسی طرح آپ کو میرے فتور عقل میں اس وقت بھی شبہ نہ ہونا چاہیئے جب آپ دیکھیں کہ میں اسلامی تہذیب کو زندہ کرنے اور فاروقی حکومت کے نصب العین تک پہنچنے کے لیے ان لوگوں کے پیچھے چلا جا رہا ہوں جن کی عمومی زندگی میں اور جن کے خیالات و نظریات طرز سیاست اور رنگِ قیادت میں خوردبین لگا کر اسلامیت کی کوئی چھینٹ نہیں دیکھی جا سکتی۔ جن کا حال یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے مسائل سے لے کر بڑے سے بڑے مسائل تک کسی معاملہ میں بھی انھیں قرآن کا نقطۂ نظر نہ تو

معلوم ہی ہے نہ وہ اُسے تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس کرتے ہیں۔

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۰۰

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

سوادِ اعظم

بعض لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کا نام "سوادِ اعظم" ہے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تاکید فرمائی ہے۔ کہ سوادِ اعظم کا ساتھ دو۔ لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت جس سیاسی پارٹی کی حامی اور جس قیادت کی متبع ہے اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے لیکن یہ ارشادِ نبوی کی سراسر غلط تعبیر ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جس سوادِ اعظم کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد دراصل اُن مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جن کے اندر اسلامی شعور موجود ہو۔ جو حق و باطل میں تمیز رکھتے ہوں اور جن کو اسلام کی رُوح اور اس کے بنیادی اصولوں سے کم ازکم اتنی واقفیت ضرور ہو۔ کہ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کر سکتے ہوں۔ ایسے مسلمانوں کی اکثریت کبھی باطل پر مجتمع نہیں رہ سکتی۔

لفظ مسلمان سے دھوکا

اور اگر وُہ کبھی کسی غلط فہمی میں مبتلا بھی ہو جائے تو اس پر زیادہ دیر تک جمی نہیں رہ سکتی۔ اس بنا پر حضورؐ نے سوادِ اعظم کا ساتھ دینے کی تاکید فرمائی مگر جو لوگ ان ضروری صفات سے عاری ہوں اور جن میں کھوٹے کھرے کی بالکل ابتدائی پرکھ بھی نہ ہو اُن کے ہلّڑ بازی کا نام ہرگز سوادِ اعظم نہیں۔ نہ اُن کی جماعت اسلامی مفہوم کے اعتبار سے "جماعت" ہے۔ نہ ان کی امارت اسلامی اصطلاح کی رُوح سے امارت ہے۔ نہ ان کی اس امارت کو کسی حیثیت سے بھی سمع وطاعت کا حق پہنچتا ہے۔ محض لفظ "مسلمان" سے دھوکا کھا کر جو لوگ جاہلیت کی پیروی کرنے والوں کی تنظیم

کو تنظیم سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس نوعیت کی کوئی تنظیم اسلامی نقطۂ نظر سے مفید ثابت ہوگی اُن کی کندذہنی ماتم کی مستحق ہے۔

(موجودہ مسلمان سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱)

جب صاحب علم وفراست بزرگوں نے امیر جماعت اسلامی کو کہا کہ مسلم لیگ کی مخالفت نہ کرو پوری ملت (سوادِ اعظم) کا جو فیصلہ ہے اُس کا ساتھ دو۔ تو مودودی صاحب نے فرمایا کہ یہ علمائے کرام اور پیرانِ عظام اور قائدین تحریک حصول پاکستان حضورؐ کے فرمان کو توڑ مروڑ کر اپنی مطلب براری کے لیے پیش کر رہے ہیں اوران کی کندذہنی ماتم کی مستحق ہے۔ اس سے پہلی سطور میں فرما چکے ہیں۔ کہ اگر خوردبین لگا کر دیکھا جائے تو مسلم لیگی قیادت میں سلامیت کی چھینٹ تک نظر نہیں آتی۔

ہم مودودی صاحب سے تو صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا قدرت نے آپ کو شرم وحیا میں سے بھی کچھ حصہ دیا تھا؟

خرافات کا مسکت جواب

رہا یہ کہ مسلم لیگی قیادت کے اندر خوردبین لگانے سے کوئی اسلام کی چھینٹ نظر آسکتی تھی تو حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور جناب پیر سید قمرالدین صاحب سیال شریف اوران کے علاوہ دیگر علمائے کرام اور پیران عظام اور لیڈران کرام تحریک پاکستان اس کا جواب دیں کہ انھوں نے گنہگار مسلمانوں کو "سوادِ اعظم" قرار دے کر اپنی کند ذہنی کا اعلان کیوں کیا اور جب آپ کے اندر خوردبین لگانے سے بھی اسلامیت کی چھینٹ تلاش نہیں کی جاسکتی تھی تو آپ نے مسلمانوں کی قیادت کا بیڑہ کیوں اٹھایا۔ ہاں اگر امیر جماعت اسلامی کے ان الفاظ کو آپ یادہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں تو ان خرافات کا مسکت جواب آپ

کے ذمّہ ہے۔

گو حقائق و واقعات نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی کہ قائدین تحریک تو کیا ایک عام گنہگار مسلمان بھی جس نے مسلم مفاد اور مسلم قوم کی عزت و ناموس کے لیے کام کیا ہے صاحب ایمان تھا۔ اور وہ نقاب پوش جو اسلام کے مقدس نام پر تحریکِ پاکستان کی مخالفت کرتے تھے ذلیل و رسوا ہوئے۔ لیکن یہاں میں اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بزرگان ملت سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ میں تو یہی کہہ سکتا ہوں :۔

اس حریف بدزبان کی گرم گفتاری بھی دیکھو (مرتّب)

امیر و امام جماعت اسلامی کا ارشاد گرامی

حقیقت یہ ہے کہ احادیث میں التزام جماعت اور طاعت امام کے متعلق جو احکام ہیں اور من شذ شذ فی النار اور اسی قسم کی جو وعیدیں جماعت اور امام سے الگ ہونے والوں کو سُنائی گئی ہیں۔ انھیں کوئی واسطہ اُن جماعتوں اور اماموں سے نہیں ہے جو محض قوم پرستی کے اُصولوں پر دنیوی اغراض کے لیے بنی ہوں۔ وہاں تو التزام جماعت سے مُراد در اصل اس جماعت کا التزام ہے جو دُنیوی اغراض سے پاک ہو کر خالصۃً لوجہ اللہ اسلام کے مشن کی خدمت کے لیے بنی ہو۔ ایسی جماعت سے الگ ہونے کا نتیجہ یقیناً نارِ جہنم ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ مگر ان ہدایات کو دُنیوی جتھہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کی وفاداری کے لیے دلیل بنانا خُدا کے رسول پر بہتان گھڑنا ہے۔ کسی قوم کو کسی دُوسری قوم کے مقابلہ میں اگر معاشی یا سیاسی اغراض کے لیے جدّ و جہد کرنی ہو تو وہ عام قوانین طبعی کے مطابق اپنا جتھا بنائے اور قوت فراہم کرنے کی کوشش کرے اُسے خدا کو بیچ میں لانے کا کیا حق ہے؟ دو قومی کی خالص نفسیاتی کشمکش میں آخر خدا کو جانبدار بننے کی کیا حاجت پیش آئی ہے کہ ایک

جتھہ بندی سے الگ ہونے والوں کو تو وہ جہنم کی سزا نہ دے اور دوسری کے جتھے کو تقویت پہنچانے کے لیے وہ ہر اُس شخص کے سامنے جہنم پیش کر دے جو اس سے الگ ہو یا الگ رہے؟ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰)

مسلم لیگی قیادت کی مخالفت کرنا فرض حیات

مودودی صاحب خدا اور رسول کو کس طرح اپنی جماعت اسلامی کے لیے مختص کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ ایسی جماعت جو مسلمانوں کی معاشی وسیاسی حالت بہتر بنانے کے لیے معرضِ وجود میں آئے اُسے خدا کا نام لینے کا حق نہیں حقیقت سے بعید ہے مسلم لیگ کا دعویٰ ہی یہی تھا کہ ہماری تہذیب۔ ہمارا تمدن ہمارے اُصول حیات کفار سے الگ ہیں اور مسلمان کو مسلمان صرف اسلام کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ مسلمان کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس میں بسنے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہو لیکن چونکہ امیر جماعتِ اسلامی اپنی امارت و امامت کا سکہ جمانے کے لیے راہیں ہموار کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہر انداز سے مسلم لیگ کی تنظیم اور مسلم لیگی قیادت کی مخالفت کرنا فرض حیات سمجھتے رہے ہیں۔ یہ اپنی تمام علمی وادبی اور صحافیانہ صلاحیتوں کے ساتھ جنگِ پاکستان میں ہمارے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ اُن کا اسلام قدم قدم پر مسلم مفاد ہی کی مخالفت کرتا رہا۔ مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ مسلمان کا دامن اسلام ہی سے وابستہ ہے اور اسلام کی نسبت ہی سے مسلمان مسلمان کہلاتا ہے۔ (مرتب)

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

آپ کا راستہ اور میرا راستہ جدا ہے

آپ کا راستہ اور میرا راستہ جدا ہے۔ البتہ وہی بات پھر کہوں گا جو اس سے

پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ اپنی قوم پرستانہ تحریک کے لیے آپ کو اسلام کا نام استعمال

کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام ہر قسم کی قوم پرستی کا دشمن ہے۔ خواہ وہ ہندوستانی قوم پرستی ہو یا نام نہاد "مسلم قوم پرستی"۔ بعض حضرات اس قسم کے غیر اسلامی اجتماع اور مرکزیت کے حق میں قرآن و حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ جماعت ہے جس کے التزام کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جس سے الگ ہونے یا الگ رہنے پر جہنّم کی وعید سنائی گئی ہے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اسے ناواقفیت کا کرشمہ سمجھا جائے یا خدا اور رسول کے مقابلہ میں جسارت۔ قرآن تو اس مسجد میں کھڑے ہونے کی اجازت نہیں دیتا جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو اور یہاں تقویٰ کا نام لینے والے خبطی سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوط تھامو اور یہاں کہا جا رہا ہے کہ بس لوگوں کا متفق ہو کر کسی رسّی کو تھام لینا ہی ذریعۂ نجات ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ اللہ کی رسّی ہو یا نہ ہو۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸)

اپنی فیکٹری کا ڈھلا ہوا اسلام یہاں رائج کرنا چاہتے ہو جو قیام پاکستان کا مخالف تھا؟

مودودی صاحب پاکستان مسلم لیگ ہی نے حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں حاصل کیا۔ مسلم لیگ کی تنظیم ہی وہ مسجد ہے جیسے آپ مسجدِ ضرار کہہ کر لوگوں میں یہ تاثر پیدا کرتے رہے ہیں کہ مسلم لیگ کی تحریکِ حصولِ پاکستان قوم پرستانہ ہے لہٰذا اسلام سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیا یہ آپ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کی شرم و حیا کس نے اُچک لی۔ جب آپ کا زورِ قلم۔ آپ کی قوتِ بیان آپ کے رفقا کی گز گز بھر کی زبانیں آپ کا خود ساختہ اسلام مسلم لیگی قیادت (جمہور مسلمین) اور نظریۂ پاکستان کا مخالفت کرتا رہا ہے تو آپ پھر پاکستان میں آکر ہی جان بچا سکے اور یہاں آکر کھڑے

ہونا تو کجا آپ تو اس مسجد میں لیٹے جا رہے ہیں بلکہ اس کے نظام حکومت پر قبضہ کر کے اپنی فیکٹری کا ڈھلا ہوا اسلام یہاں رائج کرنے کی سازشیں کر رہے ہو اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی (مرتب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:-

جو لوگ آپ کی تہذیب کو نہیں جانتے

اس تنظیم میں جو لوگ سب سے آگے صف میں نظر آتے ہیں۔ اسلامی جماعت میں ان کا صحیح مقام سب سے پیچھے کی صف ہے بلکہ بعض تو وہاں بھی برعایت ہی جگہ پا سکتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو پیشوا بنانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ریل کے سب سے پچھلے ڈبے کو انجن کی جگہ لگا دینا۔ جس چڑھائی پر آپ جانا چاہتے ہیں یہ نام نہاد انجن آپ کی گاڑی کو اس طرف ایک انچ لے کر نہیں جا سکتا۔ البتہ گاڑی اپنے وزن سے آپ نشیب کی طرف لڑھکے گی اور آپ لوگ کچھ مدت تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہیں گے کہ ماشاء اللہ ہمارا "انجن" اسے خوب اڑائے لیے جا رہا ہے۔ اس حقیقت کو جتنی جلدی سمجھ لیا جائے اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ ہر لمحہ جو گذر رہا ہے وہ آپ کو اوپر کے بجائے نیچے کی طرف لے جا رہا ہے۔ جو لوگ آپ کی تہذیب کو جانتے نہیں وہ اس کا تحفظ کیا کریں گے وہ اس سے علانیہ برسر بغاوت ہیں کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ ان کے ہاتھوں سے اس کا احیاء اور ارتقاء ہو سکے گا؟ لیکن اگر حقیقت میں کلچر ہی کا درد ان کے دل میں اٹھا ہوتا تو یقیناً ان کی زندگیاں بدل گئی ہوتیں۔ ان کی ذہنیتیں بدل گئی ہوتیں اور ان کا طرز فکر بدل گیا ہوتا۔ یہ علامت ان کی زندگیوں میں ناپید ہے اور یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اس گروہ میں حقیقی اسلامی جذبہ ہرگز

مشتعل نہیں ہوا۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم ص۱۰۶ و ۱۰۷)

ہماری تہذیب ہمارا تمدن ہمارا کلچرل الگ ہے

حضرت قائداعظمؒ جیسا زیرک بیرسٹر اگر اسلامی تہذیب کو نہ جانتا ہوتا تو وہ بار بار یہ کہہ کر ہندو کانگریس کے خلاف سینہ سپر کیوں ہوتا کہ ان سے ہماری تہذیب، ہمارا تمدن، ہمارا کلچر الگ اور مختلف ہے اور اگر جناحؒ اتنے ہی اسلام سے کورے ہوتے تو حضرت علامہ اقبالؒ جنھیں ملت نے حکیم الامت کہا ہے ان کی نظر انتخاب ان کو کیوں چُنتی؟ مولوی مودودی صاحب حضرت قائداعظمؒ اور ان کے رفقاء کو اپنی جماعت اسلامی میں آخری صفوں میں برعایت ہی جگہ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ وہ قائداعظمؒ جس نے گاندھی ایسے مکار سیاست دان کو سمجھا وہ پیکر فہم و فراست جس پر عقل و بصیرت ناز کرتی ہے جو مسلم مفاد کو در اصل اسلام کی سرفرازی اور سربلندی قرار دیتا ہے۔ مودودی صاحب استعاروں میں اُس پر پھبتیاں کس رہے ہیں۔

کور ذوق و کم سواد و کم نظر مُلّا

یہ نقاب پوش مصلحین کے گروہ کا امام و امیر۔ کور ذوق و کم سواد کم نظر مُلّا کتنا گرم گفتار ہے۔ یہ تو خُدا نے رحم کیا کہ عامۃ المسلمین نے اس کی نہ سُنی۔ نہیں تو خُدا جانے یہ ٹیڑھی عقل ہمیں کہاں لے جاتی آج اسپین میں نسلی اور مردم شماری کے مسلمان نہیں ہیں اس عقل سے پیدل مولوی کو کہو تو ذرا وہاں جا کر سو پچاس مسلمان اپنا اسلام پیش کر کے بنا دے۔

اے صاحبان عقل و بصیرت خُدارا ہوش کیجئے یہ امیر جماعت اسلامی اب بھی (پاکستان کے قیام کے بعد) اپنے اُسی اسلام کو لے کر جس کا نام استعمال کر کے قیام پاکستان کی مخالفت کرتا رہا ہے اب ہر تعمیری پروگرام کے رستے میں

روڑے اٹکا رہا ہے اگر آپ نے بروقت اس کا محاسبہ نہ کیا تو ڈر ہے کہ یہ ملت پاکستانیہ کو کن بھول بھلیوں میں لے جائے۔

غلط کاری ، غلط بینی ، غلط فہمی ، غلط بخشی

کماں عرض ہو جن کا وہ جوہر ایسے ہوتے ہیں

اور

نہ منہ سیدھا ، نہ رہ سیدھی ، نہ دل سیدھا نہ خود سیدھے

سدھاتے ہیں زمانے کو ! ہنر ور ایسے ہوتے ہیں (مرتب)

مودودی صاحب رقمطراز ہیں :-

عقل و خرد کی کمی نے اس احساس کو غلط راستے پر لگایا

تفرقہ و انتشار اور بے نظمی کے تلخ نتائج دیکھ کر مسلمانوں میں اجتماع و تنظیم اور مرکزیت کی ضرورت کا احساس تو پیدا ہوا۔ مگر افسوس کہ عقل و خرد کی کمی نے اس مفید احساس کو بھی غلط راستہ پر لگا دیا۔ عام طور پر لوگ اب اس غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ اجتماع اور تنظیم اور مرکزیت بجائے خود رحمت ہیں لہٰذا جو مرکز سامنے آئے اس کے گرد جمع ہو جاؤ اور سب مل کر چلو انشاء اللہ کہیں نہ کہیں پہنچ ہی جاؤ گے۔ گویا جس طرح کبھی یہ خبط پیدا ہوا تھا کہ آرٹ محض آرٹ کی خاطر اور ادب محض ادب کے لیے اسی طرح اب یہ نیا خبط پیدا ہو رہا ہے کہ اجتماع بس اجتماع کی خاطر اور تنظیم محض بغرض تنظیم اور مرکزیت صرف مرکزیت کے لیے۔ حالانکہ ان چیزوں کے مفید ہونے کا انحصار اجتماع کی روح اور تنظیم کے اصولوں اور مرکز کی نوعیت پر ہے۔ کسی غلط مرکز کے گرد بے مقصد جمع ہو جانا یا غلط مقصد کے لیے جمع ہونا بجائے مفید ہونے کے اُلٹا مضر ہو جاتا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۰۵)

وُہ کونسا حربہ ہے جو مودُودی صاحب عامۃ المسلمین کو مسلم لیگی قیادت سے بدظن کرنے کے لیے استعمال نہیں کر رہے۔

مودُودی صاحب کی نفرتیں۔ کدُورتیں، اور مخالفانہ۔ معاندانہ اور منافقانہ انداز ملاحظہ فرمائیں کہ وہ قائداعظمؒ میں عقل وخرد کی کمی بھی بتاتے ہیں۔ یہ اظہار اس لیے کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ اور بے نظمی کی وجہ سے منظم ہونے کا جو مفید احساس تھا اقبالؒ و جناحؒ نے انھیں غلط راستے پر لگا دیا ہے۔ اور لوگ غلط مرکز پر بے مقصد جمع ہو رہے ہیں حالانکہ واقعات نے مہر تصدیق جناحؒ کے مُوقف پر ثبت کر دی آپ دیکھتے جائیے کہ کون سا وہ انداز و اسلوب کونسا وہ حربہ ہے جو مودودی صاحب عامۃ المسلمین کو مسلم لیگی قیادت سے بدظن کرنے اور تحریک حصول پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال نہیں کر رہے۔

نہ آدابِ زبان بدلے نہ طرزِ گفتگو بدلی
نہ تم بدلے نہ دل بدلا نہ دل کی آرزو بدلی (مرتب)

دیکھتے جائیے کیسے کیسے گوہر بکھیرتے جا رہے ہیں۔

امیر جماعت اسلامی رقمطراز ہیں:-

ایسی باتوں سے ایک قوم کی ہوا اکھڑ جاتی ہے

"یہی دورنگی اور گندم نمائی دجو فروشی ہے جسے دیکھ کر غیروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ اصل سوال محض معاشی وسیاسی ہے اور تہذیب و مذہب کو محض عام مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے بہانہ بنا لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حرکات کو دیکھ کر کون سمجھے گا کہ اپنے دین اور کلچر کی حمیت ہیں واقعی آپ مخلص ہیں زبان سے کہیئے کہ دل ہیں درد ہے مگر ہاتھ سے بار بار ہیٹ ہی کو بھینچے جائیے تو دیکھنے والا یہی خیال کرے گا

کہ درد آپ کے پیٹ میں ہے نہ کہ دل میں۔ ایسی ہی باتوں سے ایک قوم کی ہوا اکھڑتی ہے اور دوسری قوموں کے دل سے اس کا رعب اٹھ جاتا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵)

جناحؒ دل کی کہنے میں یکہ و تنہا اور گوہر یک دانہ و یگانہ روزگار تھے۔

نفسیات کا ماہر یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح مودودی صاحب بچپن میں عزیز و اقارب کو پریشان کر کے لطف اٹھانے کے لیے خواہ مخواہ بیمار بن جاتے تھے اور خود نمائی ان کی (SELF DISPLAY) سرشت میں تھی اور ہے وہ جناحؒ جو دل کی کہنے میں یکہ و تنہا تھے اور ان کی اس خوبی کا اعتراف ان کے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق

کی حقیقی تصویر۔ ان کی ساری اسی اصول پر بسر ہوگئی۔ دورنگی اور گندم نمائی و جو فروشی کی جو دکان مودودی صاحب آپ نے سجائی ہے آپ سے بڑی اور کہیں نظر نہیں آتی۔ جناحؒ کی صاف گوئی و بے باکی اور حق گوئی زبان زدِ عام ہے۔ جناحؒ جیسے درست سمجھتے تھے وہی کہتے تھے ان کی اخلاقی جرأت ہمارے لیے سبق آموز ہے اور ان کی زندگی کے صاف و شفاف نکھرے اور ستھرے ہوئے اصول ہماری نوخیز نسل کے لیے روشنی کا مینار۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۸۵ پر امیر جماعت اسلامی لکھتے ہیں:۔

مودودی صاحب لفظ "مسلمان" سے وہ مراد نہیں لیتے جو عام مسلمان لیتے ہیں۔

میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان الفاظ مشترک ہیں مگر معنی و

مفہوم میں اختلاف ہے۔ایک ہی لفظ ہے "مسلمان" لیکن میں اس سے کچھ اور مراد لیتا ہوں اور دوسرے اس کا مفہوم کچھ اور سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے مفاد فلاح و بہبود۔ تنظیم۔جمعیت، ترقی و خوشحالی اور ہر ایک چیز جو لفظ "مسلمان" کی نسبت سے بولی جاتی ہے ہمارے نزدیک مختلف المعنی ہو کر رہ گئی ہے۔اسی اُلجھن کے سبب سے غلط فہمیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اور جب لوگ اسے سلجھانے سے عاجز رہ جاتے ہیں تو شکایات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

شرم وحیا اور ہوش وآگہی اگر کسی بازار کی جنس ہوتی تو امیر جماعت اسلامی کو وہاں سے خرید کر دی جاسکتی

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے مسلمان جو لفظ "مسلمان" کا مفہوم لیتے ہیں۔امیر جماعت اسلامی وہ نہیں لیتے اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک ۹۹۹ فی ہزار افراد اسلام نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی حق اور باطل میں تمیز کر سکتے ہیں اسی تناسب سے آپ اندازہ فرمائیں کہ یہ پاکستان مسلمانوں نے بنایا ہے؟ مودودی صاحب کے نزدیک تو ہر اس لفظ کے معنی ہم سے جدا ہیں جو لفظ "مسلمان" کی نسبت سے بولا جاتا ہے کیا کیا جائے شرم وحیا اور ہوش وآگہی اگر کسی بازار کی جنس ہوتی تو امیر جماعت اسلامی کو وہاں سے خرید کر دی جاسکتی۔

مولانا آزاد مرحوم اور مولانا مدنی مرحوم اپنے اُصولوں کی روشنی میں با اُصول تھے

اس مقام پر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مولانا آزاد مرحوم اور حضرت مولانا مدنی مرحوم اپنے اُصولوں کی روشنی میں با اُصول تھے انھوں نے پاکستان کی مخالفت کی بھارت ہی میں رہے۔یہ صاحب ہمیں نا مسلمان بھی کہیں اور اپنی تمام قوت پاکستان کے قیام

کے خلاف صرف کرکے پھر یہاں ہر تعمیری پروگرام میں رخنہ اندازیاں کریں۔ یہی ہیں ذہین وفطین اور معقول مودودی صاحب جن پر کچھ لوگ ناز کرتے ہیں (مرتب)

امیر جماعت اسلامی رقمطراز ہیں:۔

لفظ مسلمان ہی استعمال کرنا کیوں ضروری ہے؟

اور میں نہیں سمجھتا اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپ کو اصرار کیوں ہو؟ "مسلمان" کے معنی ومفہوم سے تو آپ کو کوئی بحث ہے ہی نہیں۔ آپ کو تو اپنی قومیت کے لیے بس ایک نام چاہیئے۔ سو اس غرض کے لیے آپ جو نام بھی وضع کرلیں گے وہ آپ کی مستقل اجتماعی حیثیت پر اُسی طرح دلالت کرنے لگے گا جس طرح اب لفظ "مسلمان" کررہا ہے۔ آخر اس نوع کی قومیت میں کونسی خصوصیت ہے۔ جس کے لیے لفظ "مسلمان" کررہا ہے۔ آخر اس نوع کی قومیت میں کونسی خصوصیت ہے جس کے لیے لفظ "مسلمان" ہی استعمال کرنا ضروری ہو؟ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۶۴)

امیر جماعت اسلامی ہمیں مسلمان بھی نہیں کہلانے دیتے

تحریک حصول پاکستان کے زمانہ میں چونکہ قیام پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی مخالفت مقصود تھی اس وقت امیر جماعت اسلامی ہم گنہگاروں کو لفظ "مسلمان" تک اپنے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اب قیام پاکستان کے بعد اپنی لیڈری کی دوکان چمکانے کے لیے گلا پھاڑ پھاڑ کر فرما رہے ہیں۔ کہ پاکستان عامۃ المسلمین نے حاصل کیا ہے۔ اور اُس وقت اُس کا ماحصل شجرۃ الزقوم اور پاکستان زہر ملا حلوہ بلکہ ہمیں یہ حکم دیا جارہا تھا کہ اپنی "قومیت" کے لیے کوئی دُوسرا لفظ استعمال کرلو۔ میں مولانا مودُودی ہونے کی حیثیت سے آپ کو لفظ "مسلمان" استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ سوچئے اور غور کیجئے کہ حصول اقتدار کے لیے اب کیا انداز اختیار کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

صفحہ نمبر ۵۸ موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم میں لکھتے ہیں :-

ان کی قیادت میں غلطی ہے

ان کے مقاصد میں غلطی ہے۔ان کے طریق کار میں غلطی ہے۔ان کی قیادت میں غلطی ہے۔ان کی رُوحی کیفیت میں غلطی ہے۔بہت سے لوگوں کو بے شعوری کی وجہ سے اس غلطی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

ان کے نزدیک کسی تحریک کے دُرست ہونے کے لیے بس یہی بات کافی ہے۔ کہ اس میں "مسلمان کا فائدہ" ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۷۵ پر لکھتے ہیں :-

ان کی قوتِ فیصلہ جواب دے گئی ہے۔یہ اسلام اور کفر کے درمیان متردد ہو کر رہ گیے ہیں۔

آگے چلئے غور سے پڑھیئے :-

لیگ کے رہنماؤں میں اسلامی حس کا شائبہ بھی موجود نہیں

اگر لیگ کے رہنماؤں میں اسلامی حس کا شائبہ بھی موجود ہوتا۔تو وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور اس کا جو گہرا اخلاقی اثر مرتب ہوتا اس کی قدر وقیمت کے مقابلہ میں کوئی نقصان جو ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے کی وجہ سے حاصل ہونے کی توقع ہے قطعاً کوئی وقعت نہیں رکھتا۔مگر افسوس کہ لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔یہ لوگ مسلمان کے معنی ومفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔

اس کا جواب مولانا عبد الحامد بدایونی اور اُن لوگوں کے ذمہ ہے جنھوں نے اقبال کے ارشادات کی روشنی میں تحریک میں حصہ لیا

اس مقام پر استعاروں کے بغیر امیر جماعت اسلامی مولوی مودودی صاحب نے صاف الفاظ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ مسلم لیگی قیادت میں اسلامی حس کا شائبہ تک نہیں اور بڑے لیڈروں سے لے کر کارکنوں تک ایک بھی ایسا نہیں جس کی اسلامی ذہنیت ہو اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو یہ لوگ نہ لفظ مسلمان کے معنی جانتے ہیں اور اس کی مخصوص حیثیت کو تو بالکل ہی نہیں جانتے۔

کاش مولوی مودودی صاحب ہی منیر انکوائری کمیٹی میں مسلمان کی تعریف بتا سکتے؟ رہے مسلم لیگی قائدین اگر یہ مسلمان کی مخصوص حیثیت کو نہ جانتے ہوئے اور اس لفظ کے معنی و مفہوم کو نہ سمجھتے ہوتے تو یہ حصول پاکستان کی تحریک میں اس جذبۂ شوق اور جوش و خروش اور عقل و ہوش سے روز و شب ایک کر کے بھی کام ہوتے ہی تو بات تھی کہ مسلم لیگی قیادت کے علاوہ کارکنانِ تحریک حصول پاکستان بھی مسلمان کی مخصوص حیثیت اور معنی و مفہوم سے بفضلِ تعالیٰ آگاہ تھے۔

باقی لیگ کے رہنماؤں میں اسلامی حس کا شائبہ موجود تھا یا نہیں جناب حضرت مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی قبلہ جناب پیر قمر الدین سیال شریف کے علاوہ تمام پیران عظام اور علمائے کرام اور قلندران اقبالؒ کے ذمہ ہے۔ جنھوں نے حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے ارشادات کی روشنی میں تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ اگر ان حضرات نے امیر جماعت اسلامی کی ان سطور کا جواب واضح طور پر نہ دیا تو میرے نزدیک یہ ان کے فرض کی کوتاہی ہوگی۔

(مُرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصّہ سوئم صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر رقمطراز ہیں :۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے یہ پالیسی مفید ہوگی یا مضر

مجھے اس سے بھی کوئی بحث نہیں کہ سیاسی حیثیت سے مسلم لیگ کی یہ پالیسی "مسلمان نام" کی اس قوم کے لیے جو ہندوستان میں بستی ہے مفید ہوگی یا مضر۔ میرے لیے جو سوال اہمیت رکھتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جو قوم اس وقت مسلمان کے نام سے پکارے جانے کے باعث دُنیا میں اسلام کی نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مجلس نے دُنیا کے سامنے اسلام کو کس رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں۔ تو میری رُوح بے اختیار ماتم کرنے لگ جاتی ہے۔

موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں :۔

مَیں ایک نَو مُسلم ہُوں

پس درحقیقت میں ایک نَو مُسلم ہوں خُوب جانچ اور پرکھ کر اس مسلک پر ایمان لایا ہُوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی ہے کہ انسان کے لیے فلاح و صلاح کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ مَیں صرف غیر مسلموں ہی کو نہیں بلکہ خود مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس دعوت سے میرا مقصد اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کو باقی رکھنا اور بڑھانا نہیں ہے جو خود ہی اسلام کی راہ سے بہت دُور ہٹ گئی ہے۔ بلکہ یہ دعوت اس بات کی طرف ہے کہ آؤ اس ظلم و طغیان کو ختم کر دیں جو دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ انسان پر انسان کی خدائی کو مٹا دیں اور قرآن کے نقشہ پر ایک نئی دُنیا بنائیں جس میں انسان کے لیے بحیثیت انسان کے شرف و عزت ہو حریت اور مساوات ہو عدل اور احسان ہو۔

مودودی صاحب جب امیر جماعت اسلامی بنے اور جماعت کی بنیاد رکھی تھی۔

تو انھوں نے خود بھی دوبارہ اپنے مسلمان ہونے کی تجدید کی اور دوسروں کو بھی یہ ترغیب دی۔ (مرتب)

ناظرین غور فرمائیں :۔

ایسا گروہ جو دین کے علم سے بے بہرہ ہے

پہلی وجہ یہ تھی کہ اس نئی تحریک کے دور میں عامۃ المسلمین کی قیادت و رہنمائی ایک ایسے گروہ کے ہاتھ میں چلی گئی جو دین کے علم سے بے بہرہ ہے۔ اور محض قوم پرستانہ جذبہ کے تحت اپنی قوم کے دنیوی مفاد کے لیے کام کر رہا ہے دین کا علم رکھنے والا عنصر اس گروہ میں اتنا بھی نہیں جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے اور اس قدر قلیل کو بھی کوئی دخل رہنمائی میں نہیں ہے۔ یہ براہِ راست نتیجہ ہے علمائے کرام کی اس غلط روش کا جس پر وہ ابھی تک اصرار کیے چلے جا رہے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی عام مسلمانوں کا اعتماد علمائے دین سے ہٹ کر اس شدت کے ساتھ غیر دیندار اور ناواقف دین رہنماؤں پر نہیں جما تھا۔ میرے نزدیک یہ صورتِ حال اسلام کے لیے وطنی قومیت کی تحریک سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ قیادت میں - - - - - - - - - - - ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا علیحدہ وُجود برقرار رکھا بھی (جیسا کہ ٹرکی اور ایران میں برقرار رکھے ہوئے ہیں) تو ان کے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فنا ہو جانے میں آخر کیا فرق ہی کیا ہے؟

مسلم لیگ کی تحریک کانگریس سے بھی زیادہ اسلام کے لیے خطرناک

ہیرے نے اگر اپنی جوہریت کھو دی تو پھر جوہری کو اس سے کیا دلچسپی کہ

کہ وُہ کم بخت پتھر کی صُورت میں باقی رہے یا منتشر ہو کر خاک میں رَل مل جائے۔
(موجُودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۱۳ و ۱۴)

قارئین انصاف کریں کہ مودُودی صاحب کو ہم ایسے گنہگاروں سے کیا بیر تھا کہ وُہ اب اُسی دین سے بے بہرہ قیادت کے حاصل کردہ پاکستان اور انھیں نسلی مردم شماری کے مسلمانوں میں قیادت وسیادت کا دام بچھانے کے لیے طرح طرح کی حیلہ سازیوں، فقہی موشگافیوں اور فریب کاریوں سے کام لے رہے ہیں۔ یہ پاکستان تو اس تحریک کا حاصل کردہ ہے جو امیر جماعت اسلامی کے نزدیک کانگریس کی تحریک سے بھی زیادہ اسلام کے لیے خطرناک تھی سیدھی سیدھی بات ہے کہ پاکستان انہی مسلمانوں نے حاصل کیا جنھیں مولوی صاحب "مسلمان" کا لفظ اپنے نام اپنی قوم کے ساتھ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ لوگ جو مودودی صاحب کی سحر طرازیوں اور صحافیانہ اداؤں سے متأثر ہو کر انھیں کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور پہلے انھوں نے تحریک حصول پاکستان میں مؤثر کام کیا ہے۔ وہ مودُودی صاحب کا یہ سرٹیفکیٹ سنبھال کر رکھیں۔ تاکہ سند رہے۔

تقسیم سے پہلے تو جتن لاکھ کیے تھے
اور بعد میں بھی زہر بہت تُو نے بکھیرا

(مرتب)

رہ و رسمِ حرم نامحرمانہ!
کلیسا کی ادا سوداگرانہ
تبرّک ہے مرا پیراہنِ چاک
نہیں اہلِ جنوں کا یہ زمانہ!

(اقبالؒ)

سیاسی تضادات

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک الہلال و البلاغ میں مسلمانوں کی فلاح و صلاح اور اسلام کے احیاء کے لیے جو کچھ سپرد قلم کیا۔ پیچھے آنے والوں نے اُس سے رہنمائی حاصل کی۔ کانگریس میں شمولیت کے بعد مولانا مرحوم میں جو ذہنی فکری اور دینی تبدیلیاں ہوئیں ان کی وجہ سے ان کا وہ احترام مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں نہ رہا جو پہلے تھا۔ کیونکہ انجام کار ان کی زندگی نے عملی میدانوں میں خواہ تحریر و تقریر کے ہوں یا غور و فکر کے وہ رُخ اختیار کر لیا جو مسلمانوں کے نزدیک پسندیدہ نہ تھا حتیٰ کہ وہ امام الہند سے راشٹرپتی کہلائے۔ مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے نزدیک ان کا انجام وہ نہ ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔

مسلمانوں کے سوادِ اعظم سے کٹ گیے

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے آریوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف مناظروں کے میدان گرم کر رکھے تھے۔ یہ مسلمانوں کی طرف سے میدان میں کود ے اور برسوں تک احترام کی نگاہوں سے دیکھے گیے جب تک انھوں نے مسیح مثل مسیح مجددیت اور نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مسلمانوں کی جمعیت ان سے بدظن نہیں ہوئی۔ انجام کار ان کے نبوت کے دعوٰی کے بعد مسلمانوں نے انھیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا یہ اپنے آخری کردار کی بدولت مسلمانوں کے سوادِ اعظم سے کٹ گیے۔

قارئین کے دلوں میں سوال پیدا ہوگا کہ آپ تو امیر جماعت مولانا مودودی صاحب کے بارے میں لکھ رہے تھے۔ مندرجہ بالا حضرات کا ذکر کیوں شروع کر دیا۔ قارئین

حضرات کی خدمت میں جو کچھ عرض کرنا ہے میرے لیے ضروری تھا کہ انجام بخیر کے سلسلہ میں ایک دو مثالیں پیش کر کے اصل موضوع کی طرف آؤں۔

موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصہ دوئم میں لفظی مسلمانوں کی حمایت۔

سیاسی تضادات کے سلسلہ میں پہلے حصہ میں مودودی صاحب کی کتاب موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصہ سوئم کے اقتباسات نذر ناظرین کیے ہیں۔ اب آپ یہ حصہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصہ دوئم میں امیر جماعت اسلامی انھیں مردم شماری کے نسلی مسلمانوں کی حمایت اسی انداز سے کر رہے ہیں جس طرح مسلم لیگی قیادت نے کی۔ مودودی صاحب کی فکری ناپختگی اور بے بصری نکھر کر آپ کے سامنے آجائے گی جب آپ دیکھیں گے کہ وہی امیر جماعت اسلامی جو حصہ دوئم میں صحیح لائنوں پر سوچ رہا ہے سوئم میں جا کر راہ راست سے کس طرح بھٹک گیا ہے۔ ایسے آدمی کا انجام دیکھ کر ایک صاحب بصیرت یہی کہہ کر آگے گزر جاتا ہے کہ قدرت جس کی عقل و بصیرت اچک لے تو پھر کون ہے جو ایسے شخص کو فہم و فراست اور علم و دانش بخش سکے۔

عقل کا بگڑا ہوا رخ

عقل کا رخ بگڑا ہوا ہو تو زندگی کے راستے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں انجام بخیر گو چھوٹا سا جملہ ہے لیکن اس میں انسان کی محنتوں کاوشوں اور جہد و کوشش کے نتائج جھلمل جھلمل کرتے نظر آتے ہیں۔ انجام بخیر نہ ہو تو کہیں بھی خیر نہیں ہوتی۔

چونکہ کتاب کا موضوع "تضادات" ہے اس وجہ سے اب ہم ناظرین کی خدمت میں مودودی صاحب کی وہ تحریرات جن کی یہ پچھلے حصہ میں شدت سے تردید کر رہے ہیں، پیش کرتے ہیں۔ آپ جتنی گہرائی میں جا کر ان کی تحریرات کا مطالعہ کریں گے

اُلجھاؤ ہی اُلجھاؤ پائیں گے۔ اسی وجہ سے انھیں پیکرِ تضادات کہنا بھی مناسب خیال کیا گیا۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

پُوری قوم نہ اندھی ہو سکتی ہے نہ بے وقوف

اس بحث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو لوگ "آزادی" کا لفظ زبان سے نکال کر یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان اس نام کو سنتے ہی اُن کی طرف دوڑے چلے آئیں گے اور جب اُن کی توقع پُوری نہیں ہوتی۔ تو مسلمانوں کو بُزدلی اور رجعت پسندی اور سامراج پرستی کے طعنے دیتے ہیں۔ وہ کس خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ ہر قوم میں تھوڑے یا بہت افراد ایسے ضرور نکل آتے ہیں۔ جو اپنے تخیلات و اوہام میں گم ہو کر اپنے قومی مفاد کو بھول جاتے ہیں اور ایسے افراد بھی ضرور پائے جا سکتے ہیں کہ جو دن کی روشنی میں بھی نمایاں حقائق کو نہ دیکھ سکتے ہوں۔ مگر ایک پُوری کی پُوری قوم نہ اندھی ہو سکتی ہے اور نہ بیوقوف۔ وہ کسی آواز پر دوڑنے سے پہلے یہ ضرور دیکھے گی کہ اس کو کس طرف بُلایا جا رہا ہے۔ وُہ محض آزادی کی آواز پر فریفتہ نہیں ہو سکتی بلکہ عین اس کی عقل اور فطرت کا اقتضا ہے۔ کہ اس پکار کی حقیقت پر غور کرے اور یہ تحقیق کرے کہ جس آزادی حاصل کرنے کے لیے جدّ و جہد کر رہے ہیں۔ اس کی نوعیت کیا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ دوئم صفحہ ۳۹)

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

تم سرے سے کوئی قوم ہی نہیں ہو

ان کا پہلا حملہ اسلامی قومیت پر ہے۔ وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم سرے سے کوئی قوم ہی نہیں ہو۔ یہ محض برطانوی سامراج کا ایک داؤں اور چند سامراجی ایجنٹوں

کا پروپیگنڈا ہے جس نے تمہارے دماغ میں یہ ہوا بھر دی ہے کہ تم ایک قوم ہو۔ حالانکہ سیاسی اور معاشی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں صرف ہندوستانی قوم ہی پائی جاتی ہے اور اس قوم کے اندر ایک دوسری قوم کا موجود ہونا سراسر ایک لغو تخیّل ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم صفحہ ۵۰)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

اشتراکی جمعیّت اور اسلامی جمعیت

مارکس کا نعرہ یہ تھا کہ تمام دُنیا کے مزدورو! ایک ہو جاؤ اس کی تعلیم یہ تھی کہ اشتراکی خیال کا آدمی جہاں بھی ہے ایک اشتراکی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ جرمنی کا اشتراکی۔ اٹلی کا کامریڈ (رفیق) ہے اور خود اپنے وطن بلکہ شہر بلکہ محلہ میں رہنے والے بورژوا سے اس کا کوئی رشتہ نہیں۔

اسی تخیّل پر بین الاقوامی اشتراکیت کی بنا رکھی گئی ہے۔ اشتراکی ہونے کی حیثیت سے پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اسی اعتقاد پر یقین رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود اسلامی قومیت پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ یہ قومیت بھی اُسی اُصول پر قائم ہوئی ہے۔ کہ ایک عقیدے اور ایک مقصدِ زندگی اور ایک اُصول اجتماعی کے قائل جہاں کہیں بھی ہوں ایک جماعت ہیں۔ چاہے ان میں بُعد المشرقین ہی کیوں نہ ہوں اور اس کے خلاف مسلک رکھنے والا اگر ہم محلہ کیا معنی ایک دیوار بیچ بھی رہتا ہو تو وہ بہرحال دوسری ہی جماعت کا آدمی ہے۔ ہمارے لیے یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ جو شخص اشتراکی جمعیّت کو سمجھ سکتا ہے اسلامی جمعیّت کو نہیں سمجھ سکتا۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم ص۵۱)

ہمارا نیشنل ٹائپ مضمحل ہو رہا ہے

یہاں مسلمانوں کے اور اُن قوم پرستوں کے مقاصد کا تضاد بالکل نمایاں ہے ہم ان حالات کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ غلامی کی وجہ سے ہمارا نیشنل ٹائپ مضمحل ہو

رہا ہے اور ہمیں آزادی کی ضرورت اس لیے ہے کہ حکومت خوداختیاری کے وسائل سے کام لے کر اپنے نیشنل ٹائپ کو مستحکم کریں۔ مگر یہ حضرات اس امر واقعہ کو کہ ہمارا نیشنل اس قدر مضمحل ہو چکا ہے اس بات کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ سرے سے ہمارا نیشنل ٹائپ ہے ہی نہیں۔ اور ہمیں اب اس نمونے کے مطابق ڈھلنے پر راضی ہو جانا چاہیئے جو اُن کے پیش نظر ہے۔ (حصّہ دوئم صفحہ ۵۳)

دیکھئے یہاں مودودی صاحب مسلمانوں کے نیشنل ٹائپ کے کس قدر زبردست محافظ ہیں لیکن جب مسلم لیگی قائدین یہی بات کہتے تھے تو امیر جماعت اسلامی موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم میں انہی مسلمانوں کو مردم شماری کے نسلی مسلمان کہہ کر یہ بھی فرما جاتے ہیں کہ یہ لوگ دین سے بے بہرہ قیادت (یعنی مسلم لیگی قیادت) کے زیر اثر اپنا الگ وجود باقی رکھیں یا کفار میں ضم ہو جائیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں یہ تضاد قارئین زیر نظر رکھیں۔ (مرتّب)

اسلامی قومیّت اور ہندوستانی قومیّت

پنڈت جی کو خوب معلوم ہے کہ مسلمانوں کے ہو شمند لوگ جو اسلام سے واقف ہیں جن میں اپنی قومیت کا شعور پوری طرح موجود ہے جو اپنی قومی تہذیب کو ہر چیز سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں وہ تو قیامت تک اس پوزیشن کو قبول کرنے پر راضی نہ ہوں گے۔ ان کے لیے قطعی ناممکن ہے کہ اسلامی قومیت کو چھوڑ کر ہندوستانی قومیت میں اپنے آپ کو ضم کر دیں۔ اور ان کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ اس تہذیب کو خیر باد کہہ دیں جیسے وہ اس گئی گذری حالت میں اپنی عزیز ترین متاع سمجھتے ہیں۔ قومیت کو چھوڑنا، تہذیب سے دست بردار ہونا۔ جدید ہندی قومیت اور اشتراکی تہذیب و تمدن میں جذب ہو جانا یہ تو بہت دُور کی چیزیں ہیں۔ مسلمانوں کے اس گروہ سے تو اُلٹا یہ خطرہ ہے کہ ہندوستان کے آزاد نظام حکومت میں وہ اپنی قومیت اور اپنی تہذیب کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم

کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اس غرض کے لیے حکومت کے اقتدار میں برابر کی شرکت حاصل کرنا چاہیئے گا۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۵۵ و ۵۶)

یہاں تو یہ بات نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ "اسلامی قومیت" کا تحفظ مسلمان ہوشمند ضروری سمجھتے ہیں جن میں اپنی قومیت کا شعور ہے وہ کسی بھی قیمت پر اپنا وجود ختم کرنے کے لیے تیار نہیں (مرتب)

اسلامی تہذیب کے بارے میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

ان کے اندر اسلامی ذہنیت کی رُوح موجود ہے

اس پر زندگی کے تمام معاملات کو قیاس کر لیجیے۔ عرب، ہندوستان، ایران، ترکستان اور شمالی افریقہ کے تمدنوں میں بظاہر خواہ کتنا ہی فرق ہو بہر حال جب تک ان کے اندر اسلامی ذہنیت کی رُوح موجود ہے اور جب تک یہ شریعت اسلامی کے ضابطہ میں رہیں گے ان پر یکساں اسلامی تمدن کا اطلاق ہوگا۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۶۹ و ۷۰)

مودودی صاحب رقمطراز ہیں :۔

ایک پُوری قوم کے نقطۂ نظر کی اس قدر غلط ترجمانی

ایک پُوری قوم کے نقطۂ نظر کی اس قدر غلط ترجمانی اور اتنی جسارت کے ساتھ شاید یورپ کے سیاسی بازیگروں سے بھی بن نہ آئی۔ یہ ہمارے ہم وطن اور ہم قوم اس معاملہ میں ان سے بازی لے گیے ان کو اگر معلوم نہیں ہے تو ہم انھیں بتانا چاہتے ہیں کہ ہم اُس تمدن کی حفاظت کے لیے نہیں اُٹھے ہیں جو کسی زمانہ میں حکمران طبقہ کے رجحانات سے پیدا ہوا تھا بلکہ اُلٹے اٹھے ہیں کہ ہماری قوم کا تمدنی ارتقاء قرآنی تہذیب کے راستہ سے منحرف نہ ہونے پائے ہمیں دلّی اور لکھنؤ کی ٹکسالی اُردو کو بچانے کی فکر نہیں ہے بلکہ اس ذہن کو اسلامی ذہن رکھنے کی فکر ہے جس نے اپنی شخصیت ظاہر کرنے کے لیے اس

زبان کو وسیلہ بنایا ہے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ دوئم صفحہ ۷۰)

آگے چل کر صفحہ نمبر ۸، پر لکھتے ہیں:۔

اسلامی قومیّت پر حملہ

اس غرض کے لیے وہ سب سے پہلے اسلامی قومیت پر حملہ کرتے ہیں کیوں کہ جب تک مسلمانوں کے ذہن میں یہ خیال موجود ہے کہ پیروان اسلام ایک قوم ہیں اور منکرین اسلام دوسری قوم اس وقت تک آٹھ کروڑ کی اس عظیم الشان آبادی کا ہندوستانی قومیّت میں تحلیل ہوجانا محال ہے۔ اسی لیے تمام قوم پرست یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ "مسلمان" کسی قوم کا نام نہیں ہے اور اسی لیے ان کی تعلیم یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے آپ کو "مسلم" کہنے کے بجائے "ہندی" کہیں۔

آگے چل کر مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

نظام اجتماعی پر حملہ

ان کا تیسرا حملہ اسلام کے نظام اجتماعی پر ہے مسلمانوں میں اشتراکیت کی تبلیغ جو کی جارہی ہے اس کا مقصد دراصل یہی ہے کہ صرف اسی ذریعہ سے اسلامی سوسائٹی کے نظام کو پارہ پارہ کیا جاسکتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت کے افراد کو ایک دوسرے سے الگ کر کے فرداً فرداً "غیر مسلم" آبادی میں جذب کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے۔ (حصّہ دوئم صفحہ ۷۹)

اسلام سے گہری محبّت وعقیدت

یہ خوب جانتے ہیں کہ عام مسلمان خواہ کتنے ہی جاہل ہوں مگر پھر بھی انھیں اسلام سے گہری محبّت وعقیدت ہے اور کوئی شخص اپنی جان کو خطرے میں ڈالے بغیر ان سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم اسلام چھوڑ دو اس لیے ان میں علانیہ الحاد و بے دینی کی تبلیغ کرنا کسی طرح ممکن نہیں البتہ اگر ان کے سامنے "روٹی" پیش کی جائے اور اس میں بے دینی کو لپیٹ

کر رکھ دیا جائے تو یہ بھوک کے مارے ہوئے غریب لوگ لپک کر اسے لے لیں گے۔

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم صفحہ ۸۳ پر رقمطراز ہیں :۔

اسلامی سوسائٹی پارہ پارہ ہوتی چلی جائے گی۔

اس تبلیغ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ جوں جوں یہ خیالات مسلمانوں کے دلوں میں گھر کریں گے۔ اسلامی سوسائٹی پارہ پارہ ہوتی چلی جائے گی۔ اسلام میں سوسائٹی کا نظام دین کی وحدت پر قائم ہے۔ تمام وہ لوگ جو توحید اور رسالت محمدیؐ کے قائل ہیں۔ ایک ہی ہیئت اجتماعی میں شامل ہو جاتے ہیں۔

یہاں مودودی صاحب پنڈت نہرو کے ان سیاسی اشتراکی ہتھکنڈوں کے متعلق بتا رہے ہیں کہ وہ کن کن گوشوں سے "مسلم قومیت" کو پارہ پارہ کرنے کے لیے حملہ آور ہونا چاہتا ہے انہی پیدائشی اور مردم شماری کے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے کس قدر بے قرار نظر آتے ہیں۔ (مرتب)

آخری اور فیصلہ کن نتیجہ

اس آخری اور فیصلہ کن نتیجہ یہ ہوگا کہ عامۃ المسلمین جب اسلامی قومیت کے تخیل سے خالی الذہن ہو کر فرد فرد بن جائیں گے اور جب وہ اسلامی تہذیب و تمدن کو ایک لفظ بے معنی سمجھ کر اس غیر اسلامی تہذیب و تمدن کو قبول کرتے چلے جائیں گے جو زمانے کے شدید انقلاب انگیز تقاضوں سے پیدا ہو رہا ہے اور جب تعلیم یافتہ متوسط طبقہ کے مسلمانوں سے کٹ کر وہ اپنے معاشی طبقہ کے غیر مسلموں میں جا ملیں گے تو خود بخود ان کی شدھی ہو جائے گی اور وہ آہستہ آہستہ غیر اسلامی قومیت میں اس طرح جذب ہو جائیں گے جیسے نمک کی ڈلی پانی میں گھل گھل کر آخر غائب ہو جاتی ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم صفحہ ۸۴)

صفحہ نمبر ۸۵ پر رقمطراز ہیں :۔

جبتک مسلمان قوم کا وجود کلیتہً ہندوستانی قومیت میں تحلیل نہ ہو جائے۔

ملک کی آبادی کو ایک قوم نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ مسلمان قوم کا وجود کلیتہً ہندوستانی قومیت میں تحلیل نہ ہو جائے۔ لا محالہ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حصولِ آزادی کے اس طریقہ کو اختیار کرنے سے مسلمان قوم پہلے ختم ہوگی اور آزادی اس کے بعد حاصل ہوگی۔ اب میں علمائے دین اور مفتیانِ اُمّت سے اور ہر اُس مسلمان سے جو اسلام اور قوم پرستی کا بیک وقت دم بھرتا ہے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اسلام اور قوم پرستی صریحًا ایک دُوسرے کی ضد نہیں ہیں اور کیا اس طریقہ سے آزادی حاصل کرنا قرآن، حدیث، عقل غرض کسی چیز کی رُو سے بھی مسلمانوں کا فرض ہے۔ بلکہ فرض کیا معنی میں پُوچھتا ہُوں کہ آزادی کے لیے خُودکشی کا یہ طریقہ اختیار کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز بھی ہے؟ اور کیا اس طریقہ سے آزادی کی جنگ لڑنے والوں کے ساتھ موالات کرنا صریح تعلیماتِ قرآنی کے خلاف نہیں ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

جس کو ہندوستان کی ۱/۴ آبادی کسی طرح قبول کر ہی نہیں سکتی

طرفہ ماجرا یہ ہے کہ وُہی جواہر لعل اور وُہی ان کے قوم پرست ساتھی جنھوں نے حُصولِ آزادی کے اس طریقہ کو کھلم کھلا اختیار کیا ہے ہم مسلمانوں کو آزادی کی مخالفت اور سامراج پرستی کا طعنہ بھی دے رہے ہیں کیونکہ ہم اپنی قبر کھودنے میں ان کا ہاتھ بٹانے سے انکار کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت آزادی کے دشمن اور سامراج پرستی کے مجرم وہ خُود ہیں۔ اُنھوں نے خود ہی آزادی حاصل کرنے اور سامراج سے لڑنے کا وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس کو ہندوستان کی ۱/۴ آبادی کسی طرح قبول کر ہی نہیں سکتی۔ اس غلط اور احمقانہ طریقہ سے وُہ خود ملک کی آزادی کو دُور پھینک رہے ہیں اور سامراج کی مدد کر رہے ہیں اور پھر طعنہ ہم کو دیتے ہیں کہ تم آزادی کی جنگ سے الگ رہ کر

برطانوی سامراج کو مدد دے رہے ہو۔ اگر ان کے پاس عقل ہے تو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ کوئی جماعت اپنے جماعتی وجود کو فنا کرنے کے لیے آزادی نہیں چاہا کرتی اور نہیں چاہ سکتی۔

آزادی کی ضرورت قومی زندگی کے لیے ہوتی ہے

آزادی کی ضرورت قومی زندگی کے لیے ہوتی ہے نہ کہ قومی موت کے لیے لہٰذا آزادی کی خاطر ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے مگر قومی زندگی قربان نہیں کی جا سکتی۔ تم جب کسی قوم کے سامنے آزادی کا وہ راستہ پیش کرتے ہو جس میں اس کی قومیت کی موت ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم خود اس کو مجبور کر رہے ہو کہ وہ تمہاری تحریک آزادی سے لڑے۔ اس کا یہ لڑنا عین اقتضائے فطرت ہے۔ خواہ دنیا کی کوئی قوم بھی ہو ایسی حالت میں بہرحال لڑے گی اور اگر اس لڑنے کا نتیجہ ہو کہ بیرونی اقتدار کو اس سے فائدہ پہنچے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرے گی اس لیے کہ بیرونی اقتدار کا نقصان بھی زیادہ سے زیادہ وہی ہو سکتا ہے جو اس نام نہاد تحریک آزادی کا ہے یعنی اس کی قومیت کی موت پھر ایک موت اور دوسری موت میں آخر وجہ ترجیح کیا ہے؟

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۸۶ و ۸۷)

عددی حیثیت تسلیم کی جا رہی ہے

دیکھئے مندرجہ بالا سطور میں مودودی صاحب مسلمانوں کی عددی حیثیت یعنی (۱/۴ آبادی) کو اسی انداز میں پیش کر رہے ہیں جسے مسلم لیگی قیادت پیش کرتی تھی اور حصہ سوئم میں امیر جماعت اسلامی اس قوم کے وجود کا کچھ فرق ہی نہیں سمجھتے۔ (مرتب)

ان کے درمیان کتنا بڑا اور گہرا تفاوت ہے

پنڈت جواہر لعل نہرو دیہاتی ہندوؤں اور مسلمانوں کو کچھ ایک جیسے لباس پہنتے دیکھ کر اور معیشت کے میدان میں ایک ساتھ محنت مزدوری کرتے دیکھ کر حکم لگا سکتے ہیں کہ یہ ایک قوم ہیں وہ ہندوستان میں پیدا تو بے شک ہوئے ہیں مگر ان کا

دماغ انگلستان میں بنا ہے اور اس پر رُوسی وارنش تازہ تازہ چڑھا ہے اس لیے وہ رات دن ہندوستانیوں میں رہ کر بھی ان کو صرف اُوپر سے اور باہر سے ہی دیکھ سکتے ہیں جس طرح کوئی امریکن سیاح دیکھ لیتا ہے وہ ان کے دل میں اُتر کر اور ان کی زندگی میں گھس کر نہیں دیکھ سکتے۔ کہ ان کے درمیان کتنا بڑا اور گہرا تفاوت ہے۔ دونوں قوموں کے جذبات و احساسات ایک دوسرے سے اس قدر مختلف بلکہ باہم متصادم ہیں کہ ہندو جس چیز کو الٰہی تقدیس و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے مسلمان اس کو شوق سے کھاتا ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

آڑھت کے کاروبار میں مسلمانوں کا گھسنا قریب قریب ناممکن کردیا گیا ہے

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو پیشے مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے ان کے لیے ہندو تیار کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں سے کام نہ لینا پڑے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آڑھت کے کاروبار میں مسلمانوں کا گھسنا قریب قریب ناممکن کردیا گیا ہے اور اگر کوئی مسلمان آڑھتیہ منڈی میں آتا ہے تو پوری ہندو برادری اس کا دیوالہ نکلوانے کے لیے متحد ہوجاتی ہے۔ پھر کیا اسی سارے ہندوستان نے یہ نہیں دیکھا کہ پنجاب کے جدید زرعی قوانین پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے معاشی مفاد صریحاً ایک دوسرے کی ضد نکلے؟

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

وزارت سے معزول

مسٹر شریف وزیر صوبہ متوسط کا واقعہ ابھی سب کے حافظہ میں موجود ہے اُنھوں نے ایک ایسے مسلمان کو رہا کردیا تھا جسے ایک ہندو لڑکی کے ساتھ زنا کرنے کے الزام میں عدالت سے سزا ہوئی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں کانگریس ہائی کمانڈ نے ان کو وزارت سے معزول کردیا۔

ہندو وزارت نے حکماً رہا کر دیا

مگر فسادات جبل پور کے سلسلہ میں جو ہندو ملزمین چار مسلمانوں کے قتل کے الزام میں ماخوذ تھے ان کو سی پی کی ہندو وزارت نے حکماً رہا کر دیا اور اس پر ڈسپلن کے ان دیوتاؤں کو جن سے ہائی کمانڈ مرکب ہے کسی باز پرس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

آگے رقمطراز ہیں:۔

جنگ آزادی

اب ہر شخص خود دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس "جنگ آزادی" کی منزل مقصود مسلمانوں کے قومی مفاد بلکہ ان کی قومی ہستی ہی سے منافات کی نسبت رکھتی ہو اس میں کوئی مسلمان کس طرح حصہ لے سکتا ہے۔ مسلمانوں کو آخر اتنا بیوقوف کیوں فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ اس نوعیت کے اسٹیٹ کو خود اپنے سر پر مسلط کرنے کے لیے جنگ کریں گے؟ کہیں وہ لوگ خود ہی عقل باختہ و ہوش ربودہ نہیں ہو گئے ہیں جو ایک قوم سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی قبر آپ کھودنے میں جانفشانی دکھائے گی۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸)

قارئین اندازہ فرما چکے ہوں گے کہ یہ وہی دلائل ہیں جو مسلم لیگی قیادت کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے جو امیر جماعت اسلامی پیش کر رہے ہیں۔ (مرتب)

صفحہ ۱۳۴ پر فرماتے ہیں:۔

اپنا نظام تعلیم خود بنائیں

اپنا نظام تعلیم ہم خود بنائیں اپنی تہذیب و تمدن کے مسخ شدہ نظام کو ہم خود اپنی طاقت سے درست کر سکیں۔ اگر یہ نہیں تو ہمارے لیے یکساں ہے چاہے حکومت باہر کے کفار کی ہو یا گھر کے کفار کی۔

آگے چلئے:۔

ماتم کا مقام ہے

ماتم کا مقام ہے کہ کانگریس کی طرف سے اس جلیل القدر خدمت کا بیڑا ہماری قوم کے ایک شخص نے اٹھایا اور اس سے بڑھ کر ماتم کا مقام یہ ہے کہ یہ شخص وہ تھا جس سے ہم شیخ احمد مجدد سرہندی اور شاہ اسمٰعیل شہید کی جانشینی کے متوقع تھے جو کبھی اسلامی نظام جماعت کا سب سے بڑا داعی تھا۔ جس نے برسوں مسلمانوں کو وحدت و مرکزیت کی دعوت دی۔ (حصہ دوئم صفحہ ۱۵۹)

یہ مودودی صاحب مسلم ماس کانٹیکٹ کے بارے میں لکھتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ مندرجہ بالا سطور میں امیر جماعت اسلامی کا اشارہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی طرف ہے جنھوں نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک جو کچھ تحریر کیا ہے وہ عین اسلامی احساسات تھے لیکن بعد میں کانگریس میں چلے جانے کے بعد مولانا مرحوم میں خیالات و افکار کے بارے میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مودودی صاحب جو کچھ حصہ دوئم میں تحریر کر رہے ہیں۔ موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم میں بالکل اس کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک انجام کار یہ دونوں غلط راہوں پر بھٹک گئے۔ (مرتب)

سرحد کا وزیر اعظم

سرحد کا وزیر اعظم ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے وعدہ کرتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کی ریڈرس مسلمان بچوں کو بھی نہ پڑھائی جائیں گی اور ایک ہندو کے معاوضہ میں قبائل کے دس مسلمانوں کو پکڑا جائے گا اور اس نیازمندی پر بھی یہ حال ہے کہ وزیر اعظم صاحب اگر ایک مسلمان ملزم کو الزام سے بری پا کر ملازمت پر بحال کر دیتے ہیں۔ تو ہندو مہا سبھا ان کے خلاف شورِ محشر برپا کر دیتی ہے اور کانگریس ہائی کمانڈ اس کی بازپرس کے لیے وزیر صاحب کو بمبئی کھینچ بلاتی ہے اس کے بعد بھی جو شخص نہ دیکھ سکے کہ یہ سڑک سیدھی ہندو

راج کو جاری ہے۔ اس کے حق میں بس یہی دعا کرنی چاہیئے کہ خدا اسے آنکھیں دے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ دوئم صفحہ ۱۶۱)

واردھا سکیم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اسلامی قومیت کا شعور

اُن کے نصاب میں کونسی چیز ہے جو کسی مسلمان بچّے میں اسلامی قومیت کا شعور پیدا کرتی ہو یا پیدا کرنا تو در کنار اس کو کم از کم باقی ہی رکھتی ہو اور اگر ان کی پالیسی دوسری ہے۔ تو وہ صاف صاف اس بات کا اقرار کیوں نہیں کرتے کہ ہم اسلامی قومیت کا شعور مٹا کر ہندوستانی قومیّت کا شعور پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ (حصّہ دوئم صفحہ ۱۶۸)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

بندے ماترم سے مدرسہ شروع ہوتا ہے

روزانہ بندے ماترم سے مدرسہ شروع ہوتا ہے اور مسلمان طلبہ کو مجبور کیا جاتا ہے یا اگر مجبور نہیں تو تربیت سے ایسا بنایا جاتا ہے کہ پرارتھنا کے انداز میں ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر کھڑے ہوں۔ یہ ہے وہ مدرسہ جس میں "قومی تہذیب کے نشوونما پر جناب مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ نے اظہار مسرّت فرمایا ہے اور جس کا افتتاح مہاتما گاندھی کی "برکتوں" کے ساتھ ہوا ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ دوئم صفحہ ۱۷۹)

مُسلمان کا ٹھپّہ

مسلمان کا ٹھپّہ جب تک تمہارے اُوپر لگا رہے گا اس وقت تک اکثریت کی حکومت میں تمہارے ساتھ امتیازی برتاؤ بہر حال ہو گا خواہ تم ایک سو ایک فیصدی نیشلسٹ بن جاؤ۔ تمہارا نام ہر جگہ تمہاری راہ میں حائل ہو گا ہر ذمّہ داری کا منصب تمہیں دیتے ہُوئے اکثریت جھجکے گی۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ دوئم صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴)

ناظرین دیکھیں کہ نام ہی کی اہمیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے جس کی حصہ سوئم میں مخالفت کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی آپے سے باہر ہوئے ہیں (مرتب)

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

آٹھ کروڑ مسلمانوں کی قوم رفتہ رفتہ مرتد ہو جائے

اس تحریک کی کامیابی اور ہندوستان کی مسلمان قوم کا ارتداد لازم و ملزوم ہیں اس کا مآل یہ ہے کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کی عظیم الشان قوم رفتہ رفتہ مرتد ہو جائے اور اس کی آئندہ نسل سے مادہ پرست دہریے پیدا ہوں جن کے عقاید اخلاق اور عمل میں اسلامیت کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔ اس نتیجہ کو سامنے رکھ کر کوئی شخص جو علم دین سے ذرہ برابر بھی بہرہ رکھتا ہو یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ دنیائے اسلام کی آزادی کے لیے یہ قربانی دینا بھی جائز ہے۔ اگر محض جان و مال کی قربانی کا سوال ہوتا تو پروانہ تھی ہم کھلے دل کے ساتھ کہتے کہ اس سرزمین کا ایک ایک مسلمان اس مقصد کے لیے کٹ مرے۔ حتٰی کہ ایک بچّہ بھی زندہ نہ رہے لیکن یہاں سوال دین و اخلاق کی قربانی کا ہے۔ یہاں یہ قربانی دینی پڑتی ہے کہ ہماری نسلیں باقی رہیں مگر مسلمان نہ رہیں تو یہ قربانی دنیا کی کسی بڑی سے بڑی اور مقدس سے مقدس چیز حتٰی کہ بیت اللہ اور گنبدِ خضرا کے لیے بھی نہیں دی جا سکتی۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷)

یہ قربانی تو بیت اللہ اور گنبد خضرا کے لیے بھی نہیں دی جا سکتی ؟

ہمیں مودودی صاحب کی اس تحریر سے تو اختلاف ہے کہ بیت اللہ اور گنبد خضرا کے لیے بھی وہ یہ قربانی نہیں دینا چاہتے کہ ہماری نسلیں باقی نہ رہیں عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضور ختم المرتبی فداہ ابی و امی کے روضہ اقدس اور بیت اللہ کی بقا کے لیے تو امتِ محمدیہ کا بچہ بچہ کٹ مرنے کو سعادت سمجھے گا۔

البتہ مسلم لیگی قیادت نے یہی کچھ کیا ہے۔ کہ مسلم قومیت کا نام باقی رہے تاکہ کسی وقت بھی یہ عاصیوں اور گنہگاروں کی جمعیت رسول اکرمؐ کے لائے ہوئے ضابطۂ حیات کو انسانیت کی فلاح و فوز کے لیے پاکستان میں قانونی طور پر متشکل کر کے دُنیا بھر انسانوں کو امن کا پیغام دے سکیں

تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا افسوں
اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم

مکہ نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیّتِ اقوام یا جمعیّتِ آدم

بیت اللہ شریف اور حضور صلعم کا روضۂ اقدس مسلمانوں کو دل و جان سے عزیز ہیں مسلمان ان مقدس و متبرک چیزوں کے لیے سر کٹانا باعث فخر سمجھیں گے۔ ان کے عدم وجود کے بعد مسلمان کا وجود کیا معنی رکھتا ہے۔ (مرتّب)

تعمیرِ ذہنیت

تعلیم کا مسئلہ تحقیق مقصدِ حیات، تعمیرِ ذہنیت، تشکیل اخلاق، تصویرِ عادات اور فی الجملہ اس نیشنل ٹائپ کی پرورش کے ساتھ لازمی طور پر جڑا ہوا ہے جیسے ایک قوم اپنے اسلاف سے پاتی ہے اور اپنی آئندہ نسلوں میں ترقی کے ساتھ برقرار رکھنا چاہتی ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

نیشنل ٹائپ کا تسلسل

یہ سب کچھ ہم اپنے نیشنل ٹائپ کا تسلسل قائم رکھنے کے ساتھ چاہیں گے نہ یہ کہ ہمارا نیشنل ٹائپ ان کے ٹائپ میں گم ہو جائے یا دونوں گڈ مڈ ہو کر کسی برہمو سماجی یا کبیر پنتھی وضع کے ٹائپ میں تبدیل ہو جائیں۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوم صفحہ ۲۰۷)

ناظرین توجہ فرمائیں کہ اسی نیشنل ٹائپ کو قائم رکھنا کتنا ضروری سمجھا جا رہا ہے جس کی مخالفت موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش میں پوری قوت کے ساتھ کی جا رہی ہے۔

کیونکہ اس کتاب میں ہمارا مقصود امیر جماعت اسلامی کی تضاد بیانیاں ظاہر کرنا ہے

اب ہم آپ کو مندرجہ بالا سطور سے بالکل متضاد تحریرات۔ بالکل مخالف اور مودودی صاحب کی فیکٹری میں ڈھلی ہوئی تضادات کی مصنوعات پیش کریں گے۔ یہ انصاف کرنا قارئین کا کام ہے کہ ایسے شخص کو جس کا فکر اس قسم کے ہچکولوں اور تضاد بیانی کے طوفانوں کی یوں نذر ہو رہا ہو مفکر اسلام یا مفسر قرآن کہا جاسکتا ہے؟ یا مسلم قوم کی تقدیر ایسے ہاتھوں میں سونپی جاسکتی ہے؟ (مرتب)

اُلٹے بانس بریلی کو

قومی مفاد کا عجیب تصوّر

اسی جاہلیت کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ آپ کے اندر قومی مفاد کا ایک عجیب تصوّر پیدا ہو گیا ہے اور آپ اس کو بے تکلف "اسلامی مفاد" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ نام نہاد اسلامی مفاد یا قومی مفاد کیا چیز ہے؟ یہ کہ جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کا بھلا ہو ان کے پاس دولت آئے۔ ان کی عزت بڑھے۔ ان کو اقتدار نصیب ہو اور کسی نہ کسی طرح ان کی دنیا بن جائے۔ بلا لحاظ اس کے یہ سب فائدے اسلامی نظریہ اور اسلامی اصول کی پیروی کرتے ہوئے حاصل ہوں یا خلاف ورزی کرتے ہوئے۔

پیدائشی مسلمان اور خاندانی مسلمان

پیدائشی مسلمان یا خاندانی مسلمان کو آپ "مسلمان" کہتے ہیں چاہے اس کے خیالات اور اس کے طرز عمل میں اسلام کی صفت کہیں ڈھونڈے سے نہ ملتی ہو گویا آپ کے نزدیک مسلمان رُوح کا نام نہیں بلکہ جسم کا نام ہے اور صفتِ اسلام سے قطع نظر کر کے بھی ایک شخص کو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اس غلط تصوّر کے ساتھ جن جسموں کا اسم ذات آپ نے مسلمان رکھ چھوڑا ہے۔ ان کی حکومت کو آپ اسلامی حکومت۔ ان کی ترقی کو آپ اسلام کی ترقی۔ ان کے فائدے کو آپ اسلامی مفاد قرار دیتے ہیں۔ خواہ یہ حکومت اور یہ ترقی اور یہ مفاد سراسر اُصول اسلام کے منافی ہی کیوں نہ ہو۔

(تفہیمات صفحہ ۱۲۱)

روشن اور واضح تضاد

جناب مفکرِ اعظم امیر و امام جماعت اسلامی موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم میں جن پیدا کشی۔ نسلی اور صرف نام کے مسلمانوں کے تحفظ و بقا کو عین ضروری قرار دے رہے ہیں اب تفہیمات میں مخالفت کتنا واضح۔ روشن اور بین تضاد ہے یہی کہنے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی (مرتب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

اسلام اور مسلمان کی اصطلاح کا بے جا استعمال

کیا سرمایہ دارانہ حکومت کو کبھی آپ اشتراکی حکومت کہتے ہیں؟ کیا فاشستی طرز ادارہ کو جمہوری طرز ادارہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں؟ اگر کوئی شخص اس طرح اصطلاحوں کو بیجا استعمال کرے تو آپ شاید اُسے جاہل اور بیوقوف کہتے ہیں۔ ذرا تامل نہیں کریں گے مگر یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان کی اصطلاح کو بالکل بے جا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس میں کسی کو جاہلیت کی بُو تک محسوس نہیں ہوتی۔ (تفہیمات صفحہ ۱۲۲)

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم میں جناب مودودی صاحب ان اصطلاحات کو کس انداز میں پیش کرتے آئے ہیں اور خود ہی اب ان میں جاہلیت کی بُو محسوس کر رہے ہیں اور خود ہی جاہل اور بیوقوف ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ (مرتب)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :۔

ٹیڑھا زاویۂ نظر

یہی ٹیڑھا زاویۂ نظر آپ نے اپنی ملی سیاست میں بھی اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام کے اُصول و نظریات اور اس کے مشن سے قطع نظر کر کے آپ ایک قوم کو "مسلم قوم"

کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اُس قوم کی طرف سے (یا اس کے نام سے) یا اُس کے لیے ہر شخص اور ہر گروہ من مانیاں کارروائیاں کر سکتا ہے۔

آپ کے نزدیک ہر وہ شخص مسلمانوں کا نمائندہ بلکہ ان کا لیڈر بن سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کی "قوم" سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ اس غریب کو اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ آپ ہر اُس پارٹی کے ساتھ لگ چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں جس کی پیروی میں آپ کو کسی نوعیت کا فائدہ نظر آئے۔ خواہ اس کا مشن اسلام کے مشن سے کتنا ہی مختلف ہو۔ آپ خوش ہو جاتے ہیں جب مسلمانوں کو چار روٹیاں ملنے کا کوئی انتظام ہو جائے خواہ اسلام کی نگاہ میں وہ حرام کی روٹیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ پھولے نہیں سماتے جب کسی جگہ مسلمان آپ کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ (ترجمان القرآن اپریل ۱۹۳۹ء)

آگے چلئے۔ امیر و امام جماعت اسلامی رقمطراز ہیں :۔

تاریخی قومیّت کا جاہلی تصوّر

مدّتوں سے غیر اسلامی تعلیم و تربیت پاتے رہنے اور غیر اسلامی ماحول میں زندگی گذارنے کی وجہ سے ان کے اندر "تاریخی قومیّت" کا جاہلی تصوّر پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کو بھول گیے ہیں کہ ہماری اصل حیثیت ایک ایسی جماعت کی تھی جو دُنیا میں عالمگیر انقلاب برپا کرنے کے لیے وجود میں آئی تھی۔

آگے اسی صفحہ پر رقمطراز ہیں:۔

مسلمانوں کا مفاد

اب ان کی مجلسوں اور انجمنوں میں ان کی کانفرنسوں اور جمعیتوں میں ان کے اخباروں اور رسالوں میں کہیں بھی ان کی اجتماعی زندگی کے اس مشن کا ذکر نہیں آتا جس کے لیے ان کو دُنیا بھر کی قوموں سے نکال کر ایک اُمّت بنا دیا گیا تھا۔ اس مشن کے بجائے جو چیز ان کی تمام توجہات کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ وہ "مسلمانوں کا مفاد" ہے۔ مسلمانوں

سے مُراد وہ سب لوگ ہیں جو مسلمان ماں باپ کی نسل سے پیدا ہوئے ہوں اور مفاد سے مراد ان نسلی مسلمانوں کا مادی و سیاسی مفاد ہے یا بدرجۂ آخر اس کلچر کا تحفظ ہے جو ان کو آبائی ورثہ میں ملا ہے۔ (تفہیمات صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹)

مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ ہم ایک ہی ماحول کے پروردہ۔ ایک ہی جیسی کمزوریوں کے مرتکب گنہگاروں اور خطار کار مسلمانوں کی جمعیت ہیں۔ اگر یہ نسلی مسلمان بھی نہ ہوتے تو اسلام کا نام بھی کون لیتا کیا اسپین میں جہاں نسلی مسلمان مٹ چکے ہیں اس انداز میں اسلام کا نام لیا جا سکتا ہے جس طرح پاکستان میں لیا جاتا ہے یہ کج فہمی اور کم نظری بلکہ دلیل کم نظری ہے کاش امیر جماعت اسلامی خود فریبی کا شکار نہ ہوتے اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے ارشادات و نظریات سمجھنے کی کوشش کرتے۔ دُور رس نگاہ خدا کی دین ہے ہر ایک کو نصیب کہاں

خُدا کی دین ہے جیسے دے۔ (اقبالؒ) (مرتب)

نوٹ مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش یعنی

اسلامی ہند کی گذشتہ تاریخ موجودہ حالت اور مستقبل کے امکانات پر ایک تبصرہ

مُصنفہ سید ابو الاعلیٰ مودودی ایڈیٹر ترجمان القرآن

دار الاسلام نزد پٹھان کوٹ (پنجاب)

ثنائی برقی پریس ہال بازار امرت سر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر چھپا اور سید محمد شاہ ایم اے پبلشر نے دفتر "پیغام حق" دار الاسلام جمال پور تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور سے شائع کیا

یہ غالباً موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش کا پہلا حصّہ ہے۔ اندر سے فروری ۱۹۳۸ء کا پتہ چلتا ہے۔ باہر کوئی تاریخ اشاعت نہیں مل سکی۔

چونکہ اب امیر جماعت اسلامی مودودی صاحب کے کچھ اقتباسات اس

کتاب سے دئے جارہے ہیں لہٰذا اس کا حوالہ دینا ضروری سمجھا گیا ہے۔(مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش صفحہ نمبر ۱۹ پر آنے والا انقلاب اور مسلمان کے تحت قومی انتشار کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں سے قومیت کا احساس مٹتا جارہا ہے

خود غرضی، انفرادیت اور نفس پرستی کے غلبہ کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے قومیت کا احساس مٹتا جارہا ہے۔ان کی اجتماعی طاقت فنا ہورہی ہے پندرہ سال سے ان کے اندر سخت انتشار برپا ہے۔ان کی کوئی قومی پالیسی نہیں۔کوئی اجتماعی ہیئت نہیں کوئی ایک شخص نہیں جوان کا لیڈر ہو کوئی ایک جماعت نہیں جوان کی نمائندہ ہو۔کسی بڑی سے بڑی قومی مصیبت پر بھی وہ جمع نہیں ہوسکتے۔ایک بن سری فوج ہے جو راس کماری سے پشاور تک پھیلی ہوئی ہے۔ایک ریوڑ ہے جس میں کوئی نظم نہیں۔ایک بھیڑ ہے جس میں کوئی رابطہ نہیں۔ہر فرد آپ ہی اپنا لیڈر اور اپنا پیرو ہے۔انجمنیں اور جمعیتیں ہزاروں ہیں۔مگر حال یہ ہے کہ ایک ہی انجمن کے ارکان باہم برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

ایک منظّم جماعت کی کامیابیوں سے وہ مرعوب ہوگئے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کا اقتدار بہت جلد انگریز کے ہاتھ سے منتقل ہو کر اس نئی جماعت کے ہاتھ میں آنے والا ہے۔لہٰذا اب وہ سمت قبلہ بدلنے کی تیاریاں کررہے ہیں۔ان سجدوں کا رُخ وائسریگل لاج سے ہٹ کر آنند بھون کی طرف پھرنے لگا ہے۔اور آج نہیں تو کل پھر کررہے گا۔

آنے والے انقلاب کی نوعیّت

کے عنوان سے رقمطراز ہیں:۔

اب جو جماعت برسرِاقتدار آرہی ہے وہ ملک کی آبادی کا سوادِ اعظم ہے۔گذشتہ ڈھائی سو برس میں مسلمانوں نے جو زنانہ خصوصیات اپنے اندر پیدا کی ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر

اندازہ کیجئے کہ اس قوم کو جدید ہندی قومیت میں جذب ہونے کتنی دیر لگے گی۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اول صفحہ ۲۰ و ۲۱)

منتشر بھیڑ اور بے مقصد قوم

جب اس ریوڑ۔ منتشر بھیڑ اور بے مقصد قوم کو مسلم لیگی قیادت نے ایک جھنڈے کے تلے جمع کیا اور ان کے سامنے پروگرام حیات رکھا اور اس کے سوادِ اعظم نے قائد اعظمؒ کی قیادت میں حصول پاکستان کی جنگ لڑی تو یہ امیر جماعت اسلامی یہ امام الصالحین خم ٹھونک کر اس کی مخالفت کے لیے مذہبی حربوں اور صحافتی اندازوں سے لیس ہو کر میدان میں آ گئے اور مسلمانوں کی تنظیم کی مخالفت میں اپنے ملائی ترکش کا کوئی تیر باقی نہ رکھا۔ اس پیکر خلوص و تدبر قائد اعظمؒ کی مخالفت میں کونسا جملہ ہے جو مودودی صاحب نے نہیں کہا اور منزل مقصود کی طرف مسلم لیگی قیادت کا وہ کونسا بڑھتا ہوا قدم تھا جس کو روکنے کے لیے کوشش نہیں کی گئی۔ اور مودودیت کی فیکٹری میں ڈھلا ہوا کونسا وہ اسلامی ہتھیار تھا جس سے کارکنان تحریک پاکستان کے سینوں کو زخمی و فگار نہیں کیا گیا۔ اور مخالفت کا وہ کونسا تیر ہے جو ہمارے جگر پر نہیں آزمایا گیا۔ (مرتب)

صفحہ ۲۷ موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اوّل۔

حالات کا جائزہ اور آئندہ کے امکانات کے تحت "دوسری کمزوری" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

الفرادیت اور مرکزیت کی روز افزوں ترقی نے مسلمانوں کے شیرازۂ قومیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور اجتماعی عمل کی کوئی صلاحیت اب ان میں نہیں پائی جاتی۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

ان میں اتنی تمیز نہیں کہ صحیح رہنما کا انتخاب کر سکیں

تحریکِ خلافت کی ناکامی کے بعد سے مسلسل مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہوئیں۔

پیہم خطرات ان کے سامنے آئے مگر کوئی چیز بھی ان کو اشتراک عمل کے لیے جمع نہ کرسکی۔ تازہ ترین واقعہ شہید گنج کا ہے جس نے اس قوم کی کمزوری کا راز اپنوں سے زیادہ غیروں پر فاش کردیا۔ ان کے اندر اتنی زندگی تو ضرور باقی ہے کہ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو بڑ بڑا اٹھتے ہیں۔ مگر وہ اخلاقی اوصاف باقی نہیں جن کی بدولت یہ قومی مفاد کی حفاظت کے لیے اجتماعی کوشش کرسکیں۔ ان میں اتنی تمیز نہیں کہ صحیح رہنما کا انتخاب کرسکیں۔

لیکن جب مسلم قوم نے قومی مفاد کے لیے تحریک کی اور اپنے لیے صحیح رہنما کا انتخاب بھی کرلیا تو نیشلسٹ علما کی طرح امیر جماعت اسلامی نے بھی نظریہ پاکستان کی مخالفت میں کیا کچھ نہ کیا۔ جمہور اسلام کو مسلم لیگی قیادت سے متنفر کرنے کے لیے وہ وہ کچھ لکھا۔ مورخ جب تاریخ لکھے گا تو یہ تحریریں مودودی صاحب کی کتاب زندگی کا سیاہ باب ہوں گی۔ ہمیں مودودی صاحب کی اس ذہنیت پر تو چنداں افسوس نہیں گلہ اُن پر ہے جو اب ان کے مقدس چہروں کو دیکھ کر یہ فریب کھا گیے ہیں کہ شاید ان کی جماعت بھی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اوّل صفحہ نمبر ۴۳ پر "ہمارا سیاسی نصب العین" کے تحت لکھتے ہیں:۔

ملک کلیتہً نہیں تو ایک بڑی حد تک دارالسّلام بن جائے

ہم صرف اُس آزادی کے لیے لڑنا چاہتے ہیں بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ اپنے مذہب کی رُو سے لڑنا فرض جانتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ملک کلیتہً نہیں تو ایک بڑی حد تک دارالسلام بن جائے لیکن اگر آزادی ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ یہ جیسا دارالکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بدتر ہو جائے تو ہم بلا کسی مداہنت کے صاف صاف کہتے ہیں کہ ایسی آزادی وطن پر ہزار لعنت ہے اور اس کی راہ میں بولنا، لکھنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا،

اور جیل جانا سب کچھ قطعی حرام، قطعی حرام ہے۔ یہ ایسی صاف بات ہے جس میں دو رائیں ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ خصوصاً جو شخص قرآن اور سُنّت پر نظر رکھتا ہے اور منافق نہیں ہے۔ وہ تو اس کے برحق ہونے میں چون وچرا نہیں کر سکتا۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہندوستانی" ہونے کی حیثیت سے نہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے حصّہ دار

اس بات کو سمجھ لیجئے کہ شہ دار السّلام سے کیا مراد ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے معنی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے نام رکھنے والوں کو اسمبلیوں اور کونسلوں کی نشستیں اور سرکاری عہدے مل جائیں اور ہندوستان کے معاشی ثمرات میں ان کو بھی تناسب حصّہ ملے اور آزاد ہندوستان کی تمام عمرانی ترقیات سے (خواہ وہ ترقیات کسی صُورت میں ہوں) انھیں بلا امتیاز مستفید ہونے کا موقع ملے تو ہم کہیں گے کہ وہ غلطی پر ہے۔ ہم جس چیز کو شہ دار السّلام سمجھتے ہیں اور جو چیز درحقیقت اس نام سے موسوم ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت میں ہم محض "ہندوستانی" ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ "مسلمان" ہونے کی حیثیت سے حصّہ دار ہوں۔

مودودی صاحب کو پاکستان کے بن جانے کا قطعاً یقین نہ تھا۔ ہوتا بھی کیوں۔ (مرتّب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

اسپین اور سسلی میں مسلمانوں کا حشر

اب اگر ہم مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کا وہ حشر دیکھنے کے لیے تیار نہیں جو اسپین اور سسلی میں ہو چکا ہے تو ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم آزادی ہند کی تحریک کا رُخ حکومت کفر کی طرف سے حکومت حق کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں اور اس غرض کے لیے ایک ایسی سرفروشانہ جنگ پر کمر بستہ ہو جائیں جس کا انجام یا کامیابی ہو یا موت۔

یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اوّل صفحہ ۴۸)

جب مسلمانوں نے حضرت قائدِاعظمؒ کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم تلے ایسی سرفروشانہ جنگ لڑی جس سے مقصود یہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کا حشر اسپین اور سسلی کے مسلمانوں کا سا نہ ہو تو امیر جماعت اسلامی مخالف صفوں میں نظر آئے اور قیام پاکستان تک (بلکہ اب بھی) مسلمانوں کو ان کی مخالفانہ و معاندانہ سرگرمیوں سے متأثر ہوتے ہوئے اپنی تحریک کو جاری رکھنا پڑا۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اوّل صفحہ ۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

ڈیڑھ سو برس کے اندر غلامی اُن تمام بنیادوں کو گھن کی طرح کھا گئی ہے۔ جن پر ہماری قومیت قائم ہے۔ تجربے نے ہم کو بتادیا ہے اور روزِ روشن کی طرح اب ہم اس حقیقت کو دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ صورت حال زیادہ مدت تک جاری رہی تو ہندوستان کی اسلامی قومیت رفتہ رفتہ گھل گھل کر طبعی موت مر جائے گی اور برائے نام ڈھانچہ جو باقی رہ گیا ہے یہ بھی باقی نہ رہے گا۔

اندر ہی اندر غیر مسلم بنائے جا رہے ہیں

اس حکومت کے اثرات ہم کو اندر ہی اندر غیر مسلم بنائے جا رہے ہیں۔ ہمارے دل و دماغ کی تہوں میں وہ جڑیں سوکھتی چلی جا رہی ہیں جن سے اسلامیت کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ ہم کو وہ حشیش پلایا جا رہا ہے جو ہماری ماہیت کو بدل کر خود ہمارے ہی ہاتھوں سے ہماری مسجد کو منہدم کرا دے۔ جس رفتار کے ساتھ ہم میں یہ تغیرات ہو رہے ہیں ہمیں اس کو دیکھتے ہوئے ایک مبصر اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس عمل کی تکمیل اب بہت قریب آ گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ تیسری چوتھی پشت تک پہنچتے پہنچتے ہمارا سوادِ اعظم خود بخود غیر مسلم بن جائے گا اور شاید گنتی کے چند نفوس اس عظیم الشان قوم کے مقبرے پر آنسو

بہانے کے لیے باقی رہ جائیں۔

قومیّت کا تحفظ و بقا

پس ہماری قومیّت کا بقا و تحفّظ اس پر منحصر ہے کہ ہم اس حکومت کے تسلّط سے آزاد ہوں اور اس نظام اجتماعی کو از سرِ نو قائم کریں جس کے مٹ جانے ہی کی بدولت ہم پر یہ مصائب نازل ہوئے ہیں۔

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ سطور بالا میں انہی مردم شماری کے مسلمانوں کی قوم کو امیر جماعت اسلامی سوادِ اعظم مانتے ہیں لیکن دوسری جگہ اس کے منکر ہیں کہ یہ سواد اعظم وہ سواد اعظم نہیں جو حضور اکرمؐ کی حدیث سے مراد ہے۔

وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں عقل نے ٹیڑھا رُخ اختیار نہیں کیا۔ اس لیے ٹھیک ٹھیک بات کہہ رہے ہیں لیکن اُس مقام پر چونکہ مودودی صاحب نے اقبالؒ و جناحؒ کے نظریات و خیالات اور مسلم لیگی قیادت کی مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے اس لیے وہاں اپنی لیڈری کی دوکان چمکانے کے لیے مسلم لیگ کی اکثریت کو سواد اعظم ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ (مرتب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

بہرحال ہمارا الگ ایک اجتماعی وجود باقی رہتا ہے

انگریزی حکومت کے اثر سے مغربی تہذیب میں خواہ ہم کتنے ہی جذب ہو جائیں بہرحال انگریزی قومیت میں جذب نہیں ہو سکتے۔ بہرحال ہمارا ایک الگ اجتماعی وجود باقی رہتا ہے جس کا پھر اپنی سابقہ صورت پر واپس ہونا ممکن ہے لیکن یہاں تو صورت حال ہی دوسری ہے ایک طرف ہمارے ہر امتیازی نشان حتّٰی کہ ہمارے احساس قومیت تک کو فرقہ پرستی (COMMUNALISM) قرار دے کر اس کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈا کیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مستقل جماعت

(COMMUNITY) کی حیثیت سے ہمارا وجود نا قابل برداشت ہے

دوسری طرف ہماری قوم کے ان لوگوں کو قوم پرست (NATIONALISTS) کہا جاتا ہے۔ جو ہاتھ جوڑ کر نمستے کرتے ہیں۔ بندے ماترم کے نعرے لگاتے ہیں۔ مندروں میں پہنچ کر عبادت تک میں حصہ لے گزرتے ہیں۔ اپنی صورتوں اور لباسوں میں پوری ہندویت کا رنگ اختیار کرتے ہیں اور مسلمان قوم کے مفاد کا نام تک لیتے ہوئے انہیں ڈر لگتا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

مسلمان کی نشاۃ ثانیہ

اس کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہے کہ تحریک آزادی وطن کے دوران ہی میں ہمارا اجتماعی وجود فنا بھی ہو جائے اور ہم جدا جدا قطروں کی شکل اختیار کر کے جدید نیشلزم کی خاک میں جذب ہو جائیں۔ پھر بحیثیت مسلمان قوم کے ہم اپنی نشاۃ ثانیہ کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔

جو لوگ صرف ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے آزادی چاہتے ہیں اور جن کی نگاہ میں اس آزادی کے منافع اس قدر قیمتی ہیں کہ اپنی اسلامی حیثیت کو وہ بخوشی ان پر قربان کر سکتے ہیں وہ اس راستہ پر ضرور جائیں مگر ہم تسلیم کرنے سے قطعی انکار کرتے ہیں کہ کوئی سچا مسلمان ایسی تحریک آزادی وطن میں جان بوجھ کر حصہ لینا گوارا کرے گا۔

درخشندہ نصب العین

یہی موقف بلکہ اس سے درخشندہ نصب العین مسلم لیگ کا تھا حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے انہی خطرات کو بھانپ کر نظریۂ پاکستان دیا اور ان کی نظر انتخاب نے جناحؒ کو مسلمانوں کی قیادت کے لیے چنا۔ امیر جماعت اسلامی

نہ صرف ان اُصولوں سے ہٹے بلکہ مسلم لیگ سے اختلاف اور نظریۂ پاکستان کی مخالفت کو اپنا دن رات کا وظیفہ بنا لیا۔ (مرتّب)

موجُودہ مسلمان اَور سیاسی کشمکش حصّہ اوّل صفحہ ۵۶ پر رقمطراز ہیں :۔

میر جعفر اور میر صادق

جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں ہندوستان کی آزادی کے لیے جھگڑنا تو ہمارے لیے قطعًا ناگزیر ہے لیکن ہم جس قوم کی آزادی کے لیے لڑ سکتے ہیں اور لڑنا فرض جانتے ہیں وہ یہی ہے۔ رہی وُہ آزادی جو "وطن پرستوں" کے پیش نظر ہے تو اس کی حمایت میں لڑنا کیا معنٰی۔ ہم تو اسے انگریزوں کی غلامی سے بھی زیادہ مبغوض سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے علمبردار مسلمانوں کے لیے وُہی کچھ ہیں جو کلائیو اور ولزلی تھے۔ اور ان کے پیرو مسلمان کی حیثیت سے بھی میر جعفر اور میر صادق سے مختلف نہیں ہیں گو صُورتیں اور حالات مختلف ہیں۔ مگر دشمنی اور غدّاری کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں۔

راہ عمل کے عنوان سے موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ اوّل کے صفحہ نمبر ۱۰۶ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

جس کو خُدا نے دیدۂ بینا عطا کیا ہے

ہر شخص جس کو خدا نے دیدۂ بینا عطا کیا ہے اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ نیشلسٹ قسم کے مسلمان اگر کانگریس کے اندر کوئی بڑی قوت پیدا کر لیں اور حکومت کے اقتدار میں انھیں کوئی بڑا حصّہ مل جائے تب بھی وہ مسلمانوں کے لیے کچھ مفید نہ ہوں گے بلکہ غیر مسلموں سے کچھ زیادہ ہی نقصان رساں ثابت ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ ہر معاملہ میں ہر پالیسی اور ہر طریق کار تو وہی اختیار کریں گے جو ایک غیر مسلم کرے گا۔ مگر ایسا کرنے کے لیے ان کو اس سے زیادہ آزادی اور جُرأت

حاصل ہو گی جو ایک غیر مسلم کو حاصل ہو سکتی ہے اس لیے کہ بد قسمتی سے ان کے نام مسلمانوں کے سے ہوں گے۔

راہ عمل ہی کے عنوان سے صفحہ ۶۳ پر رقمطراز ہیں :-

خیالی پلاؤ

خود میرے متعدد دوستوں نے کہا کہ تم خیالی پلاؤ پکا رہے ہو۔ یہ قوم اس قدر گر چکی ہے کہ اب کوئی اعجازی قوت ہی اس کو سنبھالے تو سنبھالے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس قوم کو سنبھالنے کا ایک موقع آخری موقع باقی ہے۔ ہمارے خواص خواہ کتنے ہی بگڑ چکے ہوں۔ مگر ہمارے عوام میں ابھی تک ایمان کی ایک دبی ہوئی چنگاری موجود ہے اور وہی ہمارے لیے آخری شعاعِ امید ہے۔

مسلم لیگ اسی شعاعِ اُمید کو لے کر مسلم مفاد کا علم تھامے تحریک حصول پاکستان کے لیے میدان میں آئی اور جو خدا کے فضل و کرم سے قائد اعظمؒ کی قیادت میں حاصل ہو گیا لیکن مولویوں کی بے بصری نے انھیں مخالفت پر آمادہ کر دیا ان کے نامۂ اعمال کے سیہ داغ کون دھوئے گا۔ اگر کوشش بھی کی گئی تو یہ ممکن نہ ہو گا۔ افسوس یہ ہے کہ مودودی صاحب بھی اُسی طائفہ میں شامل ہو گیے ہاں جن علمائے کرام اور پیرانِ عظام نے تحریک مسلم لیگ کی حمایت کی تھی ان کے احترام میں ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اول راہ عمل کے تحت ایک غلط فہمی کا ازالہ کے عنوان سے صفحہ ۷۴ پر یوں تحریر فرماتے ہیں :-

کانگریس سے تصادم

کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ہم کانگریس سے تصادم چاہتے ہیں ہر گز نہیں۔ ہندوستانی کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگریس کا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لیے ہم کو بالآخر کانگریس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ لیکن سر دست ہم اس سے صرف

اس لیے علیحدہ رہنا چاہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے مفاد کا تحفظ کرنے کے لیے ہم کو جس اخلاقی قوت اور اجتماعی نظم کی ضرورت ہے وہ ہم میں نہیں ہے ہم سب سے پہلے اپنی ان کمزوریوں کو دُور کرنا چاہتے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:-

غیر منظّم جماعت کو اپنے نظم میں جذب کرنے کی کوشش

البتہ اگر وہ ہماری غیر منظّم جماعت کو اپنے نظم میں جذب کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور براہ راست ہمارے عوام میں وطن پرستی اور اشتراکیت کی تبلیغ شروع کر دے گی اور اس غرض کے لیے ہماری قوم کے اُن منافقوں سے کام لے گی جن کی حیثیت ہماری نگاہ میں دوسری قسم کے منافقوں (یعنی انگریزی اقتدار کے ایجنٹوں) سے کچھ بھی مختلف نہیں تو اس صورت میں ہم کو مجبوراً اس سے لڑنا پڑے گا اور اس لڑائی کا تمام تر الزام اسی پر عائد ہو گا۔

مسلم لیگ کے مقابلہ میں اپنی قیادت

تحریرات بالا سے صاف عیاں ہے کہ مولوی مودودی صاحب مسلم لیگ کے مقابلہ میں اپنی قیادت چمکانا چاہتے ہیں وہ ہندوستانی کی حیثیت سے تو وہی کچھ کرنا چاہتے ہیں جو کانگریس چاہتی ہے اور یہ بھی ان کا ایمان ہے جو بھی ان کا کانگریس کے ساتھ مشترک مقصد ہے اس کے لیے وہ بالآخر کانگریس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

اصل میں مودودی صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ پاکستان تو بن نہیں سکے گا اگر حکومت کانگریس کی ہوئی تو بجائے مسلم لیگ کے مسلم عوام تک پہنچنے کے لیے کانگریس براہ راست اقدامات نہ کرے۔ مودودی صاحب کے ذریعہ سے کرے۔ حکومت کے اقتدار میں ان کا بھی حصّہ ہو۔ یہ بے یقینی کا عالم کہ پاکستان تو

بن نہیں سکے گا۔ کانگریس والوں سے بھی ذرا نہ بگڑا جائے تاکہ وہ نیشلسٹ علما کے بجائے مودودی صاحب (جو خود بھی پرانے کانگریسی مولوی ہی تھے) سے وہ کام لے جو مسلمانوں میں لینا ہو اور اقتدار میں ان کی مرضی کا بھی دخل ہو۔ (مرتب)

مسائل حاضرہ میں قرآن اور اسوۂ رسولؐ کی رہنمائی

پوری مسلمان قوم ایک انجمن ہو، اور ہر مسلمان مرد اور عورت کو مجرد اسلامی حق کی بنا پر اس کی رکنیت کا مساویانہ مرتبہ حاصل ہو۔ ایسے تمام انتسابات اور امتیازات کو مٹا دیا جائے جو مسلم اور مسلم میں تفریق کرتے ہوں۔ ہر فرد مسلم کو قومی معاملات میں حصہ لینے اور رائے دینے کا پورا حق حاصل ہو۔ حتیٰ کہ اگر ایک غلام بھی کسی کو امان دے دے تو وہ پوری قوم کی طرف سے امان ہو۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

تفرقہ پردازی اور گروہ بندی

مسلمان قوم کے مزاج کے ساتھ بھی طریق تنظیم مناسبت رکھتا ہے۔ تو قوم پہلے ہی سے ایک جمعیت ہے۔ اس جمعیت کے اندر کوئی الگ جمعیت الگ نام سے بنانا اور مسلمان اور مسلمان کے درمیان کسی وردی یا کسی ظاہری علامت یا کسی خاص نام یا کسی خاص مسلک سے فرق و امتیاز پیدا کرنا، اور مسلمانوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کرکے ان کے اندر جماعتوں اور فرقوں کی عصبیتیں پیدا کرنا یہ دراصل مسلمانوں کو مضبوط کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو اور کمزور کرنا ہے یہ تنظیم نہیں تفرقہ پردازی اور گروہ بندی ہے۔ لوگوں نے آنکھیں بند کرکے جمعیت سازی کے یہ طریقے اہل مغرب سے لیے ہیں مگر ان کو معلوم نہیں ہے کہ جو چیزیں دوسری قوموں کے مزاج کو موافق آتی ہیں وہ مسلمان قوم کے مزاج کو موافق نہیں آتیں۔ اس قوم کو اگر کوئی چیز راس آسکتی ہے تو وہ ایک ایسی جمہوری تحریک ہے جو پوری قوم کو ایک انجمن سمجھ کر شروع کی جائے اور جس میں توسیع و استحکام کے

اسی تناسب کو ملحوظ رکھا جائے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملحوظ رکھا تھا۔ آپ اگر کچے اور کمزور مسالے کو لے کر ریت کی سطح پر ایک بڑی عمارت کھڑی کر دیں گے اور اس سے قلعے کا کام لینا چاہیں گے تو لامحالہ وہ سیل حوادث کی ایک ٹکر بھی نہ جھیل سکے گی۔

تضاد ملاحظہ فرمائیے کہ مودودی صاحب مسلمانوں کو صالحین اور نسلی مردم شماری اور دین سے بہرہ مسلمانوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں ہی کے اندر دو قومی نظریہ کے قائل ہیں اگر سب مسلمان ایک قوم تھے اور ہیں تو یہ جماعت اسلامی کیا ہے۔ (مرتب)

موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اول کے صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴ پر "اسلام ایک جامع تہذیب کی حیثیت سے" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

پس ہمارا اصل قومی مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اب جو انقلاب در پیش ہے اس میں ہم اس نقصان کی تلافی کر سکیں جو انگریزی اقتدار سے ہماری قومیت اور ہماری تہذیب کو پہنچا ہے۔

ہمیں اتنی طاقت حاصل ہو کہ ہم اپنے نظام تعلیم کو خود اپنی ضروریات کے مطابق بنا سکیں اور ہمیں حکومت میں اتنا اقتدار حاصل ہو کہ ہم اپنے تمدنی معاشرتی و معاشی مسائل کو خود اپنے اصولوں کے مطابق حل کر سکیں۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

وطن کے آٹھ کروڑ مسلمان

ہم کسی ایسی آزادی وطن کو صحیح معنوں میں پورے وطن کی آزادی نہیں کہہ سکتے جس میں وطن کی ¼ مسلمان آبادی کو یہ آزادی حاصل نہ ہو۔ نہ ہم کسی ایسی حکومت کو وطنی حکومت سمجھ سکتے ہیں جس میں وطن کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو یہ اقتدار حاصل نہ ہو۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقام پر ہندوستان کی ¼ مسلمان آبادی کو عین اسی انداز میں تسلیم کیا جاتا ہے اور انہی مسلمانوں کے مفاد کے تحفظ کے لیے کوشاں

ہیں جن کو موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم میں جا کر اتنی اہمیت بھی نہیں دی جاتی کہ ان کا وجود ہی باقی رہ سکے۔ بلکہ وجود و عدم وجود ایک سے سمجھے جاتے ہیں۔ (مرتب)

"اسلام ایک جامع تہذیب کی حیثیت سے" صفحہ ۱۰۴ پر رقمطراز ہیں:۔

یہ قوم پرستی کی تحریک جس کے تحت اس وقت آزادی وطن کے نام پر جنگ کی جا رہی ہے۔ درحقیقت ہم کو اپنے اس قومی مقصد کی تحصیل میں مدد نہیں دیتی بلکہ اس کے برعکس اُن نقصانات کو حد کمال پر پہنچانا چاہتی ہے جو ہم کو انگریزی اقتدار سے پہنچے ہیں۔ ڈیڑھ سو برس تک ایک غیر قوم کی غلامی میں رہنے کی وجہ سے ہماری قوم میں جہالت، افلاس اخلاقی انحطاط اجتماعی بدنظمی، تمدنی بے راہ روی اور تہذیب اسلامی سے انحراف کی جتنی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں انھیں دُور کرنے میں ہماری مدد کرنا تو درکنار وہ تو اُلٹا فائدہ اُٹھانا چاہتی ہے اور ہماری ان اندرونی خرابیوں ہی کو اپنے لیے کامیابی کا ذریعہ سمجھتی ہے۔

معاشی طبقوں میں منقسم ہو جائیں

ایک طرف اس تحریک کے علمبردار اپنا پورا زور اس بات پر صرف کر رہے ہیں۔ کہ جمہور مسلمین کے دلوں سے اسلامی قومیت کا تخیّل ہی مٹ جائے اور وہ اپنی قومیت کے رشتہ سے کٹ کر معاشی طبقوں میں منقسم ہو جائیں اور آپس میں روٹیوں پر لڑنا شروع کر دیں۔ دوسری طرف ان لوگوں کے پاس تہذیب و تمدن اور تنظیم حیات کے خود اپنے نظریات ہیں۔ جو اسلام کے اُصولوں سے بالکل مختلف ہیں اور وہ مسلمانوں کی اجتماعی مزاحمت سے بے خوف ہو کر یہ چاہتے ہیں کہ تمام ہندوستان کی اجتماعی زندگی کو انہی نظریات کے تحت مرتب کریں جس کی لپیٹ میں مسلمان بھی آ جائیں۔

آگے چل کر صفحہ ۱۰۵ پر لکھتے ہیں:۔

اس طرح یہ تحریک ہمارے قومی مقاصد کے بالکل خلاف واقع ہوتی ہے اور اس کے ساتھ شریک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی قومیت اور اپنی تہذیب کو نیست و نابود کرنے

میں خود حصہ لیں۔ وہ اپنے پروپیگنڈا کی طاقت سے یہ خیال پھیلا رہے ہیں کہ جو لوگ ان کی اس تحریک سے اختلاف کرتے ہیں وہ انگریزی اقتدار کے حامی ہیں ٹوڈی اور سامراج پرست ہیں لیکن یہ ایک زبردست جعل وفریب ہے جس کو دن کی روشنی میں فروغ دیا جا رہا ہے۔ دراصل سب سے بڑا ٹوڈی اور سامراج پرست تو وہ ہے جو نجاتِ وطن کے لیے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جس سے وطن کی ⅓ آبادی کسی طرح اتفاق نہیں کر سکتی۔ اپنی اس حماقت سے وہ خود انگریزی اقتدار کے قیام وبقاء میں مدد دیتا ہے اور پھر اس حماقت کا الزام ان لوگوں پر رکھتا ہے۔ جو نجات وطن کے لیے سرفروشی کرنے پر تیار ہیں۔ مگر اپنی قومیت اور اپنی قومی تہذیب کو فنا کرنے پر فطرۃً تیار نہیں ہو سکتے۔

"شبہات اور جوابات" کے عنوان سے صفحہ ۱۲۴ پر رقمطراز ہیں:۔

کوئی موقع باقی نہ رہے

مَیں جس چیز کی طرف مسلمانوں کے سیاسی فکر رکھنے والے لوگوں کی توجہ دلا رہا ہوں۔ وہ یہی ہے کہ انھیں اس حالت کو بدلنے کے لیے اپنی قوتوں کو مجتمع کرنا چاہیئے۔ اگر اس کو بدلنا ہے تو اس کی تیاری کا یہی وقت ہے انقلابی دَور میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کا عمل جاری ہوتا ہے۔ اس وقت ہم نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ آنے والی حالت کی شکل متعین کرنے میں اپنا اختیار استعمال کر سکتے ہیں جب وُہ ایک خاص رنگ میں ڈھل جائے گی اور پُوری طرح مستحکم ہو جائے گی۔ اس وقت ہمارے لیے اپنا اختیار استعمال کرنے کا شاید کوئی موقع باقی نہ رہے گا۔

خدشات وخطرات کے پیشِ نظر

مودودی صاحب مسلم لیگ نے انہی خدشات وخطرات کے پیشِ نظر ہندوستان میں ایک الگ خطۂ زمین حاصل کرنے کی تحریک کی تھی کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت ہوتا کہ وہ اُس مملکت میں نظام معاشرت کو اپنے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں

اور اپنی قومی حیثیت کا تحفظ کرنے کے لیے ہی مردم شماری کے نسلی مسلمانوں نے جنگ پاکستان لڑی تھی جس کی مخالفت میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگر تحریک حصول پاکستان کے مخالفین تیرہ باطن قوتوں کی دلی مرادیں پوری ہو جاتیں اگر ملّا کی قوتیں اپنے پروگرام میں کامیاب ہو جاتیں تو خدا جانے مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔ (مرتّب)

ایک کتاب میں سمونا ممکن نہیں!

مودُودی صاحب کے تضادات اور ان کی جماعت اسلامی کے بارے میں کہی جانے والی باتوں کو ایک کتاب میں سمونا ہر اُس شخص کے لیے جس نے ان کے لٹریچر کا ناقدانہ حیثیت میں غائرانہ مطالعہ کیا ہو ممکن نہیں۔ زمانہ جس تیزی سے کروٹیں لے رہا ہے۔ مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ اب اسلام پر پڑے ہوئے وہ دبیز پردے اتنی ہی تیزی سے اُٹھتے جائیں گے۔ مودُودی صاحب بزعم خویش ایک ماڈرن مُلّا کی حیثیت سے ملائیت کی ترجمانی کے لیے سامنے آئے ہیں اور ان کا زورِ قلم اپنی من مانیاں منوانے کے لیے منطقیانہ قوت کا سہارا لے کر پُوری ہمّت کے ساتھ ان کے خیالات کو سامنے لا رہا ہے اور امیر جماعت اسلامی اپنی قلمکاریوں کے جوہر دکھانے کے لیے ہر میدان میں اپنی خُوبیوں کا سکّہ منوانے کے لیے مصر ہیں۔

مناسب سمجھا گیا ہے کہ ہم سے قبل جن اصحاب نے مودُودی صاحب اور اُن کی جماعت اسلامی سے متعلق اپنے خیالات کا جو اظہار فرمایا ہے۔ جماعت اسلامی اور مودُودی صاحب سے متعلق ان کے نظریات و آراء کو بھی قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ ناظرین اندازہ فرما سکیں۔ اور ساتھ ساتھ ان کی تحریرات ہمارے اس دعویٰ کی تائید کریں گی کہ یہ نقاب پوش مصلحین کس مکروہ اور ناپاک عزائم کو اسلام کے

مقدس پردوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

اب جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے کی کتاب "جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے مندرجات قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں:۔

ایک پرانے واقف کار

جنگ کراچی ۱۴ر نومبر ۱۹۴۹ء کو مودودی صاحب کے ایک پرانے واقف کار کا ایک خط بعنوان "میں مودودی صاحب کو جانتا ہوں" شائع ہوا تھا جس میں اُس واقف کار نے اختصار کے ساتھ مودودی صاحب کے حالات لکھے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:۔

مودودی صاحب کی پبلک زندگی کا آغاز جمعیت العلماء ہند کے اخبار الجمعیتہ کی ایڈیٹری سے ہوتا ہے۔کون نہیں جانتا کہ جمعیت العلماء ہند اوّل درجہ کی کانگریسی جماعت ہے۔چنانچہ مودودی صاحب بھی اُس وقت پکے کانگریسی اور مسلم لیگ کے سخت مخالف تھے۔چند سال بعد الجمعیتہ کی مالی حالت خراب ہو جانے کی وجہ سے چونکہ سیّد صاحب کو چھ چھ ماہ تک تنخواہ نہ ملتی تھی وہ وہاں سے الگ ہو گئے اور بظاہر کانگریسی بھی نہ رہے۔لیکن لیگ سے اختلاف کبھی نہ گیا بلکہ اب تک موجود ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

پٹھانکوٹ میں دارالسلام

پٹھانکوٹ میں آپ نے ایک دارالسّلام قائم کیا جو تقسیم ہند تک قائم رہا۔ اس کے بعد وُہ اپنے رُفقا سمیت پاکستان تشریف لے آئے۔اس دوران میں آپ نے ایک جماعت قائم کر لی تھی جس کا نام اسلامی جماعت ہے لیکن یہ جماعت بنانے سے پہلے مودودی صاحب، اس بات کے سخت مخالف تھے کہ مذہبی لائنوں

پر مذہبی نام سے کوئی جماعت بنائی جائے کیونکہ اسلام میں فرقہ بندی زیادہ ہوتی ہے لیکن تجربہ کے بعد آپ کو یہ رائے بدلنی پڑی۔ اس جماعت کا عقیدہ یہ ہے (گو اس کا علی الاعلان اظہار نہیں کیا جاتا) کہ اس وقت روئے زمین پر کہیں بھی کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں جو حقیقت میں مسلمان ہو کیونکہ مودودی صاحب کی رائے میں مسلمان صرف وہی ہے جو خود رسول اکرمؐ یا حضورؐ کے صحابہ کبارؓ جیسا متقی اور متورع ہو۔ اس جماعت کے ارکان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مودودی صاحب یا اُن کے کسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ہر مسلمان پکا اور سچا مسلمان بن سکتا ہے۔

مسلم لیگ کے ہمیشہ مخالف رہے

جہاں تک سیاسی خیالات کا تعلق ہے۔ پہلے وہ سخت کٹر کانگریسی تھے پھر الجمعیتہ کے ساتھ ساتھ کانگریس سے بھی الگ ہو گئے۔ مسلم لیگ کے ہمیشہ مخالف رہے اور اب تک سخت مخالف ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ مسلم لیگی سب مغرب زدہ لوگ ہیں۔ ان کی نظر، ان کا دل، ان کے خیالات سب کے سب مغربی ہیں جن کو اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے واسطے جو جہاد کیا ہے آپ اس کے بھی مخالف تھے۔ گو کہنے کو آپ نے اپنی جماعت کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھو لیکن جتنے اسلامی بھائیوں سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا سبھی کو قیام پاکستان کے خلاف پایا اور اس اختلاف کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ لوگ جو پاکستان کی بنیاد ڈال رہے ہیں سچے مسلمان نہیں لیکن اب وہ پاکستان بن گیا تو مودودی صاحب اور آپ کی جماعت سب کی یہ خواہش ہے کہ اس کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مودودی صاحب کو حقیقت میں اتنا بھی تو معلوم نہیں کہ آجکل حکومت کرنے کے لیے کن کن علوم میں مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کے نام کیا کیا ہیں۔ مودودی صاحب کی پاکستان دشمنی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ نے جہاد کشمیر جیسی ضروری اور متبرک تحریک کے خلاف فتویٰ

دیا اور جو فقہی عذر لنگ پیش کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو فن حکومت کی ا-ب-ت بھی نہیں آتی۔

علمی ناواقفیت کا اقرار

چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی سے خط و کتابت کرنے کے بعد آپ نے اپنی غلطی یا دوسرے الفاظ میں علمی ناواقفیت کا اقرار بھی کر لیا۔ اب قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ہم پاکستانی اپنے عزیز وطن کی تقدیر ایسے لوگوں کے ہاتھ میں کس طرح دے سکتے ہیں۔ عمر ابھی دو سال کی ہے۔ باہر یہ چاروں طرف دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اور اندر ہزاروں جاسوسوں سے بھرا ہوا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

میری زندگی کو بدل ڈالا

اٹھائیس برس قبل جب جبل پور میں مولانا مودودی کے ایک مقالہ "تاج" کے پرنٹر و پبلشر گرفتار ہوئے تو مولانا مودودی جو "تاج" کے ایڈیٹر تھے گرفتاری سے بچنے کے لیے یکایک دلّی روانہ ہو گیے اور ان کے اس فعل کی وجہ سے راقم الحروف کا مستقبل کچھ سے کچھ ہو گیا جبل پور کے قوم پرست مسلمانوں اور کانگریسی ہندوؤں نے مجھے "تاج" کی ادارت پیش کی اور میں نے قبول کر لی یہاں سے میری صحافت کا دَور شروع ہوتا ہے نہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس اخبار کو لاوارث چھوڑ کر یکایک جبل پور سے روانہ ہو جاتے نہ میں اس پیشہ میں قدم رکھتا۔ اُن کے جیل سے بچنے کے جذبہ نے میری زندگی کو بدل ڈالا۔

ہلال نو بمبئی ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء

الجمعیتہ کی ایڈیٹری سے پہلے مودودی صاحب ہلال نو بمبئی کانگریسی اخبار کے بھی ایڈیٹر رہ چکے تھے اس کی تصدیق بمبئی کے مشہور کانگریسی اور احراری

لیڈر مسٹر علی بہادر کے اخبار ہلال نو کے اس اقتباس سے ملتی ہے :۔
صفحہ ۱۹ پر "مولانا مودودی کا ابتدائی مسلک" کے عنوان سے رقمطراز ہیں :۔
لیکن جہاں جماعت اسلامی نے حیرت انگیز ترقی کی وہاں امیر جماعت مولانا

مودودی میں ایک طرح کا ذہنی جمود بلکہ تنزّل رونما ہوا۔ جماعت کے قیام سے پہلے ان کا بطور ایک مفکر اور متکلم کے خاص مقام تھا اور ایک خاص انداز فکر تھا علمائے جمود سے انھیں اسی طرح تنفّر اور وحشت تھی جس طرح بعض تعلیم یافتہ لوگوں کی بے راہ روی دیکھ کر ۱۹۳۷ء میں مولانا مودودی کا دعویٰ تھا کہ ہماری تحریک ارتجاعی (REACTIONARY) نہیں آگے چلنے والی ہے۔

کانگریسی نقاب پوش جماعت اسلامی کے خول میں

مولانا نصراللہ خان عزیز کو خدا نے یہ توفیق نہ دی کہ وہ تحریک حصول پاکستان کی حمایت کی سعادت حاصل کرتا اپنی کانگریسی ذہنیت وجذبہ کی تسکین کے لیے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی جو مسلم لیگی قیادت اور نظریۂ پاکستان کی مخالفت میں اپنے امیر وامام مودودی صاحب کی ہمرکابی میں صحافت خطابت اور سیاست غرضیکہ ہر میدان میں سرگرم عمل تھی نصراللہ خان عزیز کو ثر و تسنیم کے مقدس ناموں میں کیا کیا زہر گھول رہے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں ان کی اس ذہنیت کو ان کی تحریروں میں آشکار دیکھ کر مجبور ہوئے کہ مندرجہ بالا سرخی جمائیں۔ یہ سرخی "جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے مصنف کی نہیں۔ (مرتب)

نصراللہ خان عزیز کوثر اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے حضرت قائداعظمؒ کا استہزا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ قائداعظمؒ کو ہٹلر اور مسولینی سے تشبیہ دے کر ان کا مذاق اُڑاتے ہیں :۔

ضرورت ہے ایک ہٹلر اور مسولینی کی

کے عنوان سے ۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء کے کوثر میں لکھتے ہیں:-

اس زمانہ میں ہٹلر نے جرمنی میں اور مسولینی نے اٹلی میں ظہور کیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنی قوموں کو انھوں نے زمین پستی سے اٹھا کر آسمانِ رفعت پر بٹھا دیا۔ مسلمانوں نے دوسروں کو اس طرح ترقی کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے بھی اپنی اشتہاری عبارت بدل ڈالی۔ اب اُن کے اخبارِ خیال کے صفحات پر یہ مضمون نظر افروز تھا۔ ضرورت ہے ایک ہٹلر اور مسولینی کی۔

اشتہار بازی کامیاب ہوئی

بالآخر ان کی اشتہار بازی کامیاب ہوئی۔ اشتہار بازی کا اصول یہ ہے کہ اشتہار دئے جاؤ کسی نہ کسی روز تو گاہک پیدا ہوں گے۔ مہدی علیہ السّلام سے لے کر مسولینی تک کی ضرورت کا جو اشتہار مسلسل ان کے جریدۂ خیال میں نکل رہا تھا۔ آخر کار نتیجہ خیز ہوا اور مسٹر جناح نے اپنی درخواست قیادت قوم کے حضور گذران دی قوم نے باقی سب اُمیدوارانِ قیادت کو برخاست کر دیا اور مسٹر جناح کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا اور "قائدِ اعظم" زندہ باد کے نعروں سے فضائے ہند معمور ہو گئی۔ "قائدِ اعظم" نے بھی اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ مہدی علیہ السلام نہ سہی مگر مالوی۔ موبخے اور ہٹلر۔ مسولینی کی طرح تو وہ قوم کی خدمت کر ہی سکتے ہیں ہم اس مرحلے پر پہنچ کر یہ سمجھتے تھے کہ قوم نے اپنا رہنما پا لیا ہے۔ اور اب تلاش مزید کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگلے روز لاہور کے ایک مسلمان معاصر میں ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گیے کہ یہ ضرورت تواب بھی باقی ہے۔ اس اجمال کی شرح یہ کہ جب نواکھلی میں فساد ہوا اور بہار میں بھی تباہی مچی تو مشرقی بنگال کے ہندوؤں کی دادرسی کے لیے گاندھی جی نے جان کی بازی لگا دی اور اپنے مقصد میں ایک حد تک کامیاب بھی ہو گیے مگر بہار کے

تباہ حال مسلمانوں کی دست گیری کے لیے مسٹر جناح دہلی سے مشرق کی طرف جانے کے بجائے اُلٹا دُور مغرب کو چلے گیے اور کراچی میں بیٹھ کر رہ گیے۔

کانگریسی ذہنیت کا اظہار اور کوثر اخبار

۱۷ر جون ۱۹۴۷ء کے کوثر اخبار میں مولانا نصراللہ خان عزیز اپنے خبثِ باطن کا اظہار بسباطِ کوثر یوں کرتے ہیں:-

پاکستان نہیں فاقستان

پاکستان کا لطیف استہزا ملاحظہ فرمائیے:-

رقمطراز ہیں:-

یُوں تو مخالفین پاکستان روزِ اول سے یہ دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں کہ پاکستان بہ قاعدہ تعریب فاقستان ہوگا۔ کاروباری لحاظ سے دیوالیہ۔ اقتصادی اعتبار سے بدحال۔ مال و دولت کے حساب سے مفلس و قلاش۔ مگر جس دن سے پاکستان عالم وُجود میں آجانے کا فیصلہ ہوگیا ہے یارانِ سرپل پمفلٹوں کے ذریعہ اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر ایک مرتبہ تو ایک پاکستانی بھی اپنی فاقہ مستی کا یقین کرلیتا ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے مشہور کاروباری سیٹھ برلا نے صنعت و حرفت۔ زراعت و فلاحت۔ تجارت اور کاروبار۔ معدنیات و روغنیات۔ نہروں اور سڑکوں، ریلوں اور بجلی گھروں، پہاڑوں اور دریاؤں، وادیوں اور میدانوں کے اعتبار سے ہندوستان اور پاکستان کا مقابلہ کرکے بتایا تھا کہ اول الذکر تو پورا سیٹھ ہوگا توند بڑھی ہوئی، تجوریاں بھری ہوئیں اور اٹاریاں اُٹھی ہوئی۔ مگر مؤخر الذکر بالکل کسان ہوگا۔ پیٹ اندر کو دھنسا ہوا گال پچکے ہوئے قرضوں کا بار سر پر اور قرقی کا وارنٹ ہاتھ میں لیکن اس قسم کے کھاتے ہی کا ایک جوابِ وہ ہے جو مسٹر جناح نے ایک امریکن اخبار کو دیا تھا کہ باعزت افلاس ذلت آمیز تموّل سے بہتر ہے۔ چلئے پاکستان غریب

توسہی مگر آزاد تو ہوگا۔ اور دُوسرا جواب وُہ ہے جو پاکستان کے ماہرین اقتصادیات اعداد و شمار ہی سے دے رہے ہیں چنانچہ ڈاکٹر انور اقبال قریشی ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے :۔

اقتصادی نقطۂ نگاہ سے پاکستان کا شمار دُنیا کے امیر ترین ملکوں میں ہوگا۔

چلئے حساب کا جواب حساب سے دعوے کا جواب دعوے سے اور اندازے کا جواب اندازے سے ہو گیا کل کو جو ہوگا وُہ دیکھا جائے گا۔ آج کی بحث کا تو فیصلہ ہو گیا۔

"قصہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بُود"۔

۱۳ جُون ۱۹۴۷ء کے مقالہ افتتاحیہ کا عنوان ہے :۔

لنگڑا پاکستان

"لنگڑا پاکستان" اور ماحصل مضمون یہ ہے۔ پاکستان کو لنگڑا کہہ لیجئے یا لُولا اس سے مسلمانانِ ہند کی مشکلات رفع ہوں یا نہ ہوں اس سے مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ انصاف ہو یا ظلم۔ اس سے پاکستان کا مستقبل کامیاب ہو یا ناکامیاب۔ بہر حال سالہا سال کی جدّ وجہد کا قدرتی اور لازمی نتیجہ ہے اور اس راہ کی راہ منزل جس پر مسلم لیگ کا قافلہ چل رہا تھا۔

مولانا نصراللہ خان عزیز کانگریسی مُلاّ کی تیرہ باطنی اور کفر دوستی کا ہلکا سا عکس ہے۔ جو اُوپر دیا گیا ہے اب کلیجہ تھام کر پڑھیئے اور اندازہ فرمایئے کہ کانگریسی مولانا ہیں کیا۔ (مرتّب)

خطباتِ ابوالکلام کے شروع میں نصراللہ خان عزیز کا دیباچہ :۔

امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں عشا کے وقت مولانا تقریر کر رہے تھے۔ مجھے وجدان ہی سے نہیں آنکھوں سے اس طرح محسوس ہو رہا تھا گویا تقریر ایک نور کی چادر کی طرح مجمع پر چھائی ہوئی ہے یکایک قریب کی ایک مسجد سے اذان کی صدا بلند

ہوئی خطبہ تھوڑی دیر کے لیے رُک گیا۔ مَیں نے اس طرح محسوس کیا گویا کسی نے چادر کو چاک کرکے مجمع کے سروں سے کھینچ لیا۔

اُمتِ محمدیہ کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اذان میں خدائے پاک اور سرکارِ دوعالم ختم المرتبتؐ کا نام نامی اور اسم گرامی بھی آتا ہے اس کانگریسی مُلّا کے نور کی چادر کا اندازہ لگائیے جو اذان دے کر مؤذن نے چاک کر ڈالی یہ بات مفتیان عظام اور علمائے کرام پر چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ ان الفاظ کی روشنی میں جماعت اسلامی کے "ایشیا" کے ایڈیٹر نصراللہ خان عزیز کی حیثیت کا کیا تعین کرتے ہیں۔ ہم ایسے گنہگاروں کے نزدیک ایسا کلمہ کلمۂ کفر سے کم نہیں۔ لیکن چونکہ یہ بات ایک مولانا نے کہی ہے علمائے کرام ہی اس کا نوٹس لیں تو بہتر ہوگا۔ (مرتّب)

جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۳۹ و ۴۰ و ۴۳

مولانا نصراللہ خان عزیز

مولانا نصراللہ خان عزیز ایک زمانہ میں بجنور کے مشہور کانگریسی اخبار مدینہ کے ایڈیٹر تھے جو قیام پاکستان "آزادی ہند" سے پہلے کانگریسی مسلمانوں کا سب سے زیادہ با اثر اخبار تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے مولانا نے مسلم لیگ کو ناکام بنانے کی جو کوشش کی اس کے لیے مدینہ کے فائل کا مطالعہ بڑا سبق آموز ہوگا۔ آج کانگریس کی عملی پالیسی نے مدینہ اور الجمعیتہ دونوں کا رنگ ایک حد تک بدل دیا ہے لیکن یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہ مولانا عزیز اور اُن کے ساتھی آج بھی اپنی کوششوں پر نازاں ہیں جو انھوں نے لیگ کی ناکامی اور کانگریس کی کامیابی کے لیے کیں۔ (اور پھر بیٹھے بھی ہیں تو فاقستان لنگڑے پاکستان میں) جماعت اسلامی کراچی کے اخبار جہان نو میں یکم دسمبر ۱۹۴۹ء کو آزادی بھارت اور مشرقی پنجاب دہلی وغیرہ میں مسلمانوں کے قتل عام کے ڈھائی سال بعد۔

جماعت کے ایک سرگرم کارکن

جماعت کے ایک سرگرم کارکن اور کوثر کے ایڈیٹوریل بورڈ کے رکن کا مضمون "مولانا نصراللہ خان عزیز" کے متعلق شائع ہوا۔ اُس میں وہ لکھتے ہیں :-

اس اہم ترین مورچے کا کماندار نصراللہ خان عزیز تھا۔ عزیز ارض پاک کا سب سے بڑا صحافی۔ یہ عزیز کماندار مجھے کئی سال پہلے بھی عزیز رہ چکا تھا جب یہ آزادی پسند صفوں میں شریک تھا۔ اور "مدینہ" بجنور کے ذریعہ مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں حصّہ لینے کی دعوت دے رہا تھا اس عقیدت کو استوار کرنے میں سب سے زیادہ "مدینہ" کا حصّہ تھا۔ اس کا ایک ایک ورق پڑھتا اور اس کے استدلالی ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہم جماعت ساتھیوں سے ذہنی کشتی لڑا کرتا۔ ان دنوں قائداعظم[1] مرحوم کے اعجاز سے مسلم لیگ کے قالب میں از سرِ نو جان پڑ چکی تھی۔ اور یہ سالوں کا مُردہ چاق و چوبند ہو کر آزادی پسند جماعتوں سے پنجہ کرنے لگا تھا۔ سب سے بڑا معرکہ بجنور کی سرزمین میں ہوا تھا۔ یوپی اسمبلی کی نشست کے لیے کانگریس کے ٹکٹ پر حافظ محمدؐ ابراہیم کھڑے ہُوئے تھے اور مسلم لیگی اُمیدوار مولوی عبدالسمیع تھے۔ حافظ محمدؐ ابراہیم کو شکست دینے کے لیے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے گوشوں سے بڑے بڑے لیڈر پہنچ چکے تھے۔

معرکہ حق و باطل

مولانا ظفر علی خان نے اس کو "معرکہ حق و باطل" کا نام دے کر ایک نظم بھی کہی تھی جس کا قافیہ اور ردیف "ابراھیم ادھر اور تسنیم ادھر" وغیرہ تھی۔ جب اس معرکہ کا نتیجہ نکلا تو ہماری خوشی کا ٹھکانا نہ تھا حافظ ابراہیم دو ٹوں کی

---

[1] قائداعظمؒ کے نام پر رحمۃ نے لکھا ہے یہ نہ سمجھ لینا کہ کہیں ان کانگریسی ملاؤں کو توفیق ہوئی ہو کہ انھوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اب تو ہم اُسی کے حاصل کردہ پاکستان میں رہتے ہیں۔ کم از کم اعتراف حقیقت کے طور پر ان کا احترام کریں تو بہ توبہ ؟

بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیے تھے۔ اس مسرت انگیز خبر کے ساتھ مدینہ آیا۔ پہلے ہی صفحہ پر حافظ محمدؐ ابراہیم کی کامیابی پر نصراللہ خاں عزیز کی نظم تھی۔ مولانا ظفر علی خان کی نظم کی زمین میں اُسی قافیہ اور ردیف کی پابندی کے ساتھ بہت ہی دلچسپ اور وجد انگیز تھی اور بگڑی اُچھال اخبارات کی اصطلاح میں مولانا کی نظم کا "دندان شکن" جواب تھی۔ اُس روز نہ جانے کتنی ہی بار اس نظم کو دُہرایا۔ یہاں تک کہ وُہ میرے ذہن پر نقش ہو گئی اور آج بھی جب کہ کتنی حسین یادیں ماضی اپنے ساتھ دفن کر چکا ہے اس نظم کا آخری شعر میرے ذہن سے چمٹا ہوا ہے۔

ساکنانِ خطۂ بجنور نے دکھلا دیا

دشمنانِ ملک کی ہوئی نہیں تعظیم اِدھر

دُوسرا کانگریسی مُلاّ

قارئین اس دُوسرے کانگریسی مُلاّ کو بھی جماعت اسلامی میں دیکھ رہے ہیں خدا جانے اور کتنے تحریک حصول پاکستان کے بدترین مخالفین ہیں جو یہ اسلام کا مقدس لباس اوڑھ کر مقدسین وصالحین کے رُوپ میں آج بھی پاکستان دشمنی کے لیے طرح طرح کے منافقانہ حربے استعمال کر رہے ہیں اور خدا کی شان ہے کہ یہ پاکستان دشمن پاکستان ہی میں بیٹھ کر اپنی پاکستان کی کی ہوئی مخالفتوں پر نازواداسے اتراتے نظر آتے ہیں کیا اب بھی حکومت پاکستان یہ منظرِ عام پر لائے گی کہ یہ جنھیں نصراللہ خان عزیز کانگریسی جن جواب اسلامی بوتل میں پڑے ہوئے ہیں۔ جن کو یہ پہلے بھی عزیز تھے یہ کون ذات شریف ہیں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر حکومت کے کارکنان قضا و قدر دیانت دارانہ طور پر کھوج لگائیں تو اس جماعت اسلامی کے پردہ میں پاکستان کے مخالف ملاؤں کی اچھی

خاصی کھیپ کا پتہ چل سکے گا۔ جو آج بھی پاکستان میں اسلام کے نام پر پاکستان کو کھوکھلا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہے کیا اربابِ اقتدار و اختیار ہماری اس درخواست پر غور فرمائیں گے؟ (مرتب)

"جماعت اسلامی پر ایک نظر" جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے صفحہ ۴۰ و ۴۱ پر رقمطراز ہیں :۔

"پنجاب میں مسلم لیگ یونینسٹ کشمکش اور کوثر کا رویہ" کے عنوان سے

بیکار اور آرام طلب لوگوں کی جماعت

اسلامی جماعت کے راہنما لیگ کو بیکار اور آرام طلب لوگوں کی جماعت کہتے تھے "جن کی بزدلی" پر بقول مولانا مودودی صاحب دشمنوں کو بھی پورا پورا اعتماد ہے[1]:۔

وہ جیل میں جانے اور لاٹھیاں کھانے سے ڈرتے ہیں لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جب پنجاب میں مسلم لیگ کے لیڈر جیل جانے اور "لاٹھیاں کھانے پر تُل گیے تو کوثر پھر بھی اس تحریک کے نکتہ چینوں میں پیش پیش تھا۔

ع میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

پنجاب مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی کو پاکستان کے حصول میں جو اہمیت حاصل ہے اس سے سیاسی مورخ ناواقف نہیں ہندو اور سکھ جانتے تھے کہ جب تک پنجاب کی گدی پر مسلم لیگ کے دشمن ملک خضر حیات خان ٹوانہ قابض ہیں۔ اس صوبہ کے پاکستان میں شامل ہونے بلکہ پاکستان کے بننے کا کوئی امکان نہیں مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی غداری اور اسلام دشمنی کے اس سنگ گراں کو پاش پاش کرنے کے لیے شروع ہوئی اور مسلم جمہور کے زورِ بازو سے جو کامیابی

---

[1] موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ دوئم صفحہ ۲۲۳۔

حاصل ہوئی وہ صوبے کے باشندوں اور مسلم لیگ کے لیے باعث فخر ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قائد اعظمؒ کے تدبر سے پاکستان کا حصول زیادہ تر تو کاغذی کارتوسوں کی مدد سے یعنی سیاسی اور تدبیری (TACTICAL) طریق کار سے ہو گیا۔ لیکن پنجاب میں حصول مقصد کے لیے مسلم لیگ کو حکومت کے خلاف صف آرا ہونا پڑا اور وہ بھی ایسی حکومت کے خلاف جو اپنی بے آئینی اور جبر و تشدد کے لحاظ سے غیر منقسم ہندوستان کی سب صوبجاتی حکومتوں سے بڑھ چڑھ کر تھی لیکن قوم نے اپنی تنظیم، ایثار اور ہمت و جرأت سے سب مشکلوں پر غلبہ پا لیا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔ زعمائے قوم نے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کسی قربانی کے اہل نہیں قوم کی آواز پر لبیک کہا اور ہر طرح کی سختیاں اور ذلتیں برداشت کیں۔ قوم کی معزز اور پردہ دار خواتین نے اس تحریک آزادی میں پورا حصہ لیا اور ظلم و ستم اور اسلام دشمنی کے قلعہ کو مسمار کرنے کے لیے وہی کچھ کیا جو قرون اولیٰ میں عرب عورتیں کفار کے ساتھ جنگ کے دوران میں کیا کرتی تھیں۔ مسلمانوں میں سول نافرمانی کی یہ پہلی تحریک تھی غیر جانبدار مبصرین کا قول ہے کہ جس منظم اور مؤثر طریقے سے مسلمانوں نے یہ تحریک چلائی اس کی مثال باردولی کی سول نافرمانی میں بھی نہیں ملتی جیسے ستیہ گرہ کے تجربہ کار ماہرین نے چلایا۔ پانچ ہی ہفتوں میں ہندوستان کی سب سے مستحکم اور جابر حکومت کا نظام درہم برہم ہو گیا اور اُسے مسلم لیگ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو حضرات مدینہ اور الجمعیتہ میں مسلم لیگ کی کم ہمتی کی نوحہ خوانی کرتے نہ تھکتے تھے جن کے خیال میں لیگی لیڈر قوم کے لیے اپنا بال تک بیکا ہونا گوارا نہیں کر سکتے تھے وہ اس صورت حال سے خوش ہوئے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ کوثر کے صفحات دیکھیے ملک خضر حیات خان اور اُن کی یونینسٹ حکومت کی کسی

بات کے خلاف اس تحریک سے پہلے اس کے دوران یا اس کے بعد ایک حرف نہیں ہاں مسلم لیگ کی تحریک کے خلاف جا بجا مخالفانہ اور معاندانہ اظہار خیال ہے۔ بلکہ علما کو تلقین ہے کہ وہ اس جہاد حریت کے خلاف صف آرا ہوں۔

۲۱ فروری ۱۹۴۷ء کو ثر" میں یونینسٹ گورنمنٹ کے منظور نظر انقلاب سے ذیل کی عبارت نقل ہوتی ہے۔

جلوسوں کو دیکھ کر شرم سے گردن جھکا لینے پر مجبور

کیا تحریک چلانے والوں سے یہ عرض کرنے کی ضرورت ہے کہ صحیح الخیال اور راسخ العقیدہ اور غیرت مند مسلمان عورتوں کے جلوسوں کو دیکھ کر شرم سے گردن جھکا لینے پر مجبور ہیں۔ ہماری برقعہ پوش بہنیں اور بعض بے پردہ عورتیں جلوسوں میں نکلتی ہیں سڑکوں پر پھرتی ہیں۔ نعرے لگاتی ہیں اور بعض جوش آکر برقعے بھی اٹھا دیتی ہیں اور اس طرح ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں کا نشانہ بنتی ہیں جو اس قسم کے جلوسوں سے وابستہ ہیں۔ کوثر علمائے کرام کو طعنہ دے کر گرماتا۔ اور ابھارتا ہے کہ تحریک کے خلاف میدان میں آئیں۔

ملاحظہ ہو:۔

مستورات وہ علمائے کرام ہیں

ہمارے نزدیک مستورات وہ علمائے کرام ہیں جو الیکشن کے زمانے میں تو اپنے علم و تقوی اور درس و تعلیم کے گوشوں سے نکل کر منبر و محراب میں جلوہ گر ہو گئے تھے۔ مگر اب اسلامی اخلاق اور وقار کو سر بازار رسوا ہوتے دیکھتے ہیں اور اپنے حجروں میں اس طرح دبکے ہیں گویا مستورات ہیں جن کا گھروں سے باہر نکلنا شرعاً ممنوع ہے۔ بڑے بڑے مدعیان توحید و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پر کہنے والے کا منہ نوچ لیا کرتے تھے اب نعرۂ حیدری یا علیؓ کا غلغلہ سنتے ہیں اور

کس سے مس نہیں ہوتے بلکہ اس سیلاب میں اپنی لیڈری کی کشتی کو بے بسی کے ساتھ بہائے چلے جا رہے ہیں۔

کانگریسی جن اسلامی بوتل میں

"یہ کانگریسی جن" جس کو مولوی مودودی صاحب نے اسلامی بوتل میں بند کر رکھا ہے جب بھی نمودار ہوتا ہے تو مسلمانوں کے مفاد اور اسلامی روایات کے خلاف بدتمیزیوں کے طوفان اٹھاتا ہے، ہنگامے برپا کرتا ہے۔ کانگریس کی بہت سی تحاریک میں ہندو مسلم عورتوں نے حصہ لیا اس مسلم کُش مُلّا کے قلم سے آجتک ایک سطر اس کے خلاف نہ نکلی لیکن جب

حضرت علیؓ کے نام اور اذان سے چڑ

مسلمان غیرت مند عورتوں نے اپنے عزت نفس کے لیے جہاد حریت و آزادی کے لیے جو تحریکِ حصول پاکستان کے لیے تھی سرگرم حصہ لیا تو اسے تکلیف سی ہوتی ہے اور یہ علمائے کرام کو کبھی مستورات ہونے کا طعنہ دے کر اور کبھی یا علیؓ کے نعرہ سے خشمگین اور ناراض ہو کر مسلمانوں عورتوں کی اس نیک جد و سعی کے خلاف اُبھارتا ہے ناظرین کرام حافظہ میں اس کانگریس مولوی کی یاد تازہ کرلیں یہ وُہی ذات شریف ہے جن کو صرف جناب سیدنا حضرت علیؓ کے نام گرامی سے چڑ نہیں بلکہ اذان سے بھی نفرت ہے کیونکہ جلیانوالہ باغ امرتسر میں جلسہ کے موقع پر ان مولوی صاحب کے نزدیک مؤذن کی اذان نے جب مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو چند منٹ کے لیے تقریر سے روک دیا تھا تو وہ کُور کی چادر جو مجمع پر چھائی ہوئی تھی چاک کر دی تھی ہمارا دعوئی ہے کہ اس صحافی کی کانگریسی ذہنیت ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی ہے اور یہ موقع پا کر اب بھی پاکستان کے ہر تعمیری پروگرام کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ (مرتب)

جماعت اسلامی کی تاریخ قیام پاکستان کے بعد

مولانا مودودی نے اپنے پیروؤں کو تحریک پاکستان سے علیحدہ رہنے کی ہدایت کی بلکہ پاکستان اور لیگ کے خلاف زوردار طریقے سے اظہار خیال کیا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کی ہمیں کوئی تحریری شہادت نہیں ملی جس سے یہ ظاہر ہو کہ ان کا ارادہ ہندوستان کا قیام ترک کر کے پاکستان آنے کا تھا۔ غیر منقسم ہندوستان میں ترجمان القرآن کا آخری پرچہ جون ۱۹۴۷ء کا ہے اس میں مولانا کی ایک تقریر درج ہے جس میں فرماتے ہیں:۔

مودودی صاحب کی فکری نمود

میں آپ لوگوں سے اکثر کہتا رہا ہوں کہ اسلامی انقلاب پیدا کرنے کا جتنا امکان مسلم اکثریت کے علاقوں میں ہے قریب قریب اتنا ہی امکان غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں بھی ہے۔ میری اس بات کو بہت سے لوگ ایک غرقِ تخیل آدمی کا خواب سمجھتے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ غالباً یہ تصوف کا کوئی نقطہ ہے۔ جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

اسی تقریر میں آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

آنے والے دور میں

"آنے والے" اس دور میں ہندوستان اور مسلم ہندوستان کے حالات بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے اور چونکہ ہمیں دونوں علاقوں میں کام کرنا ہوگا اس لیے ہمیں بھی اپنی تحریک کو دو مختلف طریقوں پر چلانا پڑے گا۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا

مولانا مودودی کے تو یہ ارادے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

۱۵ ؍اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی ملی اور بہت سے خدشات و خطرات جن سے سرسید کے وقت سے مسلمان زعماء ڈر رہے تھے اور جن سے بچنے کے لیے انھوں نے پہلے مسلمانوں کے حقوق اور دُوسرے تحفظات اور پھر پاکستان پر زور دیا تھا۔ حقیقت بن کر سامنے آگیے اور مشرقی پنجاب تو ایسا میدان حشر بنا کہ وہاں جماعت اسلامی کا کام کرنا تو ایک طرف کسی مسلمان کا زندہ بچ رہنا بھی مشکل ہو گیا چنانچہ جماعت کے اراکین وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ یہ فوجی حفاظت میں لاہور پہنچائے گیے اور اسلامیہ پارک پُونچھ روڈ میں جماعت کا مرکز قائم ہوا۔ (جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۴۴ و ۴۵)

صفحہ ۴۷ پر رقمطراز ہیں :۔

نوائے وقت ۳ ؍ستمبر ۱۹۴۸ء

"نوائے وقت" کی اشاعت ۳ ؍ستمبر ۱۹۴۸ء میں لکھا ہے کہ "سول سکریٹریٹ" کے ایک اسسٹنٹ کو اس بنا پر معطّل کر دیا گیا ہے کہ اس نے پاکستان سے وفاداری کا حلف اُٹھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں اس صورت میں پاکستان کا وفادار رہ سکتا ہوں۔ جس صورت میں اس کا نظامِ حکومت شرعی ہو۔

جہادِ کشمیر کی مخالفت

مسئلہ حلف وفاداری پر اسلامی جماعت نے جو روش اختیار کی اس نے گورنمنٹ کو چوکنا کر دیا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ کشیدگی جہاد کشمیر کے متعلق مولانا مودُودی کے ایک بیان سے ہُوئی اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ مئی ۱۹۴۸ء کے دُوسرے ہفتے میں مولانا جماعت اسلامی سرحد کے اجتماع پر پشاور گیے۔ وہاں ان دنوں جہاد کشمیر کا بڑا چرچا تھا۔ قبائلی مجاہد پشاور سے گذر کر پُونچھ اور کشمیر کے دُوسرے مقامات کو جا رہے تھے۔ مولانا کے قیام دوران میں آزاد کشمیر

گورنمنٹ کے ایک بہی خواہ نے اس زعم نیں کہ الجہاد فی الاسلام کے مصنف کو جہاد سے خاص دلچسپی ہوگی اوران کی رائے سے آزاد کشمیر گورنمنٹ کو اپنے مقصد یں مدد ملے گی۔ مولانا سے جہاد کشمیر کے متعلق استفسار کیا مولانا نے کچھ تامل کے بعد جہاد کشمیر کی نسبت فرمایا پاکستان کے باشندوں کے لیے اس یں حصّہ لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اُن کی نمائندہ حکومت اور حکومت ہند کے درمیان معاہدانہ تعلقات ہیں۔ مستفسر[1] یہ جواب سُن کر ششدر رہ گیا اور فریقین یں کچھ تلخ سی بحث ہوئی۔ پشاور کے ایک مقامی اخبار یں گفتگو کا کچھ حصّہ شائع ہوا اور چند روز بعد لاہور کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ جس کا مالک ایک ہندو اور ایڈیٹر انگریز تھا۔ مولانا کی اس رائے کو خوب اُچھالا حتیٰ کہ مولانا کے اپنے بیان کے مطابق کشمیر کے متعلق اُن کے بیانات کو جموں ریڈیو آل انڈیا ریڈیو اور شیخ عبداللہ کی حکومت نے بہت غلط معنی پہنا کر نشر کیا اور اس سے جموں و کشمیر کی آزادی کے لیے لڑنے والوں کو نیز اہل کشمیر کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی۔

جماعت اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت نے نہایت بھونڈے انداز یں مولوی مودودی صاحب کی اس غلطی کو سازش کا لبادہ اوڑھانے کی ناکام کوشش کی۔

آگے چل کر صفحہ ۴۹ پر رقمطراز ہیں :۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ پشاور یں کوئی سازش تھی تو ترجمان القرآن کا مضمون لکھتے وقت مولانا کس سازش کا شکار ہوئے تھے۔ کیونکہ جو رائے مولانا سے پشاور یں منسوب کی گئی تھی۔ ترجمان القرآن یں بھی عین اُسی رائے کا اظہار ہے اور پھر مولانا کی فہم و فراست کے متعلق کیا کیا جائے کہ جو معمولی سرکاری ملازموں کی سازشوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

---

[1] جماعت اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت نے جو پمفلٹ شائع کیا ہے اس یں لکھا ہے کہ مستفسر آزاد کشمیر گورنمنٹ کے نشرواشاعت کے انچارج جناب نبی بخش نظامی تھے۔

"جماعت اسلامی پر ایک نظر" صفحہ ۵۰ و ۵۱ پر رقمطراز ہیں:۔

جہاد کشمیر کی نسبت

جہاد کشمیر کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ اُصول کی رُو سے تھا۔ ہمارے خیال میں اُن کی رائے نہ صرف غلط بلکہ حالات اور زمانے کے اعتبار سے شدید طور پر مفسدانہ تھی۔

مولانا کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ وہ ان معاہدات کی بنا پر جو حکومت ہندوستان سے دُوسرے شعبوں میں ہوئے پاکستان کو پابند سمجھتے تھے کہ وہ اس مسئلے میں بھی جس کے متعلق کوئی معاہدہ نہیں بلکہ علانیہ اختلاف ہے مخالفانہ کارروائی نہ کرے وہ یہ کہتے تھے کہ دو قوموں کے درمیان چند معاملات میں معاہدانہ تعلق اور ایک یا دو معاملوں میں جنگ کا قیام ایک ایسی متناقض بات ہے جس کا کوئی معقول آدمی تصور نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں یہی حالت تھی۔ حکومتوں کے درمیان "معاہدانہ تعلقات" کسی صورت میں دشمنی کی گنجائش نہ ہوتی تھی لیکن اب بین الاقوامی تعلقات اس قدر پیچیدہ ہو گیے ہیں کہ شاید اس زمانے میں جب حکومت برطانیہ اور جرمنی میں باقاعدہ جنگ ہو رہی تھی اور فریقین کے ہوائی جہاز بم بازی سے ایک دوسرے کے وُجود کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت بھی کئی معاملات ایسے تھے۔ جن میں ان کے آپس میں معاہدے تھے اور بالخصوص کئی بین الملّی معاہدات (INTERNATIONAL-CONVENTIONS) ایسے ہوں گے۔ مثلاً زہریلی گیس کے متعلق معاہدہ۔ ریڈ کراس وغیرہ جن پر دونوں کے دستخط تھے اور دونوں حکومتیں عامل تھیں۔ اہل پاکستان نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ مغربی جرمنی سے پاکستان کی تجارت ۱۹۴۹ء کے آخر سے باقاعدہ ہو رہی تھی لیکن جرمنی سے اختتام جنگ کا اعلان جنوری ۱۹۵۱

میں ہُوا اور جرمنی اور امریکہ کے درمیان تو اس کے بعد قانونی طور پر جنگ کی حالت رہی لیکن تجارت جاری تھی۔

واقعات کو مُلّایانِ مکتب کی عینک سے دیکھیں

حقیقت یہ ہے کہ اگر واقعات کو فقط اہلِ معقولات کی منطق اور مُلّایانِ مکتب کی عینک سے دیکھیں تو یہ صورتِ حالات ضرور عجیب معلوم ہوتی ہے لیکن عملی زندگی ایک بڑی پُرپیچ وادی ہے اس میں عجیب و غریب حالات اور پیچ در پیچ مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ ہاں اگر حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اور زندگی کو فقط مُدرّسانہ منطق کی روشنی میں دیکھیں تو واقعات کا اندازہ کچھ سے کچھ ہوتا ہے۔

مودُودی صاحب معاہدات کو توڑ دینے کے بھی قائل ہیں اس کا ثبوت اس کتاب میں کہیں نہ کہیں آپ کی نظر سے گذرے گا جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں مودُودی صاحب پیکرِ تضادات ہیں رہا جہادِ کشمیر کی مخالفت کا سوال تو انھیں یہ بیماری سی لاحق ہوگئی ہے۔ کہ وہ مسلم لیگی قیادت کی مخالفت تو جا بجا کرنا فرضِ حیات سمجھتے ہیں۔

دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد
دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد (مرتب)

صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں :-

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

مولانا کی رائے سے جن علما نے اختلاف کیا ان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت بلحاظ علم و فضل تقویٰ سب سے بلند تھی۔ ان کے علاوہ مولانا محمد نور الحق علوی اور متعدد بزرگوں نے بھی مولانا کے فتوے سے شرعی دلائل کی بنا پر اختلاف

کیا بلکہ بعض خطیب صاحبان نے تو مسجدوں کے منبروں پر چڑھ کر لوگوں کو مولانا کے قتل پر اُبھارا[1]۔ اخبارات نے بھی عام طور سے مولانا کی رائے پر شدید نکتہ چینی کی اور حکومت کو مشورہ دیا کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ جمہور کی رائے سے مولانا متأثر نہ ہوئے۔

امیر و امام جماعت اسلامی کا فرمان

ایسے رائے عام کی تائید میرے لیے ذرہ برابر بھی مفید نہیں ہے جو نعرہ تو اسلامی حکومت کا لگائے۔ مگر جب اس کی خواہش کے خلاف کوئی حکم شرعی اُسے سنایا جائے تو وہ اس پر چیں بہ جبین ہی نہ ہو بلکہ کہنے والے پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ شروع کر دے[2]۔

شرعی مسئلہ

امیر جماعت نے اپنے پچھلے بیانات میں جو شرعی مسئلہ بیان کیا تھا وہ اس حالت سے متعلق تھا۔ جب کہ سرکاری طور پر اس امر کا کوئی اقرار و اظہار نہیں ہوا تھا کہ پاکستان کی فوجیں حدود کشمیر میں موجود ہیں۔ اب ۷ ستمبر کو مجلس اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن سے حکومت پاکستان کی جو مراسلت شائع ہوئی ہے اور وزیر خارجہ پاکستان نے ۸ ستمبر کو جو بیان دیا ہے اس میں اس امر کا واضح اقرار و اظہار موجود ہے اور حکومت ہند بھی اس پر مطلع ہو چکی ہے اس بنا پر اس کا شرعی حکم بھی وہ نہیں ہوگا جو پہلے تھا۔ .. ... اس انکشاف کے بعد امیر جماعت اور مجلس شوریٰ کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اب معاہدانہ تعلقات کے باوجود پاکستان کے لیے جہاد کشمیر میں جنگی حصہ لینا بالکل جائز ہے[3]۔

---

[1] مولانا مودودی کی نظربندی و شعبہ نشرواشاعت اسلامی جماعت صفحہ ۱۱۔

[2] ترجمان القرآن بابت ماہ جون ۱۹۴۸ء؛ [3] مولانا مودودی کی نظربندی شعبہ نشرو اشاعت اسلامی جماعت صفحہ ۱۲؛

رائے بدلنے پر مجبور کیا

معلوم ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے اراکین نے مولانا کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور کیا ورنہ کمیشن کی مراسلت کی اشاعت سے وہ شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں جن پر مولانا کو اصرار تھا۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس سے بارہ تیرہ روز پہلے مولانا نے توضیحی مضمون میں کہا تھا۔

"... لیکن جب تک حکومت ہند اور حکومت پاکستان کے درمیان معاہدانہ تعلقات قائم ہیں۔ میں براہ راست جنگی کارروائی میں ان کی شرکت کو جائز نہیں سمجھتا شریعت کے احکام میری دانست میں یہی ہیں اور اس کے خلاف جو دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ ان سے میرا اطمینان نہیں ہو سکا"[1]

ترجمان القرآن میں اُنھوں نے لکھا:۔

دو قوموں کے درمیان معاہدانہ تعلق

دو قوموں کے درمیان چند معاملات میں معاہدانہ تعلق اور ایک یا دو معاملوں میں حالت جنگ کا قیام ایک ایسی متناقض بات ہے جس کا کوئی معقول آدمی تصوّر نہیں کر سکتا۔ معاہدانہ تعلقات خواہ کسی نوعیت کے ہوں بہرحال اس امر کو مستلزم ہیں کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے خلاف جنگی کارروائی نہیں کریں گی۔ کسی امر میں اگر ان کے باہم نزاع ہو۔ تو جب تک معاہدانہ تعلقات قائم ہیں۔ اس نزاع کو پُرامن طریقہ سے سلجھانے کوشش کی جائے گی اور اگر وہ کسی طرح نہ سلجھ سکے تو جنگ کا فیصلہ کرنے سے پہلے ان تمام دوستانہ تعلقات کو ختم کرنا ہوگا جو ان کے درمیان قائم تھے"[2] (جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۵۳ و ۵۴ و ۵۵)

ظاہر ہے کہ اس امر کے تسلیم کر لینے سے کہ کشمیر میں پاکستان کی فوجیں ہیں۔

---

[1] رسالہ مولانا مودودی کی نظربندی صفحہ ۱۰ [2] ترجمان القرآن بابت جون ۱۹۴۸ء

دوسرے معاملات میں حکومت ہند اور حکومتِ پاکستان کے درمیان "معاہدانہ تعلقات" ختم نہیں ہوگئے تھے بلکہ وزیر خارجہ کے اعلان سے چند معاملات میں معاہدانہ تعلق اور ایک یا دو معاملوں میں حالت جنگ کا قیام" سے وہ "متناقض بات" پیدا ہوگئی تھی جس کا بقول مولانا کوئی معقول آدمی تصور نہیں کر سکتا تھا۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

فوجی بھرتی اور جماعت اسلامی

حلفِ وفاداری اور جہاد کشمیر کے علاوہ حکومت اور جماعت کے درمیان کشیدگی کا تیسرا سبب فوجی بھرتی کے متعلق جماعت کا نقطۂ نظر تھا۔

عام مسلمانوں کو شکایت

اسلامی جماعت سے عام مسلمانوں کو بڑی شکایت یہ تھی[1]۔ کہ جب تک انگریزوں کی حکومت تھی۔ تو مودودی صاحب کے ہمدرد و معاون اور معتقد سرکاری افسر اور اہلکار انگریزی حکومت کی وفادارانہ خدمت کرتے رہے اور مودودی صاحب نے انہیں اس سے نہ روکا نمائشی پراپاگنڈہ دوسری چیز ہے۔ مگر کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے بعض اعلیٰ افسر مودودی صاحب کے معاون و سرپرست تھے اور مودودی صاحب کو اُن سے مالی اعانت بھی ملتی رہی۔ حیرت ہے کہ جب انگریزی راج تھا مودودی صاحب نے نہ تو یہ فتویٰ دیا کہ لڑائی کے لیے فوج میں بھرتی حرام ہے اور نہ یہ اعلان کیا کہ میرے معاونوں اور مُریدوں کو انگریزی حکومت سے بغاوت کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ لیکن پاکستان میں آکر انھوں نے اپنا معیار رکھا اس ڈھنگ کا بنایا کہ پاکستان کے انتہائی مشکلات کے دَور میں بھی قدم قدم پر ان کا حکومت سے تصادم ناگزیر

---

[1] نوائے وقت ۳ ستمبر ۱۹۴۸ء۔

ہوگیا۔ اب وہ اس امر پر مصر تھے کہ جب تک حکومت اسلامی نہ ہو جائے اس کے ساتھ پوری وفاداری بلکہ اس کی فوجی ملازمت بھی ممنوع ہے۔

حلف وفاداری

حلف وفاداری کے مسئلہ پر حکومت پنجاب سے اُن کی چپقلش اسی بنا پر ہوئی اور فوجی بھرتی کا قضیہ بھی اسی وجہ سے پیش آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فوج میں جماعت اسلامی کے ارکان کی شمولیت پر مجلس شوریٰ نے ۱۰/اپریل ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں کوئی فیصلہ کیا تھا جس کی روشنی میں قیم جماعت نے چند ماہ بعد ایک خط کے جواب میں لکھا کہ موجودہ حکومت پاکستان غیر اسلامی ہے اس لیے ہم مسلمانوں کو اس کی فوج یا ریزرو دستوں میں بھرتی ہونے کا مشورہ نہیں دے سکتے[۱]۔

جب اس پر اخبارات میں لے دے ہوئی۔ تو قائم مقام امیر جماعت اسلامی مولانا عبدالجبار غازی نے کہا کہ یہ احکام ارکان جماعت کے لیے ہیں۔ عوام کا مسئلہ ان کی صوابدید پر ہے۔

اقامتِ دین کی جدوجہد

ارکان جماعت کے لیے ہماری ہدایت یہ ہے کہ وہ اپنی توجہات کو اصلاً اقامت دین کی جدوجہد پر مرتکز رکھتے ہوئے دفاع کے مختلف کاموں کی تربیت حاصل کرنے میں پورا پورا حصہ لیں۔ عملاً دفاع کی ضرورت پیش آجانے پر ارکان کو بھی بہرحال فوج کے اندر شامل ہوکر ہی فرض ادا کرنا ہوگا۔ لیکن فوج میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے ان کو شمولیت کا مشورہ ہم صرف اس صورت میں دے سکتے ہیں۔ جب کہ حکومت ریاست اور فوج کے اسلامی ہونے کا

[۱] نوائے وقت ۳۱/اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

دستوری اعلان کر کے گومگو کی موجودہ حالت کو ختم کر دے۔[۱]

مولانا مودودی صاحب گومگو میں تو آپ اور آپ کے رفقا ہیں اگر یہ اسلام کے نام لیواؤں کی حکومت نہیں تھی تو پٹھانکوٹ دارالسلام سے کس وجہ سے یہاں بھاگ آئے تھے؟ باقی رہا اسلامی انقلاب مکمل طور پر تو یہ شبا شب نہیں آجایا کرتا۔

خدا سے دعا کرکے اقبالؒ کے نورِ بصیرت سے کچھ حصہ مانگو یقیناً ان کی دعا اللہ تعالیٰ نے منظور کرلی ہے۔

میرا نورِ بصیرت عام کردے

کاش آپ کو مانگنے کا طریقہ آجائے اور اللہ سے مانگ سکو۔ (مرتب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

فوجی ملازمت سے باز رہنے کی ہدایت

چونکہ اس خط میں ارکان جماعت کو بعض شرائط پورے ہونے تک فوجی ملازمت سے باز رہنے کی ہدایت تھی۔ اس لیے حکومت نے جماعت اسلامی کے رسالہ "جماعت اسلامی اور دفاع پاکستان" کو جس میں اس طرح کا اظہار تھا ضبط کرلیا۔ قومی اخبارات نے بھی اس پر کڑی نکتہ چینی کی بالخصوص "نوائے وقت" نے متعدد مقالے لکھے اور بتایا کہ جماعتِ اسلامی پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ایک مقالے کا عنوان تھا۔

فوج کے بغیر دفاع

اس میں لکھا تھا جماعت کے ارکان کہتے ہیں کہ جہاں تک دفاعی سرگرمیوں کا تعلق ہے۔ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کے لیے آمادہ ہیں۔ مگر حکومت کی فوج

[۱] ملاحظہ ہو رسالہ مولانا مودودی کی نظر بندی صفحہ ۱۵۔

اور ریزرو آرمی میں بھرتی کا مشورہ دیتے ہوئے وُہ معذور ہیں یہ پوزیشن بے حد احمقانہ اور خطرناک ہے۔ سوال یہ ہے کہ فوج کے بغیر ملک کے دفاع کی کیا تدبیر ممکن ہے اور وہ کونسی حکومت ہے جو فوج یا ریزرو آرمی کے بغیر ملک کو دشمن سے بچا سکتی ہے۔

ایک اور مقالہ کا عنوان تھا:۔

مسئلہ دفاع اور فوجی بھرتی

اس میں انہی خیالات کا اظہار تھا لیکن اس سے بھی زیادہ تفصیلی بحث ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۸ء کے ایک ایڈیٹوریل میں کی گئی تھی جس کے اختتام پر ایڈیٹر نے لکھا:۔

افسوس صد افسوس کہ ہندوستان میں تو مولانا حسین احمد مدنی مولانا ابوالکلام آزاد مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا احمد سعید مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ حکومت ہند سے دل وجان کے ساتھ تعاون کریں مگر پاکستان میں اسلامی حکومت اور اسلامی نظام کے داعیوں کا طائفہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہا ہے۔ کہ موجودہ حکومت غیر اسلامی اور موجودہ نظام کافرانہ ہے۔ لہٰذا دین میں تعریف کیے بغیر اس سے تعاون ناممکن ہے۔ گویا اگر اس عدم تعاون کے طور پر خدا نخواستہ پاکستان ختم ہو جائے تو پھر یہاں اسلامی نظام رائج ہو جائے گا۔

جماعت اسلامی ہندوستان میں بھی ہے اور اس کے امیر بھی مودودی صاحب ہی ہیں یہ کیا بات ہے کہ ان کے سارے فتوے پاکستان کے لیے وقف ہیں؟

غدار اور دشمن کے ایجنٹ

بندہ پرور! آپ غدار اور دشمن کے ایجنٹ نہیں ہوں گے مگر خود ہی انصاف فرمائیے۔ غدار اور دشمن کے ایجنٹ پاکستان کو اس سے زیادہ کیا نقصان پہنچا

سکتے ہیں؟ اگر پاکستان کی حکومت کا نظام کافرانہ حکومت غیر اسلامی تو بار بار یہ سوال دل میں اُبھرتا ہے کہ مودودی صاحب دارالسلام پٹھانکوٹ میں کیوں نہ رہے وہ تو دارالسلام تھا؟ پناہ تو پاکستان میں آکر لی جس کی عمر بھر مخالفت کرتے رہے یہ سمجھتے ہوئے کہ جائے امان ہے لیکن حسب عادت نیش زنی سے باز نہیں رہ سکتے۔

جن کی عقل پر اللہ تعالیٰ پردے ڈال دے

لیکن جس کی عقل پر اللہ تعالیٰ پردے ڈال دے کون اُسے عقل و دانش کی باتیں سمجھا سکتا ہے۔ مودودی صاحب تو پاکستان کو اپنی سابقہ روش کی تکذیب سمجھتے ہیں اس کا وجود ان کے لیے ناقابل برداشت ہے یا ماننا پڑے گا کہ عقل ہی اتنی ہے کہ سامنے مسلمان کٹتے دیکھ کر خود جان بچانے کے لیے بھاگے ایک عام عقل و سطح کا آدمی بھی سمجھتا ہے کہ کسی ملک کی سرحدوں کا دفاع کتنی اہمیت لیے ہوئے ہوتا ہے لیکن یہ عقل کے دشمن کم سواد و کم نظر باطن نقاب پوش صالحین ہیں کہ خون کے دریا تیر کر آتے مسلمانوں کو اس مظلومیت کی حالت میں دیکھ کر بھی اس جگہ کے دفاع کو جس نے انھیں پناہ دی اپنا تعاون پیش کرنا نہیں چاہتے۔

ہم اب بھی حکومت پاکستان کو دوبارہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ پتہ کرے کہ ان صالحین میں کتنے کانگرسی اور تحریک حصول پاکستان کے مخالفین ہیں جو اسلام کا نقاب اوڑھ کر پاکستان کی بیخ کنی پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

ہم ناظرین سے سوال کرتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو اس انداز سے سوچتا ہو اور باوجود اس کے کہ پاکستان کے استحکام کے لیے جان نثار کرنے سے بھی گریز کرے قدم قدم پر تعمیر و استحکام کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہو اس کو ملت پاکستان کی قسمت سونپی جا سکتی ہے؟

خدارا اب بھی ہوش کرو جن کی عقل پہلے تمہیں ٹیڑھے راستوں کی طرف اشارے کرتی رہی ہے۔ کیا وہ اب تمہاری رہنمائی صحیح منزلوں کی طرف کر سکے گی؟

تحریک حصول پاکستان کی مخالفت کے بعد مولوی مودودی صاحب کی کوتاہ نظری کج فہمی اور بے بصری پر کوئی شک باقی رہ گیا تھا جو انہیں اب آزمانا چاہتے ہو۔ رہا وہ عنصر جو پہلے قیام پاکستان کا مخالف تھا اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر جماعت اسلامی کے حصار میں بیٹھ کر پاکستانی قیادت پر کیچڑ اچھال رہا ہے تو

ذرا خدارا چشم بصیرت کھول کر رکھتا ہے بینائی۔

علامہ اقبالؒ کے اس فرمان میں ملت پاکستانیہ کے استحکام وبقا کا راز مضمر ہے۔ (مرتب)

"جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے صفحہ ۵۸ پر جناب شیخ محمد اقبال ایم۔ اے رقمطراز ہیں :-

ترجمان القرآن کا وہ پہلا نمبر پڑھیئے جو قیام پاکستان کے بعد شائع ہوا۔ اس میں سات مضامین تو ایسے ہیں جو پہلے ایک سرکاری ادارہ ریڈیو پاکستان پر تقریری صورت میں نشر ہوئے اور باقی تین حکومت کی مخالفت پر مبنی ہیں۔ ان میں سے دو حلفِ وفاداری اور جنگ کشمیر کے متعلق ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے۔ تیسرا ایڈیٹوریل ہے۔ جس کی تان اس بات پر آکر ٹوٹتی ہے کہ مسلمانوں کی "قیادت عظمیٰ" سے زیادہ نالائق اور قوم کے لیے مضر کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔ ایڈیٹوریل میں ایک عمومی تبصرے کے بعد مولانا نے سیاسی ڈرامہ کے تین اداکاروں یعنی انگریزوں، کانگریس اور مسلم لیگ کے کام کا جائزہ لیا ہے اس میں مسلمانوں کی "قیادت عظمیٰ کے متعلق فرماتے ہیں۔

اب تیسرے اداکار کو لیجیے

اب تیسرے اداکار کو لیجیے جس کا پارٹ اس ڈرامہ میں سب سے زیادہ ناکام رہا ہے۔ دس سال سے مسلمانوں کی "قیادت عظمیٰ" جس لائحہ عمل پر چل رہی تھی۔

وہ سلطان عبدالحمید خان کی سیاست سے ملتا جلتا تھا جس طرح وہ ۳۳ سال تک محض دول یورپ کی باہمی رقابتوں سے فائدہ اٹھا کر جیتے رہے اور اس دوران میں خود ٹرکی کی کوئی طاقت انھوں نے نہ بنائی جس کے بل بوتے پر وہ جی سکتا۔ اسی طرح اس قیادت کا بھی سارا سیاسی کھیل بس انگریز اور کانگریس کی کش مکش سے فائدہ اٹھانے تک محدود تھا۔ پورے دس سال میں اس نے خود اپنی قوم کی اخلاقی، مادی اور تنظیمی طاقت بنانے اور اس کے اندر قابل اعتماد سیرت پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہ نہ کی جس کی بنا پر وہ اپنے کسی مطالبہ کو خود اپنی طاقت سے منوا سکتی اسی کا نتیجہ تھا کہ جونہی انگریز اور کانگریس کی باہمی کش مکش ختم ہوئی اس قیادت عظمیٰ نے اپنے آپ کو ایسی حالت میں پایا جیسے اس کے پاؤں تلے زمین نہ ہو۔ اب وہ مجبور ہوگئی کہ جو کچھ جن شرائط پر بھی ملے اُسے غنیمت سمجھ کر قبول کرے۔ بنگال و پنجاب کی تقسیم اسے بے چون وچرا ماننی پڑی۔ سرحدوں کی تعیین جیسے نازک مسئلہ کو اسے صرف ایک شخص پر چھوڑ دینا پڑا۔ انتقال اختیارات کے لیے جو وقت اور جو طریقہ تجویز کر دیا گیا اسے بھی بلا تامل اُس نے مان لیا حالانکہ یہ تینوں اُمور صریح طور پر مسلمانوں کے حق میں مہلک تھے۔ انہی کی وجہ سے ایک کروڑ مسلمانوں پر تباہی نازل ہوئی اور انہی کی وجہ سے پاکستان کی عمارت اوّل روز ہی سے سخت متزلزل بنیادوں پر اُٹھی۔

صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں :-

مولانا مودودی کے نزدیک ناکام پارٹ مسلم لیگ کا تھا

مولانا مودودی کے نزدیک اس برّاعظم کے "سیاسی ڈرامہ" میں سب سے ناکام پارٹ مسلم لیگ کا تھا یعنی ان کی نظر میں وہ جماعت جس نے سیاسی اقلیت ہونے کے باوجود دنیا کی پانچویں بڑی اور موجودہ اسلامی دنیا کی سب سے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی۔ گو اس کوشش میں اسے مسلم اکثریت کی چند بیش قیمت تحصیلوں سے

ہاتھ دھونا پڑا وہ تو ناکام ہے لیکن وہ قومی ادارہ جو ستر سال سے مصروفِ عمل تھا۔ جسکی پُشت پر بے پناہ ذہنی قابلیت، دولت اور ایثار تھا اور جس نے حصولِ مدعا کی خاطر ایک مدتِ مدید تک قوم سے ایسی قربانیاں کرائیں جن کی صفحۂ ہستی پر نظر نہیں۔ اور ان سب کے باوجود ہندوستان کی آزادی کے وقت جب اس کی چاہیتی لیبر پارٹی برسرِ اقتدار تھی۔ ملک کا پانچواں حصہ اور وہ علاقے جن پر اس کی مدافعت، تجارت، صنعت بلکہ عوام کے پیٹ پالنے کا انحصار تھا کھو دئے وہ کامیاب۔ اور دُنیا کی وہ عظیم الشّان طاقت جسے ہندوستان اور پاکستان دونوں سے، ہاتھ دھونا پڑا وہ اس سے بھی زیادہ کامیاب۔

خیر اپنی اپنی رائے ہے اور اپنا اپنا خیال لیکن انصاف کا تقاضا تھا کہ جہاں مولانا نے مسلمانوں کی قیادت عظمیٰ" کی کوتاہیاں گنوائیں وہاں رسمی طور پر برسبیل تذکرہ ہی سہی اس بات کا بھی ذکر کر دیتے کہ پاکستان کے حصول میں اس "ناکام" قیادت کا کچھ حصّہ تھا۔

آگے چل کر صفحہ ۶۰ پر تحریر کرتے ہیں :۔

ایک طرف بتیس کروڑ انسان ہیں دوسری طرف اس کا چالیسواں حصّہ بھی نہیں۔ ایک طرف جدید تعلیم ہے بیرونی ممالک میں برسوں کا پروپیگنڈا ہے اور ستر سال کی جماعتی کوششیں ہیں۔ دوسری طرف "برات عاشقاں برشاخِ آہو" کا منظر ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ مستقبل کا فیصلہ اس وقت ہو رہا ہے جب انگلستان میں برسر اقتدار جماعت وہ ہے جو برسوں سے کانگریس کی ہمنوا رہی ہے جو علانیہ اس امر کا تہیہ کر چکی ہے کہ کانگریس کی خوشنودی کے ساتھ ہندوستان سے اپنا اقتدار اُٹھائے گی۔

شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں :۔

فیصلہ اہل انصاف ہی کر سکتے ہیں

یہ فیصلہ تو اہل انصاف ہی کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی "قیادت عظمیٰ" ایک اور چار

کے تناسب اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دولت، تعلیم اور اثر میں بھی اس سے زیادہ تفاوت کو کس طرح بدل سکتی تھی لیکن یہ کہنا سراسر بہتان ہے کہ اس قیادت نے پورے دس سال میں خود اپنی قوم کی اخلاقی۔ مادی اور تنظیمی طاقت بنانے کی کوشش" نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم ؒ نے اس سلسلہ میں دس سال میں جو کچھ کر دکھایا وہ ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ یہ ان کی تنظیمی کوششوں کا کرشمہ تھا۔ کہ جب ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہونے کو آیا تو (علمائے کرام کو چھوڑ کر) ہندوستان کے مسلمان اس طرح متحد تھے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ علما کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود اس وقت قومی تنظیم کی یہ حالت تھی۔ کہ اس الیکشن میں جس پر قوم کے مستقبل کا انحصار تھا۔ سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک سیٹ بھی جو مسلمان ووٹوں کی رائے سے پُر ہوئی تھی مخالف فریق کو نہ مل سکی۔

پنجاب میں مسلم لیگ کو سوفی صد کامیابی نہ ہوئی لیکن اس صوبہ میں بھی مسلمانوں کی نوّے فی صد سیٹیں لیگ نے حاصل کیں۔ یونینسٹ وزارت اور احکام کے خلاف یہ کامیابی معجزہ سے کم نہ تھی اور قوم کی تنظیمی حالت کا ثبوت تھی۔

مستقبل میں بھی پاکستان کے لیے عظیم خطرہ ثابت ہونگے

ہمارے نزدیک تو اس سیاسی ڈرامہ کے سب کرداروں میں کامیاب کردار مسلم لیگ ہی کا تھا جس نے پراگندہ اور پریشان حال قوم کو منتشر الخیال مسلمانوں کو تحریک پاکستان کے خلاف علما کی مخالفانہ سرگرمیوں کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے کانگریس کی منظم قوت اور انگریز کی سیاسی طاقت سے پاکستان حاصل کر لیا۔

لیکن حصول پاکستان کے بعد اس قیادت کا ناکام ترین پارٹ یہ ہے کہ اس نے ان نقاب پوش مصلحین و مقدسین کو جاننے کے باوجود اتنی ڈھیل دے رکھی

ہے کہ یہ اب بھی اسلام کا نقاب اوڑھ کر پاکستان اور نظریہ پاکستان کے خلاف وہی پارٹ ادا کر رہے ہیں جو انھوں نے تحریکِ حصول پاکستان کے وقت کیا تھا۔ اتنی قلیل مدت میں اتنی نمایاں کامیابی کا اعتراف نہ کرنا اور جمہور مسلمین میں قیادت کے خلاف مخالفانہ فضا تخلیق کرنا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا کہ ہر طریق سے پاکستان کو جو ہماری مرضی کے خلاف بنا ہے کمزور کیا جائے۔ وہی سوقیانہ حربے اور ذلیل ہتھکنڈے اب بھی استعمال کیے جا رہے ہیں ان کا ماضی اور حال ہمارے سامنے ہے کیا اس سے بخوبی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ مستقبل میں بھی پاکستان کے لیے عظیم خطرہ ثابت ہونگے۔ یہ تحریک پاکستان کے مخالفین مُلّا تو اُن لوگوں سے ذہنی انتقام لے رہے ہیں جنھوں نے دین کی روشنی میں تحریکِ حصول پاکستان کی حمایت کی تھی۔ (مرتب)

جناب شیخ صاحب صفحہ ۶۲ پر رقمطراز ہیں :۔

سر سیّد خاں کی تحریریں پڑھیں تو نظر آئے گا

غیر جانبدار حکومت کے چلے جانے کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی حالت میں جو زوال ہوا وہ اٹل تھا خواہ پاکستان بنتا یا نہ بنتا بلکہ اگر سر سید احمد خانؒ کی تحریریں پڑھیں تو نظر آئے گا کہ ہندوستان میں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد جو گذری وہ اس بڑے مدبر کی دُور بین آنکھوں کو آج سے ستر سال پہلے نظر آ رہی تھی اسی لیے اس کی رائے تھی کہ ایک اقلیت کے لیے ایک مہذب اور غیر جانبدار حکومت غیر تربیت یافتہ اکثریت کی حکومت سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

آئندہ حالات کے لیے تیار کیا

اس مجذوبی دَور میں بھی چند ایک ہستیاں ایسی تھیں جنھوں نے ہندوستان

کے مسلمانوں کی اپنی بنیادی ضروریات فراموش نہ ہونے دیں اور مسلم لیگ کا کم از کم خالی خولی نظام برقرار رکھا۔ پھر جب ۱۹۳۶ء میں فیصلہ کی گھڑی سامنے آگئی۔ تو قائد اعظمؒ نے قوم کی نئی تنظیم کر کے اسے آئندہ حالات کے لیے تیار کیا۔ یہ انہی کی قیادت عظمیٰ کا معجزہ تھا کہ جب آخری فیصلہ کا وقت آیا تو اگرچہ ہندوستان کے بعض حصوں میں مسلمانوں پر وہ مشکلات آئیں وہ ناگزیر تھیں اور جن سے سرسید اور اُن کے رفقائے کار شروع سے آگاہ کرتے آئے تھے۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کی بڑی اکثریت کو ان مصائب سے بچا لیا گیا اور ان کے لیے ایک ایسا ملجا و ماویٰ مل گیا جہاں مسلمانوں کی وسیع ترین اکثریت آزادی سے اور اپنے خیالات کے مطابق زندگی بسر کر سکتی ہے۔ بلکہ تمام عالم اسلام میں ایک نئی زندگی کی پیامبر بن سکتی ہے۔

جماعت اسلامی کے اخبارات
مُسلمان ــــ کوثر ــــ تسنیم
کی
زہر فشانیاں

"جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے صفحہ نمبر ۶۴ و ۶۵ پر رقمطراز ہیں :-

ویمنز نیشنل گارڈ کی کچھ لڑکیوں نے ڈاکٹری اور نرسنگ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں اور جب ان کا معائنہ کیا گیا تو ان میں ۷۵ فی صدی ایسی پائی گئیں جن کا شیشہ عصمت چُور تھا۔

یہ خبر بالکل بے بنیاد تھی۔ جب حکومتِ پنجاب نے اس کے متعلق "کوثر" سے جواب طلب کیا تو اس اخبار نے بڑے معصومانہ انداز میں لکھا کہ اگر یہ خبر غلط ہے تو ہم اس کی تردید شائع کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کوثر کے ایڈیٹر صاحب اسلامی

نظام کے پُرجوش ترجمان ہیں اور بہتان و تہمت کے متعلق اسلامی اخلاق کے تقاضے دُنیاداروں کے اُصولوں سے کہیں زیادہ کڑے ہیں۔ لیکن مغرب میں بھی (جو جماعت اسلامی کے نزدیک فقط بُرائیوں کا مجموعہ ہے) ذمہ دار صحافت کا یہ پہلا اُصول ہے کہ جب ایک اخبار کوئی خبر شائع کرتا ہے تو یہ اس اخبار کی ذمہ داری ہے کہ وہ خبر کے صحیح ہونے کی تحقیق کرے۔ بالخصوص جب خبر بھی ایسی ہو کہ اس میں شریف خواتین پر پرلے درجے کے رکیک الزامات لگائے گئے ہوں۔ اسلامی اخلاق میں اس طرح کے بہتان لگانے سے بدتر کوئی جرم نہیں لیکن حیرت ہے کہ اسلامی نظام کے ترجمان اخبارات نے یہ بہتان بغیر ذرہ بھر تحقیق و تفتیش کے شائع کیے اور وہ معمولی احتیاط بھی نہ برتی جو مغربی اخبارات صحافت کے ادنےٰ اُصولوں کی بنا پر ضروری سمجھتے ہیں۔

گاندھوی رُوح

جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کتنے بھولے آدمی ہیں۔ یہ سمجھنا کونسی بڑی مشکل بات ہے کوثر نامی اخبار کے ایڈیٹر ایک کانگریسی مُلا ہیں جو جماعت اسلامی کے خول میں پاکستان کی تخریب کے درپے ہیں آپ اسلامی اخلاق کے تقاضوں کی اُمید ان سے رکھتے ہیں انھوں نے تو حضور محض اسلام کا مقدس نقاب اوڑھ رکھا ہے وُہی گاندھوی رُوح ہے جو ان کے اندر کام کر رہی ہے۔ یہ بیچارے سیدھے سادے، بھولے بھالے کیا جانتے ہیں کہ صحافت کے کیا اُصول ہوتے ہیں۔ اور مغربی دُنیا میں ان کا معیار کیا ہے۔ آپ "کوثر و تسنیم" کے پانی دُھلی ہوئی اُن کی خباثتیں دیکھتے جائیے۔ آپ ان سے ناراض نہ ہوجیئے۔ ان کا مشن ہی پاکستان کو دُنیا بھر میں رُسوا و ذلیل کرنے کیلئے غلط کاریاں کرنا ہے۔ ذرا چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ دیکھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ جماعت اسلامی کے خول میں کانگریسی ذہنیت اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

(مرتب)

اخبارات کے نام دیکھتے جائیے اور اُنکی پاکیزہ خیالی بھی

کوثر و تسنیم میں یہ خبر مولانا مودودی کے ایّام نظر بندی میں شائع ہُوئی تھی۔ ان کا اس کی اشاعت سے کوئی تعلق نہیں لیکن افسوس ہے کہ حکومت کے متعلق الزامات لگانے میں وُہ بھی اس احتیاط اور تامّل سے کام نہیں لیتے جس کی مولانا جیسے پائے کے بُزرگ سے توقع ہونی چاہیئے۔

خان لیاقت علی خان وزیرِ اعظم پاکستان

خان لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان کے امریکی دورے کے متعلق انھوں نے کراچی کے ایک جلسہ میں کہا کہ وزیر اعظم پاکستان کے دورہٗ امریکہ پر ۲۵ لاکھ خرچ آئے شہیدِ ملّت نے کراچی کے جلسہ عام میں اس کی تردید کی اور کہا:۔

"یہاں ایک مولانا صاحب تشریف لائے انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے دورہٗ امریکہ پر پچّیس لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اس الزام میں پانچ فی صدی بھی صداقت نہیں۔۔۔ ہم علما کا احترام کرتے ہیں لیکن اگر علما ہی جھوٹ پر اُتر آئیں۔ تو ملّت کا خُدا حافظ۔[۱]

کوثر و تسنیم میں دُھلی ہُوئی پاکیزہ زبان

مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی امام طائفہ صالحین و مقدسین کی کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی پاکیزہ زبان ملاحظہ فرمائیں۔ ہم انھیں نقاب پوش اس لیے لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ناظرین کے سامنے ان تحریرات کے آجانے کے بعد یہ ابہام باقی نہیں رہتا کہ ان کا مقصد صرف اور صرف مسلم لیگ اور حکومت سے ذہنی انتقام لینا ہے۔ (مرتب)

جناب شیخ محمد اقبال ایم۔ اے صفحہ ۶۸ پر رقمطراز ہیں:۔

مولانا مودودی خود حکومت پاکستان اور لیگی لیڈروں کا ذکر کرتے ہوئے

---

[۱] امروز ۱۷ اگست ۱۹۵۰ء۔

جس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لیے ان کا رسالہ "انتخابی جدوجہد" ملاحظہ ہو جس میں وہ فرماتے ہیں۔

ایک مدت دراز سے ہماری قومی سیاست پر وہ لوگ چھا رہے ہیں۔ جو خدا سے بے خوف اور اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہیں۔ ان لوگوں نے ہمارے اجتماعی ماحول کو بیت الخلا کے ماحول سے بھی زیادہ گندا کر دیا ہے[لہ]

قارئین نے سطور بالا میں پڑھا ہے کہ شریف مسلم زادیوں کے بارے میں کوثر نے کیا لکھا ہے اور بائبل بے سروپا خبر گھڑ کر چھاپ دی۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اخلاقی بندھن کن کے ڈھیلے ہیں اور تعفن اور بدبو غلاظت کے کن ڈھیروں سے آرہی ہے۔ پاس حیا کن کو نہیں احترام انسانیت اور خوفِ خدا کن دلوں سے اٹھ گیا۔ کون تخریب و تشنیع کے تیروں سے ملت پاکستانیہ کا سینہ زخمی کر رہے ہیں۔ کون ہیں جو بیٹیوں اور بہنوں کے بارے میں رکیک الزامات لگانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ کون ہیں جو ہوس قیادت میں اخلاق کا دامن چاک کر رہے ہیں۔ اگر ان کے چہروں سے تقدس کی وارنش اتار کر ان کی شکلوں کو اصلی حالت میں دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہو گا کہ دشمنان نظریہ پاکستان کی ازل سے مخالفت کرنے والا ملاؤں کا ایک گروہ ہے (مرتب)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے اخبار صدق میں ہندوستان کے ایک ماہنامہ کے اداریہ سے ذیل کی عبارت نقل ہوئی تھی۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ارشادات

سخت ضرورت کہ اس وقت پاکستان اندرونی اختلافات سے دوچار نہ ہوتا اور وہاں کوئی ایسی پارٹی پیدا نہ ہوتی جو موجودہ حکومت کی توجہ کو سیاستِ خارجہ

[لہ] رسالہ انتخابی جدوجہد۔

کی طرف سے ہٹا کر اندرونی سیاست کی طرف لے آئے لیکن افسوس ہے کہ تشکیل دستور کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کے نظریہ کو پیش کر کے وہی فتنہ اُٹھایا جا رہا ہے جو بدوِ اسلام میں خوارج نے اُٹھایا تھا اور اس کا لازمی نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ پاکستان میں تشتت و انتشار پیدا ہو جائے اور وہ اپنی بین الاقوامی ساکھ کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھے۔

واقعہ یہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے ہی مولانا مودودی نے سوچ رکھا تھا کہ پاکستان میں لیگی لیڈر اور ہندوستان میں کانگریسی راہنما وہ سب اُمیدیں اور آرزوئیں پوری نہ کر سکیں گے۔ جو عوام نے ہندوستان کی آزادی اور قیام پاکستان سے باندھ رکھی ہیں اور اس وقت جماعت اسلامی کو اس صورت حالات سے فائدہ اُٹھا کر عوام کی زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لینی چاہیئے۔ مولانا مودودی کے سارے منصوبے تو پورے نہیں ہوئے۔

تحریک پاکستان کے دوران میں جماعت نے جو طریق کار اختیار کیا اس کی وجہ سے عام طور پر مسلمان اس جماعت سے بدظن تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی جماعت سے مثلاً جہاد کشمیر کے متعلق ایسی فاش غلطیاں ہوئیں کہ جماعت کو جمہور کا اعتماد حاصل نہ ہو سکا لیکن اسلامی جماعت کے مسلسل پراپاگنڈا کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ پاکستانی حکومت سے بعضوں کے دل کھٹے ہو گئے اور ملک میں ایک ذہنی انتشار پیدا ہو گیا۔ قوم اور ان اسلامی ممالک کے حق میں جن کے لیے پاکستان ایک اُمید گاہ کی حیثیت رکھتا ہے اس صورت حالات سے جو نقصانات ہوئے اُن کی تشریح غیر ضروری ہے۔ لیکن شاید مولانا مودودی اور مولانا نصر اللہ خان عزیز سے اس کی شکایت بے جا ہے وہ پاکستان بننے ہی کے کب خواہاں تھے جو انھیں پاکستان

کے ضعیف وغیر مؤثر ہونے کا کوئی رنج ہو۔

ہندوستان کا ایک حق گو

قارئین غور فرمائیں کہ ہندوستان کا ایک حق گو کتنی صحیح تصویر کھینچ رہا ہے کارکنان تحریک حصول پاکستان کو آپس کی ناچاقیاں۔ شکر رنجیاں اور نااتفاقیاں ختم کر کے اس نقاب پوش جماعت کے عزائم کو سادہ لوح مسلمانوں میں بے نقاب کرنے کے لیے مؤثر انداز میں پاکستان بھر میں کام کرنا چاہیئے۔ ہم یوں محسوس کر رہے ہیں کہ ہماری قیادت کے لوگ بھی ان کی پروپیگنڈا کی بے پناہ مشینری سے متاثر ہو کر ان سے مرعوب سے ہو گیے ہیں لیکن اگر زود دروں اور جذبے دن کے ساتھ ساتھ عزم و ہمت سے کام لیا جائے تو ان کے چہروں کے نقاب اُٹھے جا سکتے ہیں۔

یہ یقین جانیئے جب ہمارے جمہور اسلام کو ان کے صحیح خدوخال نظر آ گیے تو پھر وہ ان مخالفین نظریۂ پاکستان کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ ہاں اگر اب بھی غفلت بھرتی گئی۔ تو ہمیں یہ کن ذلّت و مسکنت اور زوال وادبار کے گڑھوں میں پھینک دیں گے اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اقبالؒ کے شیدائیوں کا فرض ہے کہ فکرِ اقبالؒ کو عام کرنے کے لیے مردانہ وار میدان میں آئیں۔

ان کے چہروں کو پہچانو ان کے عزائم کو بھانپو

جن سے ماضی و حال میں ہمیں نقصان پہنچا ہے کیا اپنے مستقبل کا دامن ان کے ساتھ وابستہ کر دینا چاہتے ہو؟

ان نقاب پوش مصلحین و مقدسین کی منافقانہ۔ مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لیے عزم بلند پیدا کرو جس خدائے بزرگ و برتر نے پہلے انھیں خاسر و ناکام کیا ہے وہ اب بھی اپنی نصرتوں سے ہمیں سرفراز فرمائے گا۔

مُسلم خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تُو بھی ہو
وُہ چمک اُٹھا شفق گرمِ تقاضا تُو بھی ہو (اقبالؒ) (مرتّب)

امیر و امام جماعت اسلامی رقمطراز ہیں:۔

پاکستان کی جدّوجہد

میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ قیام پاکستان کی جدّوجہد کے سلسلے میں آپ کو جو کچھ سمجھایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ پاکستان کے قیام سے مقصود ایک ایسی حکومت قائم کرنا ہے۔ جس کا نظام خُدا کی کتاب اور اس کے رُسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پر مبنی ہو اور تمام مسلمان اسلامی اُصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ لیڈروں کے ذہن میں اس وقت چاہے جو کچھ بھی ہو کم از کم زبانوں سے انھوں نے ہر ایک اسٹیج اور ہر منبر پر کھڑے ہو کر یہی کہا تھا اور عام مسلمانوں سے انہی وعدوں اور ان کے ظاہر کردہ انہی ارادوں پر یقین کر کے پاکستان کی تحریک میں ان کا ساتھ دیا تھا۔

ملاحظہ ہو دستوری سفارشات پر تنقید از سیّد ابوالاعلیٰ موودی (شائع کردہ شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی کراچی صفحہ ۷)

موُدودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اس موقع پر یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ مسلم لیگ کے کسی ریزولیشن اور لیگ کے ذمّہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا مطمع نظر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ برعکس اس کے ان کی طرف سے بصراحت اور بتکرار جس چیز کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دُوسری غیر مسلم قومیں بھی حصّہ دار ہوں۔ مگر اکثریت کے حق کی بنا پر مسلمانوں کا حصّہ غالب ہو بالفاظ دیگر ان کو مطمئن کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہندو اکثریت کے تسلّط سے وُہ صوبے آزاد ہو جائیں۔ جہاں

مسلمانوں کی کثرت ہے۔ باقی رہا نظامِ حکومت تو وہ "پاکستان" میں بھی ویسا ہی ہوگا۔ جیسا "ہندوستان" میں ہوگا۔ ان کے نصب العین پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطۂ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے تو ذمہ دار لیڈروں میں سے تو کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ البتہ جو لوگ پاکستانی حلقوں کی صفِ آخر میں شمار ہوتے ہیں اور جن کی کوئی ذمہ دارانہ حیثیت نہیں ہے انھوں نے کہنا شروع کیا کہ مسلم اکثریت کو جب خود اختیاری حاصل ہو جائے تب ہم نظام حکومت بدلنے کی کوشش کریں گے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۴)

اُوپر کے تضاد سے ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں۔ کہ مولوی مودُودی صاحب کی ذہانت و فطانت، قابلیت اور مفکرانہ صلاحیتیں کس انداز کی ہیں۔ (مرتب)

مولانا مودُودی کی نظر بندی کے دو ڈھائی مہینے بعد

مولانا مودُودی کی نظر بندی کے دو ڈھائی مہینے بعد مجلس آئین ساز کے سرکردہ لیگی ممبران نے جن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں قرار داد مقاصد کا ڈھانچہ مرتب کیا۔ مولانا مودُودی کی نظر بندی کے متعلق جماعت اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے جو رسالہ شائع ہوا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ "جماعت اسلامی کے اہم ترین کارکنوں کو نظر بند کر کے حکومت اپنی جگہ مطمئن ہو گئی تھی کہ اب مطالبہ نظام اسلامی کا زور ہم نے توڑ دیا ہے اور جماعت اسلامی کی تحریک کے پھلنے کی ہوا ہم نے نکال دی۔ یہاں تک کہ گرفتاری کے دو ماہ بعد دسمبر ۱۹۴۸ء میں در پردہ یہ اسکیم بن چکی تھی کہ پاکستان کے ایک لادین (SECULAR) ریاست ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ جماعت کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اس کے بعد کارکنان جماعت نے حکومت کو اپنا موقف تبدیل کرنے پر مجبور کیا اور حکومت پر سنگین الزامات لگاتے وقت اس رسالہ

کے مصنف ان شواہد کو بھی واضح کر دیتے جن کی بنا پر الزامات لگائے۔ ہم نے اس بارے میں ذمہ دار حضرات سے جو استفسار کیے ان سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ قرارداد مقاصد کا ڈھانچہ جو بالکل انہی اُصولوں پر تھا جن پر قرارداد کی آخری صورت مجلس آئین ساز میں پیش ہوئی۔ دسمبر ۱۹۴۸ء کے آخر ہی میں مرتب ہو چکا تھا اور مسلم لیگ کی پارٹی سے اس کے منظور کرانے میں سب سے زیادہ دخل مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور اُن کے بعد وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان وزیر اُمور داخلہ خواجہ شہاب الدین آنریبل چوہدری نذیر احمد خان اور ڈاکٹر عمر حیات خان کو تھا۔

جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ نمبر ۷۵ و ۷۶

یہ خدا ہی جانتا ہے کہ کوثر کو اس بات سے کیوں ضد ہے کہ مسلمان کسی چیز کے "مفید یا مضر" ہونے اور اس کے "حسن و قبح" پر غور کریں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان باتوں پر سوچتے وقت اسلام کے نقطۂ نظر کو پوری اہمیت نہ دی جائے لیکن معلوم نہیں اسلامی جماعت کو اس امر پر اتنا اصرار کیوں ہے کہ جمہور ہی ان باتوں کا فیصلہ کرتے وقت جن پر ملک اور قوم کی بہبود منحصر ہے۔ ان کے فائدے اور نقصان کو بالکل نظر انداز کر دیں اور لطف یہ ہے کہ جس چیز "یعنی اسلام کے بنیادی نقطۂ نگاہ کا نام لے کر قوم سے اپنے نفع نقصان سوچنے کا حق سلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی کوئی اس قدر قطعی چیز نہیں معلوم ہوتی یا کم از کم کوثر اس بارے میں علمائے دین اور رائج الوقت اور اصطلاحات کے اعتبار سے" اسلام جو کچھ سکھاتا ہے۔ اس پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں! کوثر کی اسی اشاعت میں لکھا ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

غیر مسلموں کے حقوق

مثلاً جب غیر مسلموں کے حقوق کے متعلق ایک غیر مسلم رکن اسمبلی نے (مولانا

مودودی) کے رسالہ "اسلام کا نظریہ سیاسی" کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا اور غیر مسلموں کے خدشات بیان کیے تو وزیر مواصلات (سردار عبدالرب نشتر) نے اس کا اطمینان کراتے ہوئے رسالہ کے مصنف کے متعلق کہا کہ

جانتے ہو وہ شخص کہاں ہے ... ... وہ جیل میں ہے۔

وزیر اعظم نے خود اپنی افتتاحی تقریر میں بالوضاحت (اسلامی جماعت) لاہور کے ان علما کو متنبہ کیا جن کی غلط ترجمانیوں سے غیر مسلموں کے دلوں میں خدشات پیدا ہو رہے تھے۔ نائب وزیر امورِ داخلہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے بھی اپنی تقریر میں یہ بات صاف کر دی۔ کہ قرارداد مقاصد سے کسی قسم کی مذہبی حکومت (THEOCRACY) قائم نہیں ہوگی۔ انھوں نے ۱۲ار فروری کو ایک تقریر میں بالتفصیل اس سوال سے بحث کی۔ کہ آیا پاکستان کی حکومت "سیکولر" ہوگی یا ایک "تھیوکریسی"۔ (جنگ ۱۴ر مارچ ۱۹۴۹ء) جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۷۸، ۷۹)

تھیاکریسی کا مفہوم

علم سیاست میں تھیوکریسی کا صرف ایک مفہوم ہے اور وہ یہ ہے کہ کاروبار حکومت کا ایسے پنڈتوں، پادریوں یا ملاؤں کے ہاتھ میں ہونا جو مذہبی طریق پر مقرر کیے گیے ہوں اور جو خود کو خدائی اختیارات حکمرانی کا حامل تصور کرتے ہوں اسلام میں ایسی مذہبی حکومت ناممکن ہے۔ کیونکہ اسلام میں ایسے اختیار یافتہ ملاؤں کا طبقہ ہوتا ہی نہیں اس لیے اسلامی حکومت ہی مذکورہ قسم کی مذہبی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔ (جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۸۰)

ہماری حکومت کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر گہری نظر رکھنے والے دیانتدار اور حوصلہ مند علما سے حقیقت حال دریافت کرے۔ سرکاری مولوی یا اُمرا کے خوان کرم کے خوشہ چین علما یا زمانے کی ہوا کے رُخ پر اپنا منہ پھیر لینے والے عالمانِ

دین ہمارے کسی مطلب کے نہیں ہمیں اس سے بحث نہیں کہ رائج الوقت اور اصطلاحات کے اعتبار سے اسلام ہمیں کیا بتاتا ہے۔ بلکہ اُصول یہ ہے کہ جو کچھ اسلام سے براہِ راست معلوم ہو اس کو پاکستان کے مسلمان اختیار کر لیں اور اپنے افکار و خیالات و مفادات و مصالح کو قربان کر دیں۔ (جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۸۶، ۸۷)

مسلمانوں کو اپنے "مفادات و مصالح قربان" کرنے کی جو مسلسل دعوت کوثر کے صفحات میں ہے وہ جماعت کے باقی تمام لٹریچر میں موجود ہے۔ پاکستان میں اس کا جو مضر اثر ہوتا ہو گا ظاہر ہے لیکن شاید اس سے بھی دردناک صورت حالات ہندوستان میں ہے جہاں ارکین جماعت بڑے فخر سے غیر مسلم احکام سے کہتے ہیں کہ ہمیں مسلمانوں کے مادی اور سیاسی مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں اور غیر مسلم حکام بھی سمجھتے ہوں گے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو ان کی سیاسی پستی اور غربت و افلاس پر قانع رکھنے کے لیے جماعت اسلامی سے بہتر اور کوئی ادارہ نہیں۔ ۱۷ اکتوبر سے صدق جدید میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:۔

امیر جماعت اسلامی کے لیے

جماعت اسلامی وہ واحد ممتاز جماعت ہے جو مسلم قوم کے مادی اور فرقہ داری مفاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی خواہ یہ مفاد معاشری ہو یا سیاسی یا معاشی۔

(جماعت اسلامی پر ایک نظر صفحہ ۸۸)

پس چہ باید کرد

"جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے مصنف جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔ انھوں نے "پس چہ باید کرد" کے عنوان سے صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:۔

جب ہم نے اپنی کتاب کا ڈھانچہ مرتب کیا تھا۔ تو ہمارا خیال تھا کہ آخری باب کا عنوان رکھیں گے۔ "مولانا مودودی سے التماس"۔ اور اُن سے درخواست کریں گے۔

کہ وہ حکومت اور لیگ کی مخالفت کے بجائے اشتراک کریں اور پاکستان میں اسلام اور پاکستان میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے سارے فریق متحد ہو کر مصروف عمل ہوں لیکن ہم نے اپنی تالیف کے دوران میں اسلامی جماعت کے لٹریچر کا دوبارہ تفصیلی مطالعہ کیا اور اس وسیع خلیج کو دیکھا جو مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے درمیان حائل ہے۔ تو ہمیں یہ کوشش بے سود نظر آئی۔ چونکہ لیگ اور جماعت کا مطمح نظر مختلف ہے اس لیے ان دونوں میں صحیح طور پر اشتراک عمل بہت مشکل ہے۔ مولانا سے اب بھی یہ درخواست ہے کہ لیگ اور اسلامی جماعت اپنی اپنی کوششیں اس طرح جاری رکھیں کہ ان سے پاکستان کو نقصان نہ پہنچے اور کم از کم راست گوئی اور ان آداب و قوانین کو ملحوظ رکھا جائے جو معمولی دُنیا دار بھی شریفانہ جماعت بندی میں ضروری سمجھتے ہیں۔

مولانا مودُودی کی ذہنی قابلیت

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا مودودی کی ذہنی قابلیت اور اُن کے اکثر رفقائے کار کی محنت اور جوش و خروش کا قائل ہونے کے باوجود جماعت کا سارا لٹریچر دوبارہ پڑھنے کے بعد ہمیں خدشہ ہے کہ اس جماعت سے پاکستان کو ماضی میں نقصان پہنچا ہے اور مستقبل میں بھی نقصان ہی پہنچے گا اور جس طرح اسلام کے نام پر انھوں نے پاکستان کے بنائے جانے کی مخالفت کی تھی اسی طرح اگر وہ اسلام کے نام پر خدانخواستہ کل پاکستان کو تباہ برباد یا نحیف و بے جان کر دیں تو چنداں بعید نہیں۔

ہمارے نزدیک "جماعت اسلامی پر ایک نظر" کے مصنف نے آخری سطور میں جو تجزیہ کیا ہے اور عقل و بصیرت کی میزان میں ان کے تحریرات اور افکار و خیالات کو تولا ہے، ایک معقول آدمی ان کے اس حکیمانہ و ناقدانہ اور محققانہ فرمودات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہم بھی ان کا سارا لٹریچر پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مولوی مودُودی صاحب کے تضادات ایک دو کتابوں میں پیش نہیں کیے جا سکتے بے جا نہ ہوگا۔ اگر امیر جماعت اسلامی کو پیکر تضادات ہی کہہ دیا جائے اور ان کے رفقا نے تحریک حصول پاکستان کی جدوجہد میں عامۃ المسلمین پر اپنے رشحاتِ قلم سے جو احسانات کیے ہیں اور مسلم لیگی قیادت پر جو کیچڑ اچھالا ہے۔ اور ایک مدت سے جو جو کچھ یہ پاکستان کے خلاف لکھتے اور بولتے رہے ہیں سالوں کا یہ کردار بھی جمہور اسلام کے سامنے لانے کے لیے بہت کچھ لکھنا اور عرض کرنا پڑے گا۔ ان سالوں کی رُوداد اور سابقہ کردار مضر اور سبق آموز بھی ہے۔

یہ کن کن بھیسوں اور کن کن رُوپوں میں آ کر اسلام کے نام پر پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں ان کے صحیح کریکٹر کی عکاسی کرنے کے لیے ہم نے جو کچھ لکھا ہے ہمیں کامل یقین ہے کہ ہمارے بعد اور بھی حساس دردمند اور ملک و ملت کے بہی خواہان اس موضوع پر قلم اٹھائیں گے۔

قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ جن کا ماضی تاریک حال ضرر رساں ہو ملت کا مستقبل اُن کو سونپا جا سکتا ہے؟ اور جو اسلام مسلمانوں ہی کے مفادات کا مخالف ہو قابل قبول ہو سکتا ہے؟ (مرتب)

پروفیسر محمد سرور صاحب اپنی کتاب "جماعت اسلامی اور اسلامی دستور کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:۔

شب و روز کی مسلسل اور ہمہ گیر جدّوجہد

جماعت اسلامی کے نزدیک اُس کا سب سے بڑا کارنامہ مملکت پاکستان کے لیے "اسلامی دستور" کا مطالبہ کرنا اور اپنی نو سالہ شب و روز کی مسلسل اور ہمہ گیر جدوجہد کے ذریعہ حکومت پاکستان سے موجُودہ دستور کو منوانا ہے۔ جو جماعت کے

دعوے کی رُو سے "اسلامی دستور" ہے۔ اس کتاب میں جماعت اسلامی کے اس مطالبے اور اس ضمن میں جماعت کے دعوے کی رُو سے "اسلامی دستور" ہے اس کتاب میں جماعت اسلامی کے اس مطالبے اور اس ضمن میں جماعت نے جو جدّوجہد کی اس کا علمی تجزیہ کیا گیا ہے۔ نیز ۱۹۴۷ء سے لے کر مارچ ۱۹۵۶ء تک جماعت کا "اسلامی دستور" کے متعلق یہ مطالبہ کن مراحل سے گزرا اور ملک کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے تحت اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اور اس بارے میں جماعت کی جدّوجہد نے کیا کیا شکل اختیار کی۔ ان تمام امور کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

کیا واقعی پاکستان کا موجودہ دستور جماعت اسلامی کے مطالبے اور اس سلسلے میں اس کی اسلامی تعبیرات کے مطابق ہے۔ اور اُس میں جماعت اسلامی کے اعلان کے مطابق مولانا مودودی کے الفاظ ہیں۔

خُدا اور رسول کے نام سے مخالفت

کتاب آئین میں اللہ کی حاکمیت ثبت کر دی گئی ہے اور یہ بات مان لی گئی ہے کہ یہاں قرآن وسنّت کو حاکمانہ حیثیت حاصل ہوگی یا ہمارے موجودہ دستور میں جمہور پاکستان کی خالص اور بے میل حاکمیت تسلیم کی گئی اور اقتدار کا سرچشمہ عوام کو قرار دیا گیا ہے۔ جس کی مولانا مودودی ۱۹۳۳ء سے خدا اور رسولؐ کے نام سے مخالفت کرتے آئے ہیں۔ اور اسے وہ اسلام کے منافی اور کفر ثابت کرنے پر ہمیشہ مُصر رہے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

جماعت احمدیہ قادیاں ولاہور اور جماعت اسلامی کا دستور

اور آخر میں خود "جماعت اسلامی پاکستان" کے دستور محاکمہ ہے اور اس سلسلے میں جماعت احمدیہ قادیان ولاہور کے جماعتی نظام کار کا جماعت اسلامی کے جماعتی دستور سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس دستور میں امیر جماعت اسلامی کو شرعی اُمور میں

اجتہاد اور تعبیر نصوص کا حق حاصل ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مجدّد، محدّث، مسیح موعود مہدی اور نبی ہونیکے دعووں کے باوجود صدر انجمن احمدیہ سے اپنا یہ حق تسلیم کرانے کی کوشش نہیں کی تھی جو مولانا مودودی نے اپنی جماعت سے منوایا ہے۔ اس کتاب میں آپ کو ان دونوں جماعتوں کا تقابلی مطالعہ بھی ملے گا۔ جماعت اسلامی کیا ہے؟ اُس نے اب تک کیا سوچا اور کیا کیا؟ یہ سب باتیں تفصیل سے بیان ہو چکی ہیں اس جماعت کا آگے چل کر کیا حشر ہوگا اور اس کی سرگرمیاں اب کونسا رُخ اختیار کریں گی۔ اس کتاب میں مستقبل کے اس پہلو سے بھی پردہ اُٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

امیر جماعت اسلامی کے ارشادات :۔

مغالطہ

مغالطہ کے عنوان سے صفحہ ۷ پر رقمطراز ہیں :۔

ایک شخص نے اُٹھ کر بڑے جوش وخروش کے ساتھ اعلان کیا کہ آؤ میرے پیچھے چلو میں دین کا جھنڈا بلند کروں گا۔ مسلمان ہر طرف سے سمٹ کر اس کے گرد جمع ہو گیے اُس نے ان کے سامنے دُھوآں دھار تقریر کی اور پُورے زور کے ساتھ اس ارادے کا اظہار کیا کہ صدیوں سے دین حق کی جو عمارت ویران پڑی ہے۔ اب انشاءاللہ وہ میرے ہاتھوں از سرِ نو اپنی اصلی شان سے قائم ہوگی اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ لوگ انتظار کرنے لگے کہ اب یہ تجدّد دین کا مدّعی خود آگے بڑھ کر اذان دے گا۔ اور ہمیں مسجد کی طرف لے چلے گا۔ مگر وُہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر لوگوں نے تقاضا شروع کیا کہ حضرت اب دین کے پہلے ستون کو قائم کرنے کا وقت آگیا۔ حضور صدائے اذان بلند فرمائیں لیکن ہر تقاضے کو وہ ایک کان سُن کر دوسرے کان اُڑاتا رہا اور جس نے بہت تنگ کیا اسے طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے ٹال دیا۔

آخرکار نماز کا وقت تنگ ہونے لگا تو سارا مجمع چیخ اُٹھا۔ ہر طرف سے مطالبہ ہوا اذان دی جائے۔ مجبور ہو کر بیچارے نے با دلِ ناخواستہ اذان دی مگر زبان کی لکنت اور لہجے کی ہچکچاہٹ خبر دیتی رہی کہ یہ اذان کس جذبے کے ساتھ دی جا رہی ہے جوں جوں کرکے اذان کا مرحلہ ختم ہوا۔ لوگ ابھی دُعا ہی مانگ رہے تھے کہ داعی دین سیدھا اپنے بنگلے میں داخل ہو گیا لوگ سمجھے کہ حضرت وُضو کے لیے تشریف لے گئے مگر وہ یکایک سُوٹ اور ہیٹ پہنے ٹینس کا ریکٹ بغل میں لیے برآمد ہو گئے اور موٹر میں بیٹھ کر سیدھے کلب کی جانب چل پڑے۔

صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ مثال ہے اُس قیادت کی

یہ ہے مثال اُس قیادت[1] کی جس نے اسلامی حکومت کے قیام کا وعدہ کرکے اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کہہ کر مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگایا تھا جب تک اس وعدے کو وفا کرنے کا وقت نہ آیا تھا اس قیادت کی ساکھ مسلمانوں میں جمی رہی اُس پر مسلمانوں نے اتنا اعتماد کیا جتنا شاید ہی کسی قوم نے اپنی قیادت پر کیا ہو۔ اس کے اشارۂ ابرو پر ساری قوم حرکت کرتی رہی۔ اس کی تمام کمزوریاں اور خامیاں روزِ روشن میں مسلمانوں کے سامنے آئیں۔ مگر انھوں نے محض اس مقصدِ عظیم کی خاطر ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں اور لاکھوں جانیں اربوں روپے کی جائیدادیں اور ہزارہا عصمتیں قربان کرکے اس قیادت کو وہ اقتدار دلوا کر چھوڑا جس سے وہ اسلامی حکومت کا وعدہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

لیکن جب ایفائے عہد کا وقت آگیا اور مسلمان انتظار کرنے لگے کہ یہ قیادت

[1] لیکن امیر جماعت اسلامی نے اس قیادت پر قطعاً اعتماد کا اظہار نہیں کیا ہاں اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں نے جتنا اس قیادت پر اعتماد کیا شاید ہی کسی قیادت پر کسی قوم نے کیا ہو۔ (مرتب)

سچے اور ایماندار لوگوں کی طرح خود آگے بڑھ کر اس چیز کا اعلان کرے گی۔ جس کے وعدے پر اس نے اپنی قوم کا یہ اعتماد حاصل کیا تھا تو مہینوں پر مہینے گزرتے چلے گیے اور قیادت علیا کے مرکز سے "صدائے اذان" بلند نہ ہونی تھی نہ ہوئی آخر کار سارے ملک میں شور برپا ہو گیا ہر طرف سے تقاضے شروع ہوئے، تار بھیجے گیے۔ خطوط کی بھرمار ہوئی۔ جلسوں میں مطالبے کیے گیے تب کہیں قیام پاکستان کے انیس مہینے بعد "قرارداد مقاصد کی اذان" دی گئی اور وہ بھی صاف الفاظ میں نہیں بلکہ ایسے پیچیدہ الفاظ میں جن سے بس منطقی استنباط ہی کے طور پر اسلامی حکومت کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ پر لکھتے ہیں :-

اذان کے اٹھارہ مہینے بعد

اذان کے اٹھارہ مہینے بعد یکایک یہ قیادت وہ دستوری سفارشات لیے ہوئے برآمد ہوئی جن پر صریح طور پر اسلامی حکومت کے بجائے ایک لادینی حکومت کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ لوگوں کے ہشیار ہونے سے پہلے ہی گاڑی "سیکولرزم" کی طرف چلا دی جائے۔ چنانچہ بنیادی حقوق کی رپورٹ جھٹ پٹ دستور ساز اسمبلی میں پاس کر بھی ڈالی گئی مگر بنیادی اُصولوں کا معاملہ اٹک کر رہ گیا اور لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کر کے گاڑی روک لی۔

اس کے بعد اب تک پورے ستائیس مہینے اس حال میں گذرے کہ ایک طرف مسلمان من حیث القوم اُس اسلامی نظام کا مطالبہ کرتے رہے۔ جس کا وعدہ کر کے ان سے قیام پاکستان کے لیے اتنی ہولناک قربانیاں کرائی گئی تھیں اور دوسری طرف یہ قیادت اس سے یُوں جان بچاتی رہی ہے۔ جیسے کہ اسلامی نظام کسی پھانسی کا نام ہے جو اُس کے گلے میں ڈالی جانے والی ہے۔ اس دوران میں اس نے ایک دن بھی یہ نہیں

کہا کہ اسلام کے دستوری اُصول اُسے پسند نہیں ہیں۔ زبان سے وہ اسلام ہی اسلام پکارتی رہی ہے مگر عملاً اُس نے ملک بھر سے چن چن کر منافقوں کو اکٹھا کیا تاکہ وہ اسلام اور اس کے دستور اور قانون کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائیں۔ رُپے دے دے کر دینی حکومت کے خلاف اور لادینی حکومت کے حق میں مضامین لکھوائے ہیں۔

پاکستانی قیادت کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے انداز

ہر اُس شخص کی پیٹھ ٹھونکی ہے جو مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کو اُبھار اُبھار کر سامنے لائے اور اسلامی ریاست کے قیام کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ پُرانے پُرانے بدنام کمیونسٹوں تک کو اُس نے اسلام کے خلاف استعمال کرنے میں باک نہیں کیا۔ اس روش کا حاصل کیا ہے؟ شاید دُنیا میں کوئی دوسری مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کوئی قیادت پانچ سال کی مختصر مدّت میں اپنی قوم کے اندر عزت اور محبوبیت کے اتنے اُونچے مقام سے گر کر ذلّت اور مبغوضیت کی اتنی نیچی سطح تک گر گئی ہو۔ آج ہزار میں سے ایک مسلمان بھی مشکل ہی سے ایسا ملتا ہے۔ جو ان لوگوں کو کلمۂ خیر سے یاد کرتا ہو۔ آج ایک راہ چلتے آدمی کو آپ ذرا چھیڑ کر اس کے سامنے ان کا ذکر کر دیں پھر آپ سُن لیں گے کہ وہ کن الفاظ سے ان کی تواضع کرتا ہے۔

مندرجہ بالا مودودی صاحب کی تحریر ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۵۲ء پیش کر کے اب جماعت اسلامی اور اسلامی دستور کا مصنّف لکھتا ہے:۔

کتنی مؤثر اور مدلّل اور زور دار ہے۔ مولانا مودُودی کی یہ تحریر اور ایک عام کیا اچھا خاصا پڑھا لکھا مسلمان بھی اسے پڑھ کر کیا کچھ تاثر نہ لیتا ہوگا اور اس کے دل میں کیا کیا پُرجوش اور اس "قیادت" کے خلاف نفرت اور غصّے کے جذبات نہ اُبھرتے ہونگے اور خاص طور سے جب کہ اس کے زمانے میں ملک کے معاشی و اجتماعی اور سیاسی انتظامی حالات بھی بتدریج خراب ہوتے جا رہے تھے جن کی وجہ سے عوام میں اپنے گردوپیش

کی زندگی اور اپنے مستقبل سے عدم طمانیت روز افزوں تھی۔

مغربی پاکستان کی فضا اور اسلامی دستور بناؤ

۲۸ مئی ۱۹۵۰ء سے لے کر جب تک مارشل لاء کے حکام نے مودودی صاحب کو گرفتار نہیں کیا۔ ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء تک اپنی تقریروں، تحریروں اور بیانات میں "اسلامی دستور" کی مہم کو اسی پُر اثر خطیبانہ اور جذبات انگیز انداز میں برابر چلاتے رہے اور ان کی جماعت اسلامی کے کارکنوں نے تو اس کے پورے پاکستان کی رائے ہموار کرنے کی غرض سے زمین سے آسمان ایک کر دی اور کم سے کم مغربی پاکستان کی فضا تو "اسلامی دستور بناؤ" کے نعروں سے ایک دفعہ ضرور گونج اٹھی اور کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہ رہا جس کی دیواروں پر جماعت کے کارکنوں کی طرف سے بار بار یہ نعرے نہ لکھے گیے ہوں۔ اس سلسلے میں جلسے۔ جلوسوں۔ دستخطوں۔ تاروں اور خطوط کی مہموں کا تو پوچھئے ہی نہیں۔

صفحہ ۱۴۰ پر رقمطراز ہیں:۔

پہلی گرفتاری کے بعد رہا ہونے کی تاریخ

یہ سب کچھ ہوا لیکن آپ مولانا کی اس تحریر کو ایک بار پھر پڑھیں تو آپ اس میں شروع سے آخر تک مغالطے ہی مغالطے پائیں گے۔

سب سے پہلے آپ اس بات کو لیجئے کہ مسلم لیگ کی قیادت نے بقول مولانا مودودی صاحب کے اسلامی حکومت کے قیام کا وعدہ کر کے ور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کہہ کر مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگایا تھا۔ حالانکہ خود مودودی صاحب ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک اس قیادت پر یہ الزام لگاتے رہے کہ ان کی دعوت قوم پرستانہ دعوت ہے یعنی ان کی پکار اسلام کے نصب العین کی طرف نہیں ان کے ذمہ دار لیڈروں کی تقریریں۔ ان کی نمائندہ مجالس کی

قرار دا دیں۔ ان کے کارکنوں کی باتیں ان کے اہلِ قلم کی تحریریں سب کی سب اس امر کی شہادت دیتی ہیں۔

یہ اپنی قومی اور دنیوی لڑائی میں بار بار اسلام اور مسلم کا نام لیتے ہیں جس کی وجہ سے اسلام خواہ مخواہ ایک فریقِ جنگ بن کر رہ گیا ہے۔۔ ۔۔۔انھوں نے نہ صرف اپنے آپ کو اسلام کی دعوت کے قابل نہیں رکھا ہے۔ بلکہ اسلام کی اشاعت کے راستے میں اتنی بڑی رکاوٹ پیدا کر دی ہے کہ اگر دوسرے مسلمان بھی یہ کام کرنا چاہیں تو غیر مسلموں کے دلوں کو اسلام کے لیے مقفل پائیں گے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش صفحہ ۱۲۸)

جو کتاب ہمارے پاس ہے مندرجہ بالا تحریر اس کے صفحہ ۱۷۰ پر ہے۔ (مرتب)

مسلم لیگی قیادت کے متعلق

مودودی صاحب موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۱۷۳ پر لکھتے ہیں:۔

مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت قائم ہو جائے پھر کوشش کی جائے گی۔ کہ یہ قومی حکومت اسلامی نظام حکومت میں بتدریج تبدیل ہو جائے۔

اس موقع پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے کسی ریزولیشن اور لیگ کے ذمہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمع نظر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ برعکس اس کے ان کی طرف سے بصراحت اور بتکرار جس چیز کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دوسری غیر مسلم قومیں بھی حصہ دار ہوں۔

صفحہ ۱۸ و ۱۹ و ۲۰۔ اسی مضمون میں مودودی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے:۔

ہمارے کارکن

ہمارے کارکن اس جدّ و جہد (اسلامی دستور کے سلسلے میں) کے دوران میں

جن سڑکوں پر، بازاروں میں، جُمعہ کے اجتماعات میں محلوں اور گلیوں میں قصبوں اور دیہات میں بلا انتخاب ہر شخص تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اور ہر ایک کے سامنے انھوں نے اسلامی دستور کا مطالبہ پیش کیا ہے۔۔ ۔ کم سے کم نوّے فیصدی آدمی ایسے ملے ہیں جنھوں نے بلا تامّل اس مطالبے پر نہ صرف دستخط کیے ہیں بلکہ زبان سے اپنے گہرے جذبات کا اظہار بھی کیا ہے۔

امیر و امام جماعت اسلامی کے فرمودات

ان حکمرانوں کو اپنی قوم کی جہالت اور اخلاقی کمزوری پر پُورا بھروسہ ہے۔ وُہ جانتے ہیں کہ یہاں سرکاری ملازموں میں ایمان فروشی کی کوئی کمی نہیں۔ نہ عام پبلک میں، قوم کی رائے عام کا یہ حال ہے۔ کہ جھُوٹ کا کوئی طوفان اُٹھا کر ہر وقت اس کو فریب دیا جا سکتا ہے۔

اسی قوم کی رائے عام کو مولانا مودُودی اور جماعت اسلامی کے کارکنوں نے اپنی جدّوجہد سے جس کا ذکر اُوپر ہوا ہے۔ بقول اُن کے ہمنوا بنا لیا اور سَو میں سے نوّے آدمیوں نے اُن کے مطالبے پر دستخط کر دئے ہیں۔ اور قوم کی یہی وہ رائے عام ہے جس کے بارے میں خود مولانا مودُودی ایک اور جگہ لکھتے ہیں :۔

سوادِ اعظم

تیسرا عنصر عوام پر مشتمل ہے یہ ہماری قوم کا سوادِ اعظم ہے۔ ہماری کل آبادی کا نوّے فی صدی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ، یہ لوگ اسلام سے گہری عقیدت اور مخلصانہ محبّت رکھتے ہیں۔ اس کے نام پر جان و مال سے بھی قربانی کرتے رہے ہیں. اور آج بھی اس پر آمادہ ہیں اسلام کے سوا کوئی چیز ان کو اپیل نہیں کرتی اور جس چیز کو یہ جان لیں کہ یہ اسلام کے خلاف ہے اُسے چاہے مجبوراً برداشت کر لیں دل سے کبھی گوارا نہیں کرتے۔

لیکن ان عوام کا حال یہ ہے (بقول مولانا کے)

ہر مضل شخص اسلام کا لباس پہن کر ان کو بہکا سکتا ہے

ان غریبوں کو کئی روگ لگے ہوئے ہیں سب سے بڑا اور بنیادی روگ یہ ہے کہ جس اسلام سے یہ عشق رکھتے ہیں اس کو جانتے نہیں ہیں۔ اس کی تفصیلات سے ہی نہیں۔ اس کے اُصول اور مبادی تک سے بے خبر ہیں۔ اس لیے ہر ضال اور مضل شخص اسلام کا لباس پہن کر ان کو بہکا سکتا ہے۔ ہر غلط عقیدہ اور غلط طریقہ اسلام کے نام پر ان کے اندر پھیلایا جا سکتا ہے۔ (جماعت اسلامی اُس کا مقصد تاریخ اور لائحہ عمل از مولانا مودودی) صفحہ ۲۹

سوادِ اعظم

بعض لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت کا نام سوادِ اعظم ہے۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تاکید فرمائی ہے۔ کہ سوادِ اعظم کا ساتھ دو لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت جس سیاسی پارٹی کی حامی اور جس قیادت کی تبع ہے اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ لیکن یہ ارشاد نبوّی کی سراسر غلط تعبیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سوادِ اعظم کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد اصل ان مسلمانوں کی اکثریت ہے جن کے اندر اسلامی شعور موجود ہو۔ جو حق اور باطل کی تمیز رکھتے ہوں اور جن کو اسلام کی رُوح اور اس کے بنیادی اصولوں سے کم از کم اتنی واقفیت ضرور ہو کہ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کر سکتے ہوں۔ ایسے مسلمانوں کی اکثریت کبھی باطل پر مجتمع نہیں ہو سکتی اگر وہ کبھی کسی غلط فہمی میں مبتلا بھی ہو جائے تو اس پر زیادہ دیر تک جمی نہیں رہ سکتی اسی بنا پر حضوؐر نے سوادِ اعظم کے ساتھ رہنے کی تائید فرمائی۔ مگر جو لوگ ان ضروری صفات سے عاری ہوں اور جن میں کھرے اور کھوٹے کی بالکل ابتدائی پرکھ بھی نہ ہو۔ ان کے ہلّڑ کا نام ہرگز سوادِ اعظم نہیں ہے۔ نہ ان کی جماعت اسلامی مفہوم کے اعتبار سے جماعت ہے۔

اس مقام پر امیر جماعت اسلامی کے پیش نظر مسلم لیگ کی مخالفت ہے آپ اسی

کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ اسی سوادِ اعظم کو صحیح دُرست قرار دیں گے۔ (مرتب)

صفحہ ۲۶ و ۲۷ پر پروفیسر سرور رقمطراز ہیں:۔

خیالی کامیابیوں میں وہم

بہر حال ان دنوں ان خیالی کامیابیوں میں مولانا کو یہ وہم ہو گیا کہ وہ اور ان کی جماعت ایک بہت بڑی طاقت ہیں اور حکومت کے لیے اس سے ٹکر لینا آسان کام نہیں چنانچہ لاہور میں مارشل لار کے نفاذ اور اس کے ماتحت اپنی گرفتاری سے پہلے مولانا کی تقریروں اور بیانات میں ایک طرح کا تحکمانہ انداز اور تعلّی آگئی تھی اس کا سراغ آپ کو موصوف کی اسی نفسیاتی کیفیت اور اپنی ذات کے متعلق اس خوش فہمی میں ملے گا۔ جس کے وہ ان دنوں شکار ہو گیے تھے بلکہ ہمیشہ شکار رہے ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے ۱۲ر نومبر ۱۹۵۲ء کو بڑے فاتحانہ انداز میں جہانگیر پارک کراچی میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

چند افراد کو قوم کی مرضی کے خلاف دستور بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اس بھروسے پر نہ رہنا چاہیئے کہ ان کی آئینی پوزیشن مضبوط ہے۔ مجلس دستور ساز میں ان کی اکثریت ہے اور ان کے ہاتھ میں فوج اور پولیس ہے ایسے لوگوں کے عبرتناک انجام کی داستانوں سے تاریخ بھری پڑی ہے.. .. ..انھوں نے برسر اقتدار گروہ کو تنبیہ کیا کہ اگر ان کے بنائے ہوئے آئین میں اسلامی خصوصیات نہ ہوئیں تو وہ انہی کے مُنہ پر مارا جائے گا اور دُنیا کی کوئی طاقت اسے ملک میں نافذ نہ کر سکے گی۔ اگر کسی نے برسر اقتدار گروہ سے کسی قسم کی مصالحت یا سودے بازی کی تو اس کا انجام بھی اسی گروہ کی طرح خراب[1] ہوگا

اب دیکھئے ۱۹۵۲ء میں امیر جماعت اسلامی چند افراد کو قوم کی مرضی کے خلاف دستور بنانے کا کوئی حق نہیں دیتے اور انہی مسلمانوں کی اکثریت کو سوادِ اعظم مان رہے ہیں یا ضال اور مضل شخص کی حیثیت میں اپنے پاکستان کی تحریک کے خلاف اسلام ہی کو

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۲۳ر نومبر ۱۹۵۲ء۔

پاکستان میں لانے کے لیے بقول اپنے کوشش کر رہے ہیں۔ (مرتب)

دستور کے نفاذ سے پہلے قادیانی اقلیت بعد میں ہونے والا گردن زدنی

اسی جلسے میں ایک صاحب نے موصوف سے سوال کیا کہ آپ تو پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرتد کی سزا قتل ہے لیکن اب آپ ہی یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کو جو مرتد ہیں پاکستان کے اسلامی دستور میں اقلیت قرار دیا جائے۔ اس کا جواب مولانا نے یہ دیا کہ اسلامی دستور کے نفاذ سے پہلے جو قادیانی ہوں گے ان کو ہم نفاذ دستور کے بعد اقلیت کا درجہ دیں گے۔ لیکن اس کے بعد جو مسلمان قادیانی ہوگا وہ شریعت کے مطابق گردن زدنی ہوگا۔

گویا جن مسلمانوں نے پہلے قادیانی ہونے کا اعلان کیا ان کا جرم امیر جماعت اسلامی کے نزدیک کوئی جرم نہیں جو دستور کے نفاذ کے بعد ہوں گے۔ انھیں گردن زدنی کی سزا دی جائے گی۔ گویا کہ اگر کسی قانون کی رُو سے قمار خانے اور شراب خانے ممنوع قرار دے جائیں تو اس منطق کے لحاظ سے جو پہلے ہوں گے وہ بدستور اس دستور کے مطابق چلتے رہیں گے۔ انھیں برقرار رہنے دیا جائے گا اور ان کا یہ فعل قابل گرفت نہیں ہوگا۔

ناجائز تاں نئیں ٹھیکے دی آ

مودودی صاحب کے اس فرمان سے مجھے قیام پاکستان سے قبل کی ایکشنی مہم کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور میں اپنے رفقا سمیت رات کو ایک علاقہ سے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں ہماری لاری خراب ہوگئی کافی کوشش کی گئی وہ دُرست نہ ہوئی۔ طے یہ ہوا کہ نزدیک ہی چوہدری محمد احمد مرحوم (جو پاکستان میں آکر حادثہ کا شکار ہوگئے) کے ایک سکھ جاٹ دوست ہیں۔ ڈرائیور کے علاوہ ایک دو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی اس سردار کے ہاں جا کر آرام کریں

ہم کچھ سفر طے کر کے اُس سکھ جاٹ کے گھر پہنچے۔ رات کافی جا چکی تھی۔ سردار صاحب چوہدری محمد احمد کی آواز پہچان کر مکان سے باہر آئے۔ اُنھوں نے اپنے چوبارہ پر ہماری چارپائیاں بچھا دیں۔ بستر لگا دیے، اپنی بیوی کو پراٹھے تیار کرنے کے لیے کہا۔ بھوک ہمیں لگی ہوئی تھی لیکن راستہ میں ساتھیوں میں سے کچھ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سکھ کے گھر کا کچھ کھانا وغیرہ نہیں کھائیں گے۔ لیکن بھوک کی شدت اور گھر کی گندم کے آٹے اور گھی کی خوشبو نے ان کے ارادے بدل دیے۔ کھانا تیار ہوا سردار صاحب نے سب کو کھلایا۔ فارغ ہوئے تو ہم اپنے اپنے بستر پر لیٹ گیے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار صاحب چار پانچ بوتلیں شراب لے آئے میرے ساتھی جن کی تعداد پندرہ سے کم نہ ہوگی کہا کہ سردار صاحب ہمارے ساتھ ایک "خطرناک آدمی ہے" (خطرناک آدمی سے مراد مَیں تھا) اس لیے آپ لے جائیں۔ لیکن سردار صاحب مہمان نوازی کے اُصول کے مطابق برابر اصرار کرتے چلے جا رہے تھے۔ مَیں ذرا زیادہ تھکا ہوا تھا کیونکہ لوگوں کے اعتراضات کے جوابات میرے ذمّہ ہوا کرتے تھے۔ دراصل سالارِ قافلہ مَیں ہی تھا۔ اس لیے ذمّہ داری بھی زیادہ تھی۔ جب سردار صاحب کا اصرار بڑھتا ہی گیا تو (چوہدری محمد احمد خان مرحوم شیر گڑھ والے) فرمانے لگے کہ سردارا تُوں سانوں بھی ذلیل کراؤں گا۔ میں نے ابھی کمبل سے مُنہ نکالا ہی تھا اور سردار صاحب میرے ساتھیوں کو کہہ رہے تھے کہ آپ خطرناک آدمی سے کیوں ڈرتے ہیں۔ قسم واہگورو دی ایہہ ناجائز تاں نہیں ٹھیکے دی آ۔

لیکن سردار صاحب پھر میرا چہرہ دیکھ کر کچھ یوں محسوس کرنے لگے کہ اس آدمی کے سامنے اب مزید اصرار نہیں کر سکیں گے۔

اس واقعہ سے مقصود قارئین کو یہ عرض کرنا تھا کہ شراب گھر کی کشید کی ہوئی ہو یا ٹھیکہ کی بہر حال مسلمانوں کے لیے ممنوع ہے۔

یہ تو تسلیم ہے کہ سردار صاحب کے نزدیک تو ناجائز وہی شراب تھی جو گھر کشید کی ہوئی ہو لیکن مودودی صاحب کے نزدیک پہلا مرتد اور دوسرا مرتد کیوں مختلف ہیں۔ اگر ایک آدمی کے بارے میں یقینی ثبوت موجود ہوں کہ اس آدمی نے فلاں آدمی کو قتل کیا تھا تو اسے کسی وجہ سے سزا نہ مل سکی ہو۔ تو کیا دوسرا با انصاف نظام جب آئے گا اس وقت اس قاتل کو سزا نہیں دی جا سکے گی جبکہ وہ نظام بھی مودودی صاحب کے نزدیک شریعت مقدسہ کا نظام ہو۔ ہمارا موقف یہ نہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے مقصود مودودی صاحب کی تضاد بیانی ظاہر کرنا ہے۔ (مرتب)

صفحہ ۲۹ پر پروفیسر سرور صاحب رقمطراز ہیں:۔

علمی ہمہ دانی کے ساتھ احساس برتری وخود پسندی

بہر حال مولانا کی یہ کمزوری بہت پرانی ہے اور علمی ہمہ دانی کے ساتھ ساتھ احساس برتری خود پسندی انانیت اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے اور اپنی اور اپنی جماعت کی طاقت کے متعلق غلط اندازہ لگانے کا شدید رجحان بھی اُن میں پیدا ہو گیا ہے۔ شاید اس کا ایک نفسیاتی سبب یہ ہو کہ وہ سالہا سال سے اپنے زعم میں ایک قادرِ مطلق حاکم الحاکمین، قہار وجبار خدا کے احکام اور اس کے ارادوں کی ترجمانی کے مدعی ہیں۔ ان کی اس ترجمانی میں یقین وخلوص کتنا ہے اور تصنع ظاہرداری کس حد تک مولانا کی باطنی زندگی کے اس نازک پہلو پر کوئی رائے دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

"جماعت اسلامی اور اسلامی دستور" کے مؤلف جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے مصنف "جماعت اسلامی پر ایک نظر" ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ان اُمور میں مستند حیثیت رکھتے ہیں۔ "قرارداد مقاصد" کی ترتیب اور اس کی منظوری کے متعلق انھوں نے صاف طور پر لکھا ہے۔ یہ حوالہ اس جگہ موزوں ہے جو دیا جا رہا ہے۔

صفحہ ۷۶ و ۷۷ پر رقمطراز ہیں:۔

قرار دادِ مقاصد کی تاریخ کی پوری تحقیق

ہم نے اپنی بساط کے مطابق قرار دادِ مقاصد کی تاریخ کی پوری تحقیق کر لی ہے لیکن چونکہ زبانی بیانات میں اختلاف اور شک و شبہ کی گنجائش رہتی ہے اس لیے وہ تفصیلات یہاں درج نہیں کرتے۔ البتہ پبلک اعلانات اور تحریری شہادتوں کی بنا پر بادثوق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک آدھ ذمہ دار لیگی لیڈر کو چھوڑ کر باقی سب شروع ہی سے قرار دادِ مقاصد کو انہی اُصولوں پر مرتب کرنا چاہتے تھے۔ جن پر وہ فی الواقع مرتب ہوئی۔ جمہوریت میں افراد کو بڑی آزادی ہوتی ہے اور جب تک کوئی کانسٹیٹیوشن یا قرار داد منظور نہ ہو جائے یا پارٹی اس کے حق میں فیصلہ نہ دے دے جماعت کے ارکان بھی اپنے خیال کے مطابق اظہار رائے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد قائدِ اعظمؒ اور لیاقت علی مرحوم نے ہمیشہ ان اُصولوں پر زور دیا جن پر قرار دادِ مقاصد کی بنیادیں رکھی گئیں۔ قائدِ اعظمؒ نے اسٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقع پر یعنی اپنی تقریر میں انہی اسلامی اصولوں پر زور دیا۔ انہی خیالات کا اظہار ذمہ دار لیگی اخبارات نے کیا۔ سنہ ۱۹۴۸ء کے وسط میں اسلامی جماعت پر سب سے کڑے اعتراضات جس اخبار نے کیے وہ "نوائے وقت" تھا۔ مولانا مودودی ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء کو نظر بند ہوئے اور اس کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد یعنی ۱۱ اکتوبر کو نوائے وقت نے ایک ایڈیٹوریل میں لکھا:

جہاں تک خاص پاکستان اور ملک میں نظامِ اسلامی کی ترویج و قیام کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حکومت ایسا مطالبہ کرنے والوں کو غدار سمجھتی ہے۔ یا اُن سے بدکتی ہے۔ خود اس مملکت کے بانی اور سب سے واجب الاحترام لیڈر محمد علی جناحؒ مرحوم و مغفور بارہا یہ اعلان فرما چکے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد ہی مسلمانوں کی اس خواہش پر رکھی گئی تھی کہ وہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات

کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اس لیے اس ملک کے دستور کی اساس لازمی طور پر قرآنی و اسلامی اُصولوں پر رکھی جائے گی۔

وزیرِ اعظم پاکستان بھی کئی مرتبہ اس خیال کا اظہار کر چکے ہیں اور ہمیں یقین واثق ہے کہ قائدِ اعظمؒ کی وفات کے بعد آپ کے نائبین اور جانشین مرحوم کے مذکورہ بالا اعلان کو عملی جامہ پہنانا اپنا فرض خصوصی سمجھیں گے۔

صفحہ ۷۸ و ۷۹ پر "جماعت اسلامی اور اسلامی دستور" کے مؤلف لکھتے ہیں :-

الفاظ کی شعبدہ گری

کتنا بڑا جھوٹ ہے یہ جماعت اسلامی کا اور کس چالاکی اور الفاظ کی شعبدہ گری سے اتنا بڑا مغالطہ پیدا کر کے عوام کو بھڑکانے اور اشتعال دلانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی دینی جماعتی اور معلوم نہیں کس کس اعتبار سے بلند سے بلند مرتبے پر فائز ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور خاص انبیاء کے طریق کار پر چلنے کا اعلان بھی فرمایا جاتا ہے اور نائب رسول بننے کے عزائم بھی ہیں۔

جماعت کی غیر معمولی قوت کا نقش

اپنی برتری۔ اپنی طاقت۔ اپنی ہمہ دانی اور جماعت کی غیر معمولی قوت کا نقش لوگوں کے ذہن پر بٹھانے کے لیے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی اپنے ان مغالطوں کا سلسلہ اس کے بعد بھی برابر جاری رکھتے ہیں اور لوگوں کو اس چکر سے نکلنے نہیں دیتے چنانچہ یہ حضرات قرارداد مقاصد کی خاص اپنی توجیہہ کرتے ہیں اور قرارداد کی یہ غلط ترجمانی محض اس لیے کی جاتی ہے۔ کہ اگر اس کے وہی معنی لیے گیے جو اس کے اُردو اور انگریزی متن سے نکلتے ہیں۔ تو جماعت کی اس سے بڑی کرکری ہوگی اور اس پر الزام لگے گا کہ اس نے اسے کیسے قبول کر لیا۔ کیونکہ قرارداد مقاصد میں قانون سازی کا حق جمہور کو دیا گیا ہے اور جماعت شروع سے جمہور کے اس حق کو کفر

شرک اور عصیاں قرار دیتی رہی ہے

صفحہ ۷۴ و ۷۵ پر پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں :۔

ہم اصلی اسلام کے مخالف نہیں ہیں

قبل اس سے کہ ہم آگے بڑھیں۔ مودودی صاحب اور چوہدری نذیر احمد صاحب کی ایک گفتگو کا یہاں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ موصوف فوجی عدالت میں مولانا کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے۔ انھوں نے مولانا کو سماعت مقدمہ سے پہلے جیل میں بتایا کہ اُوپر والوں کا خیال ہے کہ مولانا مودودی نے انتخابات میں حصّہ لینے کا اقدام کیا ہے اور دستور کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے۔ یہ مذہبی ڈکٹیٹرشپ اگر ایک مرتبہ قائم ہوگئی تو پھر کسی کی خیر نہیں۔ لہٰذا پُوری سختی سے اس طاقت کو کچل دینا چاہیئے۔ چوہدری صاحب نے یہ بھی کہا کہ حکمران طبقے کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اصلی اسلام کے مخالف نہیں ہیں بلکہ اسلام کی اس شکل کے مخالف ہیں جو ملّاؤں نے بطور خود بنا دی ہے اور اس کو ہم مُلّا ازم کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ اپنے تصوّر کے مطابق ملّاازم جیسی غلط اور خطرناک چیز کو کیوں نہ کچلیں اس کا جواب مولانا نے چوہدری نذیر احمد کو یہ دیا کہ اس "معاملے" میں ہمارا لٹریچر اور دستور اور ہمارا نظام جماعت یہ بتا سکتا ہے کہ ہم لوگ سب سے زیادہ جمہوریت پسند ہیں اور ہمارے ہاں ڈکٹیٹرانہ ذہنیت کی سرے سے گنجائش نہیں۔[1]

ہم لوگ سب سے زیادہ جمہوریت پسند ہیں

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم لوگ سب سے زیادہ جمہوریت پسند ہیں اور ہمارا لٹریچر دستور اور ہمارا نظام جماعت یہ بتا سکتا ہے باور نہیں آتا کہ موصوف نے یہ بات کہی ہو۔ مولانا نے تو اپنی تحریک کی بنیاد ہی جمہوریت کی مخالفت پر رکھی تھی۔

---

[1] مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں صفحہ ۴۱۲ منقول از مقالہ نعیم صدیقی۔

لیکن رہائی کے بعد موصوف نے جو سیاسی روش اختیار کی اُس سے اُن کی اس کایا پلٹ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے چوہدری صاحب کی اس گفتگو کے بعد مولانا نے یہ مناسب سمجھا ہو کہ وُہ فوجی عدالت اور تحقیقاتی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے خاص طور سے جمہوریت کے تقاضوں کا ذکر کریں اور اس بات پر زور دیں کہ پاکستان ایک قومی اور جمہوری حکومت کا مدّعی ہے۔ اور اس کے لیے نوکر شاہی انتہائی غیر موزوں ہے۔ نیز یہ کہ ایک جمہوری نظام حکومت میں مجھے پُورا حق پہنچتا ہے کہ مَیں برسر اقتدار پارٹی کی پالیسیوں پر تنقید کروں۔ حتیٰ کہ اس کی غلطیاں واضح کر کے پبلک سے یہ اپیل کرنے کا حق بھی رکھتا ہوں کہ اس پارٹی کو اقتدار کے منصب سے ہٹا دیا جائے اور یہ اس لیے کہ مَیں اس ملک میں ایک نقطۂ خیال رکھنے والی جماعت کا لیڈر رہُوں۔

آپ نے دیکھا کس طرح مولانا پُورے بیس سال تک جمہوری اور قومی نظامِ حکومت کی مخالفت کرتے رہے خواہ وہ حکومت مسلمانوں اور غیر مسلموں کی ملی جُلی ہو یا صرف مسلمانوں کی اور کوئی ناشُدنی الزام اور کوئی مہذّب گالی نہیں جو اس عرصے میں انھوں نے قومیت اور جمہوریت کو نہ دی ہو۔ موصوف اپنا تحریکِ اسلامی کا اوّلین مقصد ہی حکم النّاس یعنی حاکمیت جمہور کی مخالفت قرار دیا تھا۔ لیکن آخر میں وہ اُسی قومی و جمہوری نظام کی پناہ لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس کا واسطہ دلا کر اپنی برّیت چاہتے ہیں اور اس کے نام سے برسر اقتدار پارٹی کی تنقید اور منصب اقتدار سے ہٹانے کا حق مانگتے ہیں۔

صفحہ ۸۷ "جماعت اسلامی اور اسلامی دستور" پر لکھتے ہیں:۔

نئی مجلس ترتیب دی جائے

مشرقی پاکستان سے زیادہ اور مغربی پاکستان سے کم تر یہ مطالبہ کیا جانے

لگا کہ چونکہ مجلسِ دستور اب عوام کی نمائندہ نہیں رہی اس لیے نئی مجلس ترتیب دی جائے۔

اب جماعت اسلامی حرکت میں آتی ہے اور اس کی طرف سے باقاعدہ یہ مہم شروع ہوتی ہے کہ دستوریہ نہ توڑی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو ممکن ہے آئندہ پانچ سال تک کوئی آئین نہ بن پائے۔[1]

۱۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو موچی دروازہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے جماعت اسلامی کے مشہور لیڈر نعیم صدیقی نے کہا ۔۔ ۔۔ ۔۔ آپ فرماتے ہیں کہ دستوریہ غیر نمائندہ ہے۔ پچھلے سات سال سے آپ کہاں سوتے رہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ دستوریہ توڑنے کا نعرہ لگانا بڑا سستا کارنامہ ہے لیکن اس کا توڑنا بڑا مہنگا پڑے گا۔

جماعت اسلامی کے اخبار تسنیم نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو لکھا:۔

یہ دستوریہ اگر آج غیر نمائندہ ہے تو کل بھی غیر نمائندہ تھی۔ اگر کل غیر نمائندہ نہیں تھی تو آج بھی غیر نمائندہ نہیں ہے۔ دستوریہ کی ہیئت میں کونسا تغیّر واقع ہو گیا ہے۔ جو آج اس میں سو سو کیڑے نکالے جا رہے ہیں۔

دستوریہ نہ توڑنے کا اس سے کئی گنا زیادہ مؤثر اور زوردار پروپیگنڈا انہی دنوں کراچی میں ہوتا رہا۔

عجیب بات یہ ہے

لیکن اس سلسلے میں عجیب بات یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی ہی تھے جنھوں نے کئی سال پہلے دستوریہ توڑنے کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں مودودی صاحب نے فرمایا۔" کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بنے اور اس مملکت کے شہری جمہوریت، اسلامی مساوات اور اسلامی عدل کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہوں تو محض ان سفارشات

[1] لائلپور میں مولانا امین احسن اصلاحی کی تقریر ۲۸ اپریل ۱۹۵۴ء

کے خلاف احتجاج کر دینا کافی نہیں۔ بلکہ آپ کا فرض ہے کہ نہایت مؤثر طریقہ سے یہ بات کھول دیجئے۔ کہ موجودہ دستور ساز اسمبلی قوم کا اعتماد کھو چکی ہے۔ اس اسمبلی کو توڑ کر ایک نئی دستور ساز اسمبلی کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔

(دستوری سفارشات اور اُن پر تنقید و تبصرہ)

اسمبلی کی وفاداری تک مشتبہ تھی

۱۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو مودودی صاحب نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ ہم پہلے ہی سے اس اسمبلی کی ہیئت ترکیبی کو۔ اس کے ارکان کی سیرتوں کو۔ اس کی پچھلی کارروائیوں کو اور قرارداد مقاصد سے پہلے اور بعد اس کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر چکے تھے۔ کہ یہ اسمبلی نہ ایک اسلامی دستور بنانے کی اہل ہے اور نہ ایک جمہوری دستور بلکہ ہمارے نزدیک تو اسلام اور ملک کے اجتماعی مفاد کے ساتھ اس اسمبلی کی وفاداری تک مشتبہ تھی۔ ہم اس کو ایک مخصوص برسرِ اقتدار طبقہ کی اغراض کا آلۂ کار سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر ہم نے بہت پہلے قوم کو متنبہ کر دیا تھا۔ کہ اگر وہ ایک صحیح اسلامی دستور چاہتی ہے تو اسے بالاتفاق ایک نئی دستور ساز اسمبلی کے قیام کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ جو حق رائے دہندگان کی بنیاد پر براہِ راست منتخب کی جائے اور پھر

صحیح چارۂ کار

۱۴ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو موچی دروازہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے مولانا نے کہا صحیح چارہ کار اب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمام اہل پاکستان بالاتفاق اس اسمبلی پر بے اعتمادی کا اظہار کریں اور صاف صاف یہ مطالبہ کریں کہ اسے توڑ دیا جائے اور اس کی جگہ ایک دوسری دستور ساز اسمبلی بنائی جائے جو حق رائے دہندگی بالغاں کے اُصول پر براہِ راست منتخب ہو۔

اسمبلی کے غیر نمائندہ ہونے اور اسے توڑنے کا مطالبہ

آپ نے دیکھا کہ ۱۹۵۰ء میں دستور ساز اسمبلی کے غیر نمائندہ ہونے اور اسے توڑنے کا مطالبہ کس زور و شور سے مودودی صاحب نے کیا اور اس کی مذمت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ "ہمارے نزدیک تو اسلام اور ملک کے اجتماعی مفاد کے ساتھ اسمبلی کی وفاداری تک مشتبہ تھی اور اس سے کسی کی بھلائی کی توقع نہیں ہونی چاہیئے۔

لیکن صرف چار سال بعد اسی دستور ساز اسمبلی کے نہ توڑنے کا نعرہ کتنی شدومد سے جماعت اسلامی کے بزرگ لگاتے رہے اور اس کی خاطر ملک میں پروپیگنڈا کا ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان کے امیر کے اتباع میں اُسے توڑنے کا کہتا ہے اُسے یہ بے نقط سنانے پر تل جاتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں۔

دستوریہ کو توڑ دو کا غیر مشروط نعرہ سب سے پہلے کمیونسٹوں نے لگایا تھا اور اب دستوریہ کے بعض ارکان نے مخصوص اسباب کی وجہ سے "دستوریہ توڑ دو" کا نعرہ کمیونسٹوں سے مستعار لیا۔

اور تسنیم صرف اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس پر مزید اضافہ کرتا ہے کہ یہ مطالبہ پاکستان میں بعض مفاد پرست اور صوبائی تعصبات میں مبتلا بے دین اور کمیونسٹ حضرات کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ اگر اسلامی دستور کے معاملے میں دستور ساز اسمبلی کی روش پہلے کے مقابلے میں جماعت اسلامی کے حق میں ہوتی تو پھر بھی ایک بات تھی اور جماعت کی پالیسی کی تبدیلی کی وجہ سے یہ چیز کہی جا سکتی تھی لیکن ایسا بھی نہیں تھا۔ جولائی ۱۹۵۴ء کے ترجمان القرآن میں یہ شکایت کی گئی ہے۔ کہ گو دستور سازی کسی قدر بہتر رفتار سے ہوئی ہے لیکن

بنیادی اُصولوں کی رپورٹ میں اسلامی اور جمہوری لحاظ سے نہایت خطرناک رخنے چھوڑے جا رہے ہیں اور قادیانی مسئلے سے بھی ہماری قیادت اور ہماری دستوریہ آنکھیں بند کر کے بے نیازی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

پچھلے سات برس کہاں سوتے رہے؟

مندرجہ بالا سطور میں ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ ۱۹۵۰ء میں امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب ہی نے دستوریہ کو توڑنے کا نعرہ لگایا تھا اب ۱۹۵۷ء کے مودودی صاحب جماعت اسلامی کے اخبار تسنیم کی نظر میں کمیونسٹ ہیں اور جناب نعیم صدیقی صاحب جو جماعت اسلامی کے صفِ اوّل کے لیڈر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دستوریہ توڑ دو کا نعرہ اب لگا رہے ہیں وہ پچھلے سات سال کہاں سوتے رہے۔ ہم بصد ادب نعیم صدیقی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھیں بھی یہ علم نہیں کہ ان کے امیر جماعت پچھلے سات برس کہاں کہاں سوتے رہے؟ (مرتّب)

دُنیادار سیاست پیشہ اور سیاست کار حضرات

دُنیادار سیاست پیشہ اور سیاست کار حضرات اس معاملے میں بے حد بدنام ہیں کہ ان کا کوئی دین نہیں ہوتا اور وہ ہوا کے ساتھ اپنی پالیسیاں بدلتے رہتے ہیں اور زمانہ سازی اور مصلحت پرستی ان کا شعار بن جاتا ہے۔ لیکن دین کے نام سے ان سیاست کرنے والوں کی زمانہ سازی بھی آپ ملاحظہ کیجیے۔ کہ گروہی سیاست میں پھنس کر اپنے امیر کی باتوں کی تردید کر رہے ہیں۔

"جماعت اسلامی اور اسلامی دستور" صفحہ نمبر ۹ پر پروفیسر محمد سرور رقمطراز ہیں:۔

اپیل اس قدر مقدس اور بلند

اپیل اتنی مقدس مقاصد اس قدر بلند اور دعاوی اور تعلّیوں کا یہ عالم کہ ثریا کی

خبر لائیں اور عمل خالص گروہی سیاست اور جوڑ توڑ اور اس طرح اقتدار حاصل کرنے کی کوشش اور اسے نام دیا جائے۔ اقامت دین حق اور احیائے اسلام کا اور اپنے لیے مقام چاہنا انبیاء علیہم السّلام کا۔

جولائی ۱۹۵۲ء میں مجلس شوریٰ نے ملک کے عوام سے اپیل کی کہ وہ اس وقت اس مسئلے کو ملتوی کر کے اپنی توجہ اسلامی دستور بنوانے پر مرکوز کر دیں اور یہ کہ جب اسلامی دستور بنے گا۔ تو قادیانی مسئلہ آپ سے آپ حل ہو جائے گا۔

(فوجی عدالت کے سامنے مولانا مودودی کا بیان)

لیکن اگست ۱۹۵۲ء کے پہلے ہی ہفتے میں اسی مجلس شوریٰ نے اس مسئلے کو دستوری مطالبے کا جزو بنا ناطے کر لیا۔

۱۰ جنوری ۱۹۵۶ء کو مجلس دستور ساز میں پاکستان کا دستوری مسودہ پیش ہوا تو جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے ۱۶ جنوری کو اس پر تنقید کی اُس میں کہیں مسودہ پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت کیوں قرار نہیں دیا گیا۔

صفحہ ۱۱۲ جماعت اسلامی اور اسلامی دستور

اسلام پسند عناصر کی بڑی کامیابی

اس میں شک نہیں کہ مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا گیا ہے اور یہ بھی شرط لگا دی ہے کہ صرف مسلمان ہی صدر مملکت ہو سکے گا۔ ہمیں حیرت تو اس بات پر ہے کہ مولانا مودودی اس نام پر اتنے خوش ہیں کہ وہ اسے ملک کے "اسلام پسند عناصر" کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ مولانا ہی وہ بزرگ ہیں جو ۱۹۳۳ء سے مسلمانوں کو یہ ذہن نشین کراتے چلے آ رہے ہیں کہ محض اسلام کے نام میں کیا رکھا ہے۔ چنانچہ تمام نام کے مسلمانوں کو انھوں نے نسلی مسلمان کا خطاب دیا اور ان کو خوب جلی کٹی سنائیں۔ اب مولانا ہی ہیں جو مملکت کے اسلامی نام پر پھولے نہیں سماتے

اور ان کے نزدیک صرف مسلمان کا صدر مملکت ہوسکنا ہی بہت بڑا کارنامہ ہے اور
اپنی منطق کے مطابق مان کر یہ دیکھنے کا بھی ہوش نہیں رہا کہ یہ مسلمان محض نسلی اور
نام کا مسلمان ہوگا یا صحیح اور صالح مسلمان۔ (جماعت اسلامی اور اسلامی دستور صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷)

مودودی صاحب کی طرف سے اسلام کا نام لینے پر پابندی

اور میں نہیں سمجھتا کہ اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپ کو اصرار کیوں ہو؟ "مسلمان" کے معنی و مفہوم سے تو آپ کو کوئی بحث ہے ہی نہیں۔ آپ کو تو اپنی قومیت کے لیے بس ایک نام چاہیئے۔ سو اس غرض کے لیے آپ جو نام بھی وضع کرلیں گے۔ وہ آپ کی مستقل اجتماعی حیثیت پر اُسی طرح دلالت کرنے لگے گا جس طرح اب لفظ "مسلمان" کررہا ہے۔ آخر اس نوع کی قومیت میں کونسی خصوصیت ہے جس کے لیے لفظ "مسلمان" ہی استعمال کرنا ضروری ہو؟ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش صفحہ ۶۲)

ہمارے پاس جو کتاب ہے اس پر صفحہ ۶۲ ہے۔ سرور صاحب نے صفحہ ۶۳ لکھا ہے۔ (مرتب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

مسلمان علماء اور قانون سازوں کا نقطۂ نظر

لیکن مرورِ ایام سے ہوا یہ جس کے اپنے اسباب تھے اور ان کا گذشتہ باب میں ہم ذکر بھی کر آئے ہیں کہ مسلمان علماء اور قانون سازوں کا نقطۂ نظر مشیت الٰہی کے متعلق بالکل بدل گیا۔

تعصب سے بھرپور دلوں اور گھٹی ہوئی فرسودہ اور جامد زندگی

اور بجائے اس کے وہ پوری کائنات و انسانیت کی تمام وسعتوں اور ان کی ہر لحظہ تبدیلیوں کو اپنے اندر لیتی وہ مترادف بن گئی مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں اور فرقوں کی مرضی کی۔ ان میں سے کسی کے عقیدے پر زد پڑی تو نعوذ باللہ مشیت الٰہی کی توہین ہوگئی اور اُن میں سے کسی کے عقیدے کو مان لیا گیا تو مشیت الٰہی مطمئن ہوگئی۔

اور گو زبان سے وہ اسے بدستور رحمٰن و رحیم اور خبیر و علیم کہتے رہے۔ لیکن عملاً مشیتِ الٰہی تابع ہوگئی اُن کے تنگ ذہنوں، تعصب سے بھرپور دلوں اور گھٹی ہوئی فرسودہ اور جامد زندگی کی اور اس کے مطابق وہ مشیت الٰہی کی تعبیر کرنے لگے اس کی وجہ سے اُن کے خیالات میں تنگی آگئی۔ ان کے جذبات میں زندگی کی حرارت نہ رہی اور ان کا نقطۂ نظر محدود ہوگیا اور مشیت الٰہی کو انھوں نے صرف اپنے مخصوص گروہ کے معتقدات تک محدود کر دیا اور اس طرح ان کے نزدیک اللہ کی حاکمیت کے معنی عملاً ان کے مذہبی گروہ کی حاکمیت کے ہو گئے[1]۔ اس تصور نے ان میں فکری جمود بھی پیدا کیا۔ اور ان کی نظروں سے وسعت پذیر رواں دواں ہر دم بدلنے والی زندگی اوجھل ہوگئی۔ چنانچہ مذہب ان کے ہاں بندھے ٹکے عقاید کا نام ہوگیا اور وہ ان کی مدد سے زندگی کے ہر مسئلے کو حل کرنے لگے۔

مشیتِ الٰہی محدود ہو کر رہ گئی ہے

[1] جماعت احمدیہ کی قادیانی شاخ اور جماعت اسلامی کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر میں آپ کو یہ چیز بڑی نمایاں نظر آئے گی۔ ان جماعتوں کی تحریریں پڑھیئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ قادیاں اور ربوہ یا اچھرہ کی ذیلدار اسٹریٹ تک اور ان کی مرضی اور نا مرضی میں نعوذ باللہ خدا کی مرضی و نا مرضی گم ہو گئی ہے۔

مارچ ۱۹۵۶ء میں مودودی صاحب مشرقی پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک مختلف مقامات پر تقریریں کرتے رہے۔

آپ نے فرمایا:۔

مسلمانوں کی عددی اکثریت صفر ہو کر رہ گئی ہے

یہاں مسلمانوں کی عددی اکثریت عملاً صفر ہوگئی ہے۔ اور ان کے باہمی اختلاف نے صوبے کی سیاست میں ہندو اقلیت کو فیصلہ کن طاقت بنا دیا ہے۔ اس طرح پاکستان

بننے کا اصل فائدہ جو دو سو برس کے کچلے اور دبے ہوئے مسلمانوں کو پہنچنا چاہیئے تھا۔ یعنی ہندو کے تسلط سے نجات وُہ ضائع ہوگیا۔ اور وُہی ہندو پھر سے مسلمانوں کے سر پر مسلط ہو گیے۔ جن کے دباؤ سے نکلنے کے لیے پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

دوئم یہ کہ مشرقی پاکستان کی سیاست پر ہندو تسلط کے اثر سے مرکز تک نہ بچ سکا۔ ۔ ۔۔ اس وقت ہر مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیا پاکستان اسی لیے بنا تھا کہ یہاں بھی ہماری قسمت کا فیصلہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو[1]۔

(جماعت اسلامی اسلامی دستور صفحہ ۲۲۲)

اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے

از

ابوالاعلیٰ مودودی

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ لاہور

یہ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۶ء تک متعدد بار شائع ہوا ہے۔

یہ جماعت اسلامی کی طرف سے شائع کردہ ایک پمفلٹ ہے جس کے صفحہ ۱۰ و ۱۸ پر

خام خیالیاں

ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ بس مسلمانوں کی تنظیم تمام دردوں کی دوا ہے "اسلامی حکومت" یا "آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام" کے مقصد تک پہنچنے کی سبیل سمجھی جارہی ہے کہ مسلمان قوم جن افراد سے مرکب ہے وہ سب ایک مرکز پر جمع ہوں، متحد ہوں اور ایک مرکزی قیادت کی اطاعت میں کام کریں۔

---

[1] تحریک حصول پاکستان کے وقت مودودی صاحب کے خیالات عددی۔ نسلی۔ مردم شماری کے مسلمانوں کے متعلق اور تھے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

لیکن دراصل یہ ایک قوم پرستانہ پروگرام ہے جو قوم بھی اپنا بول بالا کرنے کے لیے جدّوجہد کرنا چاہیے گی وُہ یہی طریق کار اختیار کرے گی۔ خواہ وہ ہندو قوم ہو یا سکھ یا جرمن یا اطالوی۔ قوم کے عشق میں ڈوبا ہوا ایک لیڈر جو موقع ومحل کے لحاظ سے مناسب چالیں چلنے میں ماہر ہو اور جس میں حکم چلانے کی خاص قابلیت موجود ہو۔ ہر قوم کی سر بلندی کے لیے مفید ہوتا ہے۔ خواہ وہ موبجے یا ساکر ودہو یا ہٹلر یا مسولینی۔ ایسے ہزاروں لاکھوں نوجوان جو قومی عزائم کے لیے اپنے لیڈر کی اطاعت میں منظم حرکت کر سکتے ہوں۔ ہر قوم کا جھنڈا بلند کر سکتے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

مسلمان نسلی وتاریخی قومیّت کا نام

پس اگر مسلمان ایک نسلی وتاریخی قومیّت کا نام ہے اور پیش نظر مقصد صرف اس کا بول بالا کرنا ہے تو اس کے لیے واقعی یہی سبیل ہے۔ جو تجویز کی جا رہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسّر آ سکتی ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لیے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے۔ (ص ۲۱۷)

مطالبہ پاکستان پہلا قدم نہیں اُلٹا قدم

ہم جناب امیر وامام جماعت اسلامی سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک تو اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے مطالبۂ پاکستان پہلا قدم نہیں بلکہ اُلٹا قدم تھا آپ کی ذہانت وفراست اور غیرت وحمیت کو کیا ہوا کہ دارالسلام پٹھانکوٹ چھوڑ کر یہاں آ گیے ؟

دُوسرے قارئین نوٹ فرمائیں۔ کہ یہاں مولانا مودودی صاحب نے ایسے لیڈر کو جو نسلی وپیدائشی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اور مسلمانوں کی قومی حکومت کے لیے جدّوجہد کرے۔ موبجے، ساورکر اور ہٹلر، مسولینی کے ساتھ ملایا ہے۔ دیکھیے۔

ان کے دستِ راست سابق کانگریسی نصر اللہ خان عزیز کوثر ۱۳ر جنوری ۱۹۴۷ء میں بعینہٖ انہی الفاظ سے حضرت قائداعظمؒ کو یاد فرماتے ہیں۔ ہم تحریک حصولِ پاکستان کے کارکن صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔

ذرا چشمِ بصیرت کھول کر رکھتا ہے بینائی۔ (مرتب)

منشور جماعت اسلامی پاکستان

طابع وناشر:۔ رحمت الٰہی ناظم انتخابات جماعت اسلامی

مطبع:۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس لاہور

مقامِ اشاعت:۔ اچھرہ۔ لاہور

اس پر شائع کرنے کی تاریخ اور سن نہیں دیا گیا شعبۂ انتخابات جماعت اسلامی پاکستان کی طرف سے ہے۔ (مرتب)

صفحہ نمبر ۹ پر:۔

اس جماعت کے نزدیک پاکستان میں دراصل کسر اس چیز کی نہیں ہے کہ یہاں خدا اور آخرت اور رسالت کے ماننے والوں کی کمی ہے۔ بلکہ اس چیز کی کمی ہے کہ جس حق کو یہاں کے باشندوں کی اکثریت مانتی ہے وہ عملاً نافذ ہو۔

آگے چل کر صفحہ نمبر ۱۰ و ۱۱ پر تحریر ہے:۔

انگریز کے رخصت ہو جانے کے بعد

ان سب پر مزید یہ کہ انگریز کے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ میں ہماری قومی زندگی کی باگیں آئی ہیں اور جن کو اس نوخیز ریاست کی تعمیر و تشکیل کے اختیارات ملے ہیں وہ اگرچہ اسلام ہی کا نام لے کر برسراقتدار آئے ہیں ... لیکن نہ تو وہ اسلام کو جانتے ہیں نہ ان کی اپنی زندگیاں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ وہ اسلام کے طریقہ پر خود عامل ہیں اور نہ ان کا اب تک کا طرزِ عمل یہ امید دلاتا ہے کہ ان

کے ہاتھوں یہ ملک کبھی فرنگیت کے راستہ سے ہٹ کر اسلام کے راستے پر چل سکے گا۔

غور فرمایا قارئین کرام نے کیا فرمایا جا رہا ہے۔ اے جماعت اسلامی کے ممبران صاحبان کیا یہ وُہی اکثریت نہیں جو خدا۔ آخرت اور رسالت کے ماننے والوں کی ہے۔ جسے بے دین کہتے کہتے آپ کے مُنہ میں جھاگ آجاتا تھا۔

اور کیا اب بھی آپ چاہتے ہیں کہ برسر اقتدار اصحاب آپ کا وہ اسلام تسلیم کریں۔ جو اسپین کے مسلمانوں کی طرح ہماری نسلی۔ عددی حیثیت کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ اے صالحین کرام انشاء اللہ پاکستان کے مسلمان اسلام کو بطور نظام قبول کریں گے۔ کیونکہ ان کی تحریک ہی اسلام کے نام پر اُٹھی تھی۔ لیکن یقین مانیے کہ آپ کی ٹکسالوں کا ڈھلا ہوا اسلام یہاں نہیں پنپ سکے گا۔ (مرتّب)

منشور جماعت اسلامی پاکستان صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھا ہے:۔

جماعت اسلامی جو اصلاحی انقلاب اس ملک میں لانا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وُہ ایک دن میں نہیں لایا جا سکتا اور نہ معاشرے کو تیار کیے بغیر وہ اُوپر سے مسلط کیا جا سکتا ہے۔

ہماری عرض بھی یہی تھی

ہم بھی تو آپ صالحین کرام سے یہی عرض کرتے تھے۔ کہ ایک خطۂ زمین حاصل کر نے دو ان نسلی، عددی، مردم شماری کے مسلمانوں کو وہاں محفوظ کر لیں پھر بتدریج اس گلستانِ اقبالؒ و جناحؒ کو اسلام کے پھولوں سے آراستہ و پیراستہ کریں گے یہ انقلاب شبا شب میں نہیں لایا جا سکتا تو اُس وقت ارشاد ہوتا تھا کہ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں یہ مردم شماری کے مسلمان اپنا الگ وجود باقی رکھ سکیں یا ختم ہو جائیں۔ (مرتّب)

پاکستان کے لیے مستقل ناسُور

کشمیر کا مسئلہ جو بھارت کی بے شرمانہ جوع الارض، بڑی طاقتوں کی مجرمانہ

چشم پوشی اور ہمارے ملک کے اہلِ سیاست کی کم ہمتی کے باعث اب پاکستان کے لیے ایک مستقل ناسور بن چکا ہے۔

خدارا حقائق کو مسخ کرنے کی بے شرمانہ جسارتیں نہ کیجئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں آپ کی منافقانہ چالوں کا بھی دخل ہے۔

قارئین کرام اس کتاب میں کہیں پڑھیں گے کہ جب امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب نے سائل کو فتویٰ دے دیا تو اس نے عرض کیا کہ قبلہ شائع کراؤں گا تو فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرنا اس سے جو نقصان مجھے پہنچے گا اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہو گی۔ مقابلتاً اس نقصان کے جو اس سے جہادِ کشمیر کو ہو گا۔

اب قارئین اندازہ فرمائیں کہ اگر صاحبان اختیار و اقتدار کی کم ہمتی کو بھی مان لیا جائے تو کیا بدنیتی، بدبینی اور وہ منافقانہ روش جو مولانا مودودی نے اختیار کی فراموش کی جا سکتی ہے۔ اور یہ حقیقت نہیں کہ ان کے فتویٰ سے جہاد کشمیر کو کتنا نقصان پہنچا؟ (مرتّب)

دو سو ایکڑ نہری و چاہی چار سو ایکڑ بارانی

تمام ایسی زمینداریوں کے متعلق جو دو سو ایکڑ نہری و چاہی یا چار سو ایکڑ بارانی سے زیادہ رقبے کی ملکیت پر مشتمل ہوں۔ تحقیقات کی جائے کہ ان میں سے کون شریعت اسلامیہ کی رُو سے جائز ملکیت کی تعریف میں آتی ہے اور کون اس تعریف میں نہیں آتی۔

جو زمینداریاں اس تعریف سے خارج پائی جائیں گی۔ ان کا صرف دو سو ایکڑ نہری و چاہی یا چار سو ایکڑ بارانی حصہ موجودہ قابضوں کے پاس رہنے دیا جائے گا۔ باقی ماندہ رقبے ان کے قبضے سے نکال کر مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔

اور استحقاق میں ان لوگوں کو مقدم رکھا جائے گا۔ جو فی الحال ان زمینوں میں کاشت کر رہے ہیں۔
(صفحہ ۳۰ و ۳۱ منشور جماعت اسلامی)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس سے معمولی سا کم رقبہ ہو اور وہ ناجائز طریق سے حاصل کیا گیا ہو تو وہ حلال کی کمائی ہو گا۔ علمائے کرام فرمائیں کہ اگر شراب کی چند بوندیں پی لی جائیں۔ بوتل نہ انڈیلی جائے تو شراب حرام نہیں ہوگی! اور پھر یہ دو سو ایکڑ نہری و چاہی اور چار سو ایکڑ بارانی ہی کی قید کیوں ۔۔۔

اصل میں بات یہ ہے کہ جو قلم کے سامنے آتا ہے لکھ دیتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ جب اتنے زیادہ تضادات پہلے ہی ہیں اور اضافہ ہو جائے گا تو کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکے گا۔
(مرتب)

ہمارا مقصد ایک ایسی منصفانہ معیشت اور خوشحال معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں ہر فرد کو حسنات زندگی میں سے معقول حصہ مل سکے۔ (صفحہ ۳۹ منشور جماعت اسلامی پاکستان)

کیا مسئلہ ملکیت زمین لکھ کر یہ کہنے والا کہ ایک آدمی کو حق حاصل ہے کہ جتنی چاہے زمین۔ کشتیاں اور دولت وغیرہ رکھ سکتا ہے وہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میری جماعت ایک "خوشحال معاشرہ" تعمیر کرے گی؟
(مرتب)

اسلامی اصولوں کی روشنی میں نظام تعلیم کی اس طرح سے اصلاح کہ یونیورسٹیاں اور دینی دارالعلوم جلد سے جلد ملک ایک ہی نظام تعلیم میں مدغم ہو جائیں۔ اور یہی ایک نظام تعلیم ہمارے معاشرے کے لیے علمائے دین اور علمائے دنیا ایک ساتھ پیدا کرے۔
(صفحہ ۴۵ منشور جماعت اسلامی پاکستان)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یونیورسٹیاں اور دینی دارالعلوم ایک ہی نظام تعلیم میں مدغم ہو جائیں گے تو پھر "علمائے دین" اور "علمائے دنیا" کی تخصیص تھیا کیسی کا نشان نہیں گا تو کیا ہوگا کیا دین اور دنیا اسلام الگ الگ رکھتا ہے؟
(مرتب)

دینی تضادات

مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی کے لٹریچر کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ تضادات سے بھرپور ہے اور ایک جلد کے اندر انھیں پیش کرنا ناممکن سا نظر آتا ہے۔ ہم ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرتے۔ اس لیے کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کا اعتراف ہے۔ ملت میں انہی جذبات واحساسات۔ نظریات وخیالات۔ میلانات کو عام کرنے کے لیے عامۃ المسلمین کو نظریۂ پاکستان سے روشناس کرانے اور ہمنوا بنانے اور اس نظریاتی مملکت میں جو اقبالؒ وجناح کی آرزوؤں۔ اُمیدوں اور تمناؤں کی مظہر ہے۔ پاکستانی معاشرہ کی تشکیل ان اصولوں پر کرنے کے لیے جو افکار اقبالؒ سے ہم اخذ کر سکتے ہیں۔ یہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ ان صالحین و مقدسین کے چہروں سے اسلام کے ان مقدس نقابوں کو اُلٹ دیا جائے۔ ان فریب کاریوں کے پردوں کی پردہ دری کی جائے۔ جن کی اوٹ میں آج بھی اُسی اسلام کا نام لے کر جو تحریک حصولِ پاکستان کی جنگ میں ہمارے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ پاکستانی قیادت کی مخالفت کی جا رہی ہے اور نہایت معصومانہ انداز میں یہ نقاب پوش اپنے عزائم مذمومہ کی تکمیل کے لیے اُسی پاکستان پر جو اقبالؒ وجناح کا پاکستان ہے قبضہ کرنے کے لیے طرح طرح کی حیلہ سازیاں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں پاکستانی قیادت کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات اُبھار رہے ہیں۔ اپنے ماضی کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے اپنی کہی ہوئی باتوں کے بالکل برعکس متضاد قسم کے بیانات اور تحریریں عوام میں لا رہے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے نام پر ان مسلمانوں کو جنھیں یہ تحریک حصولِ پاکستان کے وقت قیامِ پاکستان سے قبل نسلی۔ مردم شماری کے بے دین مسلمان کہتے تھے ان کے دلوں میں جگہ پیدا کر کے یہ اسلامی نظام کے داعی اس شریعت مقدسہ کے

شکنجوں میں ہمیں جکڑتیں جو امیر جماعت اسلامی کی فیکٹریوں میں ڈھلتی ہے۔ہم نے دیانتداری سے جو محسوس کیا نذر قارئین کررہے ہیں۔ہم یہ جانتے ہیں کہ عقیدت کے محلوں میں ہماری ان تحریرات سے زلزلے آئیں گے۔جھٹکے بھی محسوس کیے جائیں گے لیکن ساتھ ہی ساتھ اظہار نفریں بھی کیا جائے گا۔لیکن

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق نہ ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے ناوک واستہزا سے نہ مسلمانوں کی قیادت بچی نہ جمہور مسلمین کی تذلیل وتحقیر میں انھوں نے کوئی کسر باقی رکھی اور ستم یہ ہے کہ علمائے کرام اور بزرگان دین بھی ان کے قلم سے محفوظ نہ رہ سکے۔ان کے نگاہ فریب دلائل سے اچھے خاصے لوگ تحریک حصول پاکستان سے دل برداشتہ ہوکر ان کی "جماعت اسلامی" میں شامل ہوگیے۔ایک اچھی خاصی تعداد ایسی تھی جن کے دل ریب وتشکیک کا شکار ہوگیے۔

یہ نفاقِ پیشانی پر اسلام دوستی کا لیبل لگا کر اس مقدس نام پر مسلمانوں کی اس تحریک کی جس کے ساتھ ملّی زندگی اور موت کا دامن بندھا ہوا تھا کس کس انداز میں مخالفت کرتے رہے۔قارئین اس کتاب سے کافی معلومات حاصل کرسکیں گے۔

مسلم لیگی قیادت نے قیام پاکستان سے قبل عامۃ المسلمین کی اجتماعی حالت کا جائزہ لیا اور جمہور اسلام سے کہا کہ ہم سب مسلمان ایک ہی ماحول کے پروردہ ایک ہی جیسی ملی مجبوریوں میں ماخوذ۔ایک ہی جیسے مسائل ومصائب کا شکار اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔

قائدِ اعظمؒ نے اقبالؒ کے نظریات وفرمودات کی روشنی میں مسلمانوں کو کہا۔کہ ہمارے اندر زندگی کی حس ابھی موجود ہے اور ایک شعاعِ اُمید یعنی پاکستان کا حصول

ابھی باقی ہے۔ہم اگر اپنے اندر عزم و یقین۔ اتحاد اور تنظیم پیدا کرلیں اور ایمان کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان کارزار حیات میں ڈٹ جائیں تو انشاءاللہ ہم اپنے اس مقصد عظیم میں کامیاب ہوں گے۔

آؤ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے فرمان کی روشنی میں کہ جہاں جہاں ہندوستان کے صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ہے وہاں وہاں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے لیے تگ و تاز کریں۔ ایک جہانِ نو تعمیر کریں۔ ایک مرکز حیات قائم کریں پھر وہاں اسلامی فضا پیدا کر کے اپنے اُصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنا شروع کریں تاکہ ہم اس قابل ہو سکیں ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے　　　　نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

کا سماں پیدا کر سکیں۔

لیکن انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ جب دیکھتا ہے کہ جماعتِ اسلامی کا امیر اپنی صحافیانہ۔ محققانہ۔ مفکرانہ۔ مدبرانہ نہیں مفسدانہ صلاحیتوں کو لے کر اسلام کے نام پر خم ٹھونک کر تحریکِ حصول پاکستان کے خلاف میدان میں آ جاتا ہے۔

یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انھوں نے جو انداز اختیار کیا وہ نیشلسٹ علماء سے اچھوتا انداز تھا۔ ان کا طریق و اسلوب کانگریسی ملاؤں سے زیادہ جاذب۔ معصوم اور نگاہ فریب ہی تھا اس لیے کم بین نگاہیں اس کو بھانپ سکیں کہ یہ مسلمانوں کو مقدمہ پاکستان سے الگ رکھنے کی ایک سازش ہے۔ ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ جذباتی عقیدت ہمیں مطعون کرے گی اور ملعون قرار دے گی۔ جب ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح جب عیسائیوں اور آریوں نے مسلمانوں کے خلاف میدانِ کارزار گرم کیا تھا تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو اس وقت سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے۔ ان دو

قوتوں کے خلاف میدان مناظرہ میں آگیے انھوں نے برائین احمدیہ لکھی مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ ہمارے لیے آیہ رحمت ثابت ہونگے لیکن ہوا یہ کہ اسلام کا تحفظ تو کیا کرنا تھا۔ مجدد۔ مہدی اور مسیح کی منزلیں طے کر کے نبی کے مقام پر جا بیٹھے۔

اسی طرح مولانا مودودی صاحب تو عرصہ تلک کانگریس میں رہے اور مسلم لیگ سے نفرت ان کے رگ و ریشہ سے اب تک نہ گئی۔ انھوں نے حیلہ تراشی اور حیلہ سازی کا جو فن بچپن میں سیکھا تھا۔ شباب میں روباہیوں اور حیلہ کاریوں میں پختہ ہونے کی وجہ سے انداز یہ اختیار کیا کہ "نیشلسٹ علما" تو اب مسلمانوں میں عزت و احترام کھو چکے ہیں۔ "مسلم قومیت" کی حمایت میں موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ اوّل و دوئم میں مضامین لکھے۔ لیکن حصہ سوئم میں جمہور مسلمین کے خلاف وہ زہر اُگلا اور پاکستانی قیادت پر وہ رکیک حملے کیے جنھیں پڑھ کر ایک تحریک پاکستان کا کارکن یہی کہہ سکتا ہے۔

زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

وُہ تحریرات جو اُنھوں نے عامتہ المسلمین۔ تحریک حصول پاکستان اور مسلم لیگی قیادت کے خلاف لکھی ہیں۔ قارئین کی نظر سے گذر چکی ہیں اور کچھ آئندہ بھی سامنے آئیں گی۔

یہ ٹھیک ہے کہ اُنھوں نے پہلے وطنیت پرستی کے خلاف لکھنا شروع کیا۔ لیکن جب جنگ پاکستان عین زوروں پر تھی۔ انھوں نے اپنی تمام صلاحیتیں تحریک کے خلاف وقف کر دیں۔ "نیشلسٹ علما" اور امیر جماعت اسلامی اور ان کے رُفقا کی پاکستان کے خلاف کوششوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو کانگریسی مولوی حضرات کی مخالفت ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

جب خُدا کے فضل و کرم سے حضرت قائد اعظمؒ کی قیادت میں وُہ خطہ زمین

ہمیں مل گیا جس کے حصول کے لیے جمہور مسلمین نے مولویوں کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کے جھنڈے تلے والہانہ جوش و خلوص سے انتھک جدّو جہد کی تھی۔ تو ہماری حیرانی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ کہ امیر جماعت اسلامی بمعہ اپنے رفقا کے اُسی "ناپاکستان" میں چلے آئے جو اُن کے نزدیک بے دین قیادت کے زیر اثر مردم شماری کے نسلی۔ پیدائشی اور دین سے ناواقف مسلمانوں نے حاصل کیا تھا۔ لیکن اس پناہ گاہ میں سر چھپانے کے باوجود نہ خدا کی بارگاہ میں اظہار تشکر کا ایک جملہ ان کی زبان سے نکلا اور نہ ہی اس مسلمان قیادت کی فراست کا اعتراف کیا جن میں انھیں خوردبین سے بھی اسلام کی کوئی چھینٹ نظر نہیں آتی تھی۔ اور نہ ہی مسلمانوں کی اس جدّوجہد اور سعی و کاوش کی تعریف میں۔

ان کی پیشانیاں ابھی تک بھی مسلمانوں کے خلاف اظہار نفرت سے شکن آلود اور ان کی نگاہیں غضب آگیں ہیں۔ اور یہ پاکستان کے قیام کو اپنی ماضی کی تکذیب سمجھتے ہیں۔

ہمیں یہاں یہ اعتراف کیے بغیر چارۂ کار نہیں کہ مسلم لیگی قیادت اور ارباب حل و عقد کے عدم تدبّر اور افلاس سیرت و کردار عوام کی معاشی و معاشرتی ناہمواریوں نے کارکنان تحریک حصول پاکستان کی غفلت شعاری اور فرض ناشناسی نے ان مخالفانہ ذہنیتوں کو پھر اُن کی کمین گاہوں سے باہر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ اپنے گم گشتہ ملائی اقتدار کی بازیابی کے لیے مصروف تگ و تاز ہیں۔ اور وہی اسلام جو تحریکِ حصول پاکستان میں ہمارے مخالف تھا۔ اُسی کا نام لے کر تحریک حصول پاکستان کے ہمنواؤں سے ذہنی انتقام لینے کے لیے عامتہ المسلمین کی جذبات کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں۔ ان کا یہ دجل و فریب تہہ بہ تہہ تقدّس دریا کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ جنھیں عام نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ یہ بساطِ پاکستان پر قبضہ

جما کر مودودیت کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم مجبور ہوتے ہیں کہ اپنی نوخیز نسل کو ان مخالفین و معاندین نظریۂ پاکستان کا چہرہ ان کے اپنے الفاظ کے آئینہ میں دکھا دیں۔ ہم نے ایک طویل عرصہ تک ان کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا لیکن جب محسوس کیا کہ

نہ یہ بدلے نہ خو بدلی نہ اُن کی آرزو بدلی — میں کیونکر اعتبار انقلاب آسمان کروں

تحریک حصول پاکستان کے ثمرات کو "شجر ملعونہ" کہنے والے امیر جماعت اسلامی ایک طرف تو قومیت پرست علما کی مخالفت کرتے رہے کہ اگر پاکستان معرض وجود میں آگیا تو انھیں قومیت پرستوں میں شمار نہ کیا جائے اور دوسری طرف تحریک پاکستان کی مخالفت تاکہ اگر پاکستان نہ بنا۔ تو اس صورت میں انھیں حامیان پاکستان میں سے نہ کہا جائے۔ انھوں نے اسلوب نگارش (FORM OF EXPRESSION) ایسا اختیار کیا۔ اسلوب بیان اور طریق استدلال سے یہ خیال و تاثر (IMPRESSION) عام کرنے کی کوشش کی کہ اگر متحدہ قومیت کی بنا پر ہندوستان متحد رہے یا پاکستان بن جائے۔ تو دونوں حالتوں میں یہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں لیکن قیام پاکستان کے بعد عام گنہگار مسلمانوں کی طرح یہ بھی دارالسلام سے پاکستان آگیے۔

شومئی قسمت سے مودودی صاحب نے (سطحی مقبولیت CHEAP POPULERITY) حاصل کرنے کے لیے سہل الحصول اور خوش آئند تدبیر یہی سوچی کہ جذباتی نعروں سے جمہور مسلمین کو حکومت پاکستان کے خلاف بھڑکایا جائے اور اس طریق سے عوام میں مقبولیت حاصل کر کے ان کے جذبات کی قوتوں کو اپنے مقاصد مذمومہ کے حصول کے لیے بروئے کار لایا جائے۔

مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی نے اسلام کو اپنی مرضی و منشا کے مطابق

ڈھالنے کے لیے کس طرح بجر بٹو گھمایا اور اپنی ذہنی اختراعات اور فیصلوں کو کس طرح دین قرار دیا۔ کس طرح سے مزاج شناس رسول بنے اور اپنے کو شاہ ولی اللہؒ۔ شاہ عبدالعزیزؒ اور امام ابن تیمیہؒ سے افضل و برتر قرار دیا اور مجدد الف ثانیؒ سے اپنے کو اعلیٰ مجدد و استعاروں ہی استعاروں میں پیش کیا۔

ہمارے نزدیک یہ وہی تکنیک ہے۔ جو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اختیار کی تھی۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ ان دونوں مدعیوں میں کیا فرق ہے۔ کیا دونوں کا مطمع نظر اور منزل مقصود ایک نہیں؟

اب ہم دینی تضادات نذر قارئین کر رہے ہیں:۔

پہلے آنے والے مجدد کے بارے میں

۱۹۴۰ء کے قریب مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی تحریر کیا:۔

آنے والا مجدد ذہنوں کو بدلے گا

میرا اندازہ ہے کہ آنے والا (مجدد) اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو خوب سمجھتا ہوگا۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر پیدا کرے گا۔

ذہنوں کو بدلے گا۔ ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی۔ جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کرے گی۔ مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دے گا۔ اور ایک زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کارفرما ہوگی۔ اور دوسری طرف سائنٹیفک ترقی اوجِ کمال کو پہنچ جائے گی۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق لکھا ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب تک کوئی مجدّد کامل نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے بھی مجدّد پیدا ہوئے۔ اُن میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے میں ہی کام کیا۔ مجدّد کامل کا مقام ابھی خالی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی و فکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے ... ...

آگے چلئے:۔

امام ابن تیمیہؒ

حضرت ابن تیمیہؒ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے یہ واقعہ ہے کہ وہ بھی کوئی سیاسی تحریک نہ اُٹھا سکے جس سے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہوتا اور اقتدار کی کنجیاں جاہلیت کے قبضے سے نکل کر اسلام کے ہاتھ میں آجاتیں۔ اور

حضرت مجدّد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ

حضرت مجدّد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ذکر میں کہتے ہیں۔ کہ پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے وقت سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور اُن کے خلفاء کے تجدیدی کاموں میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے تصوّف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پُورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی ... ... مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدّد صاحب واقف تھے اور نہ حضرت شاہ صاحب۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ بریلوی کے متعلق لکھا ہے:۔

.. .. دوسری چیز جو مجھے تنقیدی مطالعے میں محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ سیّد صاحب شہیدؒ نے جس علاقے میں جا کر جہاد کیا اور جہاں اسلامی حکومت قائم کی اس علاقے کو اچھی طرح تیار نہ کیا۔

مندرجہ بالا سطور مودودی صاحب کی کتاب تجدّد و احیائے دین سے لی گئی ہیں اور یہ اقتباسات اہل نظر کے لیے دعوت غور و فکر ہیں۔

مزاج شناس رسول

امیر جماعت اسلامی مودودی صاحب کو اپنی علمی۔ فکری۔ دینی صلاحیتوں کے کے متعلق بڑا حسنِ ظن ہے۔ امیر جماعت اسلامی نے اپنی جماعت کے اندر ایسی فضا پیدا کر رکھی ہے۔ کہ جو لوگ ان کے اردگرد جمع ہیں وہ انھیں مزاج شناس رسول اور مجدّد کامل سمجھتے ہیں۔ منیر انکوائری رپورٹ میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنے بیان میں مولانا مودودی کو مزاج شناس رسول سمجھنے کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا ماہر القادری صاحب کیا سمجھتے ہیں۔ سنیئے:۔

حق کا منّاد اور عظیم مفکّر

دُنیائے اسلام کا وہ "عظیم مفکر" جس نے مسلمانوں میں خالص اسلامی فکر پیدا کی اور لوگوں کے سوچنے کے طرز کو بدل دیا۔ کتاب و سُنّت کا ترجمان حق کا منّاد۔ جس کی ذات صداقت کی نشر گاہ ہے۔ .. .. .. اتنا بڑا عالم جو وقتِ واحد میں قرآن و حدیث، فقہ علم۔ کلام۔ فلسفہ۔ تاریخ عمرانیات۔ معاشیات اور سیاسیات پر مجتہدانہ گفتگو کر سکتا ہے۔ استدلال کا بادشاہ اور عقلیات کا امام جس نے مشرق ہی نہیں مغرب کے افکار کو بھی پڑھا ہے، پرکھا ہے اور

جا نچا ہے۔ (مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں)

مولانا نعیم صدیقی رقمطراز ہیں :۔

شاہ ولی اللہ کے بعد ایسا انقلابی مفکّر پیدا نہیں ہُوا۔

سکّہ بند پیمانوں، تاریخ کے مُہر کردہ معیاروں اور معاشرہ کے بنائے ہوئے فرسودہ زاویوں پر ایمان لانے سے انکار کر کے سوچتے ہیں وُہ ان کے بالمقابل دوسرے پیمانے۔ دُوسرے معیار اور دُوسرے زاوئے رائج کرنے کے لیے سوچتے ہیں۔ یہ اس طرح جب کبھی کوئی شخص بنی بنائی دُنیا کو قبول کرنے سے انکار کر کے ایک نئی دُنیا کا نقشہ سوچنے لگ جاتا ہے تو اُسے ہم "انقلابی مفکّر" قرار دیتے ہیں۔

اسی مضمون میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ..... مَیں نہیں جانتا کہ اس طرز کا کوئی مفکّر ہمارے ہاں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے بعد سے اب تک کوئی پیدا ہوا ہے۔ .....

مکاتیب آزاد صفحہ ۱۸۱ پر مولانا آزاد مرحوم رقمطراز ہیں :۔

مولانا آزاد اور مجدّد پر ایمان

جو لوگ کہتے ہیں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ہر صدی کے کسی مجدّد پر ایمان لائیں اُن سے پوچھیے کہ یہ حکم کس قرآن میں نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن سے مقصود وہ قرآن ہے۔ جو محمّد الرّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ تو بتلائیے کس پارہ، کس سُورت، کس آیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدّد آئے گا اور مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ اگر نہیں کہی گئی تو ہمیں کون سی ضرورت ہے کہ اس لغویت میں پڑیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ مجدّد کیا بلا ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی آخری ہدایت آچکی ہے جس کا نام قرآن ہے اور اس

کے مبلغ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پہلے مولانا آزاد بھی (آنے والے) کے قائل تھے لیکن بعد میں ان کے خیالات وہی تھے جو مندرجہ بالا سطور میں درج ہیں۔ یہ اقتباس ہم نے اس لیے دیا ہے کہ قارئین کو اس بارے میں مولانا آزاد کا نظریہ بھی معلوم ہو جائے۔ (مرتّب)

قبل اس کے کہ ہم امیر جماعت اسلامی کے دینی تضادات تحریر کریں۔ اُن علمائے کرام کی آرار جو اُن سے متعلق ہیں نذرِ قارئین کریں اور وہ حضرات جو ان حضرات کا بھی دینی حیثیت میں احترام کرتے ہیں وہ اور ایسے اصحاب جو اس وجہ سے کہ ان بزرگوں کے یہ فرمودات ان کی نظروں سے نہیں گذرے دیکھ سکیں کہ مودودی صاحب ان کے نزدیک کیا ہیں۔

ہمارے سامنے ایک پمفلٹ

مودودی صاحب اور اُن کی جماعت

علماء کرام کے ارشادات

والا نامہ حضرت مولانا مدنی دام ظلہ العالی

مرتّب

محمد عفا اللہ عنہٗ انوری مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور ہے۔

جامع مسجد لائل پور کے ایک طالب علم مولوی صلاح الدین جبالی صاحب نے ایک خط میں مولانا حسین احمد مدنی مرحوم سے چند استفسارات مولانا مودودی صاحب کے بارے میں کیے تھے۔ مولانا مرحوم نے اس طالب علم پر نوازش کی اور ان کے سوالات کا جواب دیا۔ سوالات وجوابات کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند ایک یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

سوال نمبرا :- جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کے متعلق ؟

الجواب :- یہ جماعت گمراہ جماعت ہے ۔اس کے عقائد اہل سنّت والجماعت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں ۔

سوال نمبر۲ ۔ اس جماعت کے ساتھ جو علمار کا اختلاف ہے۔ کس نظریہ سے ہے ؟

الجواب :- علمار کا اختلاف اس سے دین کی وجہ سے ہے یہ جماعت بدین ہے ۔

سوال نمبر۳ ۔ مذہبی ہے یا سیاسی اگر مذہبی ہے تو کن کن شقوں میں ہے ۔ اور کس حد تک ؟

الجواب :- مذہبی ہے۔ اس کے اصول درجہ کفر و ضلالت تک پہنچانے والے ہیں ۔

سوال نمبر۵ ۔ اگر سیاسی یعنی اختلاف رائے ہے۔ تو پھر کس حد تک اختلاف رکھنا چاہیئے ؟

الجواب :- اس کے اصول و عقاید دین اسلام اور اس کے عقائد کے خلاف ہیں ۔ ان سے علیحدہ رہنا اشد ضروری ہے ۔ ان سے اختلاف سیاسی بھی ہے ۔ مگر وہ اتنا اہم نہیں ۔

سوال نمبر۵ ۔ آیا اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے ۔ تعاون کرنا اور اس کی شاخیں بڑھانا چاہئیں کہ نہیں ۔ اس جماعت میں شامل ہونے کا سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے۔ کہ بظاہر اسلام کے لیے بہت کوشش کر رہی ہے۔ خصوصاً قانون اسلام کے لیے ۔

الجواب :- اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور تعاون کرنا درست نہیں ہے ۔

اس جماعت کی کوششیں اس اسلام کے لیے نہیں جو کہ حقیقی ہے بلکہ نام نہاد مودودی صاحب کے اختراعی اور نئے اسلام کے لیے ہے۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنے ہمدم بنانے کے لیے اسلام اور دین کا نام لیتے ہیں۔ ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی مسلمان اور دیندار ہیں۔ ان کے رسالوں اور کتابوں میں دینی پرایہ میں وہ بے دینی اور الحاد کی باتیں مندرج ہیں جن کو ظاہر بین اور ناواقف انسان سمجھ نہیں سکتا اور بالآخر اس اسلام سے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اُمت محمدیہؐ جس پر ساڑھے تیرہ سو برس سے عمل پیرا رہی ہے بالکل علیحدہ اور بیزار ہو جاتا ہے۔ عام لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور زہر کو تریاق سمجھ کر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ جن علماء کے اقوال آپ نے نقل فرمائے ہیں۔ وہ اسی دھوکہ میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گیے انھوں نے مودودی تصانیف غور سے نہیں دیکھیں۔

مولانا مدنی مرحوم کی یہ تحریر ۱۹ رمضان ۷۳ھ کی ہے۔

مولوی عبدالغنی صاحب نے حضرت رائے پوری شیخ المشائخ مولانا شاہ عبدالقادرؒ کو ایک استفسار نامہ بھیجا ان کا جواب درج ذیل ہے:۔

مکرم بندہ مولوی عبدالغنی صاحب السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ شرف صدور رہوا۔ خیریت وکیفیّت معلوم ہوئی۔ آپ نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ خود مودودی سلف اور اکابرین کی شان میں گستاخی اور بے باکی سے کام لیتا ہے۔

اس تحریر کے بعد آپ ہی فرمائیے کہ احقر کو جب اپنے اکابر اور سلف کی برکت اور صحبت سے اسلام نصیب ہوا ہے۔ ورنہ اس سے قبل معلوم نہیں احقر کیا تھا۔ ان حضرات کی صحبت سے ہی مسلمان ہوا۔ بھلا یہ فرمائیے کہ بقول آپ کے

جوان حضرات کی شان میں گستاخی و بے باکی سے کام لیتا ہے۔ اس کو ہم کب گوارا کر سکتے ہیں۔ اپنے میں تو اتنی ہی قوت ہے کہ اس کو اچھا نہ سمجھیں چاہے وہ کتنا ہی دعویٰ کرتا ہو۔

احقر تو اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہی چاہتا ہے کہ احقر کو ان حضرات کے ساتھ ہی حشر نصیب ہو اور ان کے اخلاص سے کوئی شمہ احقر کو بھی نصیب ہو جاوے۔ فقط والسلام۔ ۲ر ستمبر ۱۹۵۱ء۔ از عبدالقادر رائے پور

علماء کرام کا ایک اجتماع ۲۷ر شوال ۱۳۷۰ھ یکم اگست ۱۹۵۱ء کو دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی میں ہوا۔ اس اجتماع میں شرکت کرنے والے حضرات نے متفقہ بیان بغرض اشاعت دیا ہے۔ جس پر ان حضرات کے دستخط ہیں:۔

بیان کے الفاظ یہ ہیں:۔

یہ لٹریچر عوام کے لیے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے۔

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں کہ آئمہ ہدایت کے اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عوام کے لیے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے اور دین سے صحیح وابستگی رکھنے کے لیے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیئے۔ اس میں کمی آجاتی ہے نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات جو غلط ہیں لوگ ان سے متأثر ہو کر مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر ان اُمور سے ایک جدید فقہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے دین کے لیے مضر سمجھتے ہیں۔ اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

دستخط حضرات شرکاء اجتماع (مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی (مولانا قاری) محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ (مولانا) عبداللطیف

مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور۔ (مولانا) محمد زکریا شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور۔ (مولانا) احمد سعید (مولانا) سعید احمد مفتی مظاہر العلوم سہارنپور (مولانا) محمد اعزاز علی امروہی شیخ الادب دار العلوم دیوبند (مولانا) سید فخر الحسن (استاد دار العلوم دیوبند) (مولانا) حبیب الرحمٰن لدھیانوی (مولانا) محمد میاں (ماہنامہ دار العلوم دیوبند صفحہ ۴۹ ذیقعد ۱۳۷۰ھ۔ روزنامہ الجمعیتہ دہلی ۳ اگست ۱۹۵۱ء۔

تصدیقات علماء منٹگمری، علماء دیوبند سہارنپور۔ دہلی نے جو مودودی صاحب اور ان کی کتب سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ بندہ بھی ان سے متفق ہے:۔

(مولانا مفتی) فقیر اللہ عفی عنہ، رائے پوری جالندہری حال منٹگمری ۲۷ ذیقعد ۱۳۷۰ھ الجواب صحیح مولانا عبد الحمید ستنیاپوری منٹگمری مدرّس مدرسہ (مولانا) عبد اللہ جالندہری منٹگمری مدرّس مدرسہ (مولوی) غلام محمد لائلپوری مدرّس مدرسہ منٹگمری (مولانا) غلام رسول جالندھری مدرّس مدرسہ۔ (مولانا) مختار احمد جالندہری مدرّس مدرسہ۔

مسلمان جماعت اسلامی میں شریک نہ ہوں

فتویٰ حضرت صدر مفتی دار العلوم دیوبند مدظلہٗ

مسلمانوں کو اس تحریک میں ہرگز ہرگز شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کے لیے زہر قاتل ہے۔ لوگوں کو اس میں شریک ہونے سے روکنا چاہیئے ورنہ گمراہ ہوں گے۔ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ شرعاً اس تحریک میں حصّہ لینا ہرگز جائز نہیں۔ اس جماعت کے مقصد کی نشر و اشاعت جو شخص کرتا ہے وہ بجائے فائدہ کے گناہ کا کام کرتا ہے۔ کہ مضر اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور گناہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ اگر کوئی مسجد کا امام مودودی صاحب کا ہم خیال ہو۔ تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ السید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ ہر دار الافتا دار العلوم دیوبند۔

فتویٰ حضرت شیخ العلماء حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند

افسوس ہے کہ میں ضیق وقت سے مجبور ہوں ورنہ اہل اسلام کے سامنے اس زہر کو پیش کرتا جو کہ اس جماعت کی جانب سے شہد میں ملا کر مسلمانوں کے سامنے لایا گیا ہے۔ اس لیے بالاختصار اس قدر عرض کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ جماعت اپنے اسلاف (یعنی مرزائی) سے بھی مسلمانوں کے دین کے لیے زیادہ ضرر رساں ہے۔

محمّد اعزاز علی امروہی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند المؤمار فخر الحسن غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند

جماعت اسلامی کو ووٹ دینا یا تعاون کرنا درست نہیں

حضرت مولانا محمّد ابراہیم صاحب میاں چنوں ضلع ملتان زید مجدہم۔
مودودی صاحب کی تحریرات دیکھی گئیں اور سُنی بھی گئیں۔ جن سے الحاد اور سراسر بے دینی ٹپک رہی ہے۔ لہٰذا ان کو ووٹ دینا یا تعاون کرنا درست نہیں۔ نیز ایسے شخص کی تحریروں سے اجتناب ضروری ہے۔

محمّد ابراہیم میاں چنوں

میں مولانا محمّد ابراہیم کی تائید کرتا ہوں۔ (حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب منٹگمری)

علماء دین لائل پور کا متفقہ فیصلہ

اب جبکہ مودودیت کے خلاف علماء حقانی نے ہر علمی مرکز سے مفصل اور تحقیقی فتاویٰ شائع فرما دیئے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند۔ مظاہر العلوم سہارنپور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہ ہا مرکزی مقامات سے مدلل اور محقق تحریرات شائع ہو چکی ہیں۔ ہم ذیل کے دستخط کنندگان علی وجہ البصیرت اعلان کر دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ کہ عوام و

خواص جمیع مسلمین کو مودودیوں سے تعاون واشتراک عمل کرنے نیز ان کتابوں و رسائل اور اخبارات وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے۔ پس جو علماء دانستہ یا نادانستہ مودودیوں سے ربط وضبط رکھتے ہیں اور ان سے اشتراک عمل اور ان کے تبلیغی وسیاسی امور میں تعاون کرتے ہیں ان کو اپنے اکابر کے اتباع میں اعلانیہ مودودیت سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہیئے۔

اس پر حضرت مولانا مفتی، محمد یونس عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد لائل پور اور مولانا عبدالرحمٰن مہتمم مدرسہ اشرف المدارس گورونانک پورہ مولانا زین العابدین (جواب مفتی شہر اور جامع مسجد لائل پور کے خطیب ہیں) کے علاوہ اور بھی حضرات کے دستخط ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۲۸ ہے۔

مذکورہ بالا تحریر سے رائے پور ضلع سہارنپور کے علماء کرام نے بھی اتفاق فرمایا:۔

مولانا جمیل احمد سنبھلی فاضل دارالعلوم دیوبند مقیم خانقاہ رحیمی رائے پور ضلع سہارنپور۔ مولانا عبدالسبحان دھلوی حال وارد رائے پور۔ مولانا لطیف الرحمٰن مقیم خانقاہ رحیمی رائے پور۔ مولانا عبدالرحمٰن فاضل مدرسہ امینیہ دہلی مقیم رائے پور۔ مولانا عبدالمنان فاضل مدرسہ امینیہ دہلی حال وارد رائے پور۔

تاریخ طبع ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء مطابق ۲ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ۔

ملنے کا پتہ:۔ مدرسہ تعلیم الاسلام سنت پورہ۔ لائل پور۔

منکرین حدیث

۱۔ امیر جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب۔

مولانا ظفر احمد عثمانی جمعیۃ العلماء اسلام کے صدر مولانا مودودی کی تحریر کو دیکھ کر فتویٰ صادر کرتے ہیں:۔

۱۔ یہ شخص بظاہر منکر حدیث ہے۔

۲۔ دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں۔ مگر گمراہ اور مبتدع ہے ایسے شخص سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیئے۔ اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیئے۔

(دستخط ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہٗ ڈھاکہ ۲۱ ؍رجب ۱۳۷۲ھ)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کو جب لاء کمیشن کا ممبر مقرر کیا گیا۔ تو حضرت مولانا احمد علیؒ نے جو صدر جمعیتہ علماء اسلام مغربی پاکستان تھے حسب ذیل بیان دیا:۔

اصلاحی صاحب مولانا حمید الدین فراہی کے شاگرد ہیں جو معروف منکر حدیث تھے۔ (نوائے پاکستان ۲۲ ؍اگست ۱۹۵۶ء)

گوجرانوالہ سے مولانا محمد اسمٰعیل سلفی جو شیخ الحدیث ہیں۔ ان کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث ہے۔ اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

میری رائے میں مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کے نظریات نہ صرف مسلک اہل حدیث کے خلاف ہیں۔ بلکہ یہ نظریات تمام ائمہ حدیث کے خلاف ہیں۔ (صفحہ ۱۱۰)

اس کتاب میں سید سلیمان ندوی مرحوم کو چھوڑ کر مولانا شبلی۔ مولانا حمید الدین فراہی۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی۔ مولانا امین احسن اصلاحی سب ندوی حدیث کا استخفاف اور استخفاد کرتے ہیں۔ (صفحہ ۴۷)

اگر مزید کوشش کی جاتی تو ہزاروں فتووں کی فہرست پیش کی جاسکتی یہ قریباً قریباً تمام علماء کرام جو دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے فتوے دئے ہیں۔

رہے بریلوی حضرات تو ان حضرات کے نزدیک امیر جماعت اسلامی جو ہیں اور ان کی جماعت یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

مناسب نہ ہوگا کہ ایک دو بزرگوں کی طرف سے ذرا تفصیل سے مودودی صاحب سے متعلق خیالات نہ پیش کیے جائیں۔ چند چیدہ چیدہ بزرگوں کی تحریرات نذر قارئین ہیں۔ (مرتب)

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی رائے جنھوں نے حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی تربیت کی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی بھی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ حضرتؒ کا ذوق سلیم اس زمانے میں اس جماعت کی طرف سے کھٹک گیا تھا اور حضرت کی فراست دینی اسی وقت "امیر جماعت" کی طرف سے بدگمان ہوگئی تھی۔ حالانکہ اس وقت تک جماعت کی طرف سے ان مفاسد کا ظہور نہیں ہونے پایا تھا جو بعد کو ہوا۔

(صدق جدید ۱۳ راگست ۱۹۵۱ء)

خانقا اشرفیہ تھانہ بھون کے مہتمم دار الافتا مولانا جمیل احمد تھانوی ایک استفسا کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

مودودی صاحب کی کتابوں کا مطالعہ اور اُن کی تحریک کی شرکت مسلمانوں کے دین کے لیے بہت مضر ہے۔ ان کتابوں میں صحابہ، تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین سے بے اعتمادی پیدا کر کے دین کے سارے ثبوت کو درہم برہم کیا گیا ہے اور بہت سی باتیں ایسی لکھی ہیں کہ اگر دُور دُور تک کی تاویلیں کر کے نہ بچایا جائے تو ایمان کے لیے بھی خطرناک ہیں۔

مولانا مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ

بہ عرصہ دراز تک جمعیتہ العلماء ہند کے صدر رہے اور دہلی میں مفتی اعظم تسلیم

کیے جاتے ہیں۔ ایک استفسا کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے۔ تاہم دینی رجحان ضعیف ہے۔ اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علمائے اعلام بلکہ صحابہ کرام پر بھی اعتراضات ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ اور ان سے میل جول ربط و اتحاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ ان کے مضامین بظاہر دلکش اور اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان میں ہی وہ باتیں دل میں بیٹھ جاتی ہیں۔ جو طبیعت کو آزاد کر دیتی ہیں اور بزرگان اسلام سے بدظن بنا دیتی ہیں۔

علمائے دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ:۔

مارچ ۱۹۵۱ء میں حافظ ظہور احمد صاحب پیش امام قصبہ شاہ پور نے جماعت اسلامی کی نسبت رائے دریافت کی۔ جواب میں مفتی صاحب سید مہدی حسن نے کہا:۔

اس جماعت کی کتابیں عوام کو نہ پڑھنی چاہیئں۔ اور نہ جماعت میں داخل ہونا چاہیئے۔ مودودی صاحب کے مضامین اور کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو اہلِ سنّت والجماعت کے طریقہ کے خلاف ہیں۔ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کے متعلق ان کا خیال اچھا نہیں ہے۔ احادیث کے سلسلے میں بھی ان کے خیالات ٹھیک نہیں۔ بے عمل مسلمانوں کو بھی وہ مسلمان نہیں سمجھتے ہیں۔ غرض بہت سی باتیں ہیں جو خلاف ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس جماعت سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔

مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت کے جانشین کی رائے

"تبلیغی جماعت" کے مشہور و معروف بانی مولانا الیاسؒ کے صاحبزادے

مولانا محمد یوسف صاحب اپنے مقدس والد کے نقش قدم پر چل کر دعوت وارشاد کا وظیفہ بجا لانے میں مصروف ہیں۔

جب سکھر میں تبلیغی جماعت کی ایک کانفرنس ہوئی تو "جماعت اسلامی سکھر" نے اس کانفرنس کے احاطے میں اپنے مکتبہ کا سٹال لگانے کی اجازت طلب کی لیکن مولانا محمد یوسف صاحب نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آپ لوگ ایک سیاسی جماعت ہیں اور

آپ حکومت کے طالب ہیں۔ آپ اس چیز کے طالب ہیں۔ جو مردود ہے۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حکومت پیش کی گئی۔ مگر آپ نے رد کر دیا۔ ٹھکرا دیا اور نبوت عقیدت قبول کی۔ آپ کا یہ خیال کہ حکومت اور بادشاہت میں تبدیلی ہو جائے۔ تو اسلام زندہ ہو جائے گا۔ بالکل غلط ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ کلمۃ الحق عند سلطان کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اس وقت کے لیے ہے۔ جب پورا معاشرہ درست ہو اور صرف حکومت میں خرابی نظر آتی ہو۔ اس وقت کلمۂ حق کہنا درست ہے۔ تاکہ جو خرابی ابھی صرف حکومت تک محدود ہے۔ وہ آگے نہ بڑھنے پائے اس وقت یہ موقع نہیں۔

اس کے بعد مولانا یوسف صاحب نے جماعت اسلامی کے کارکنوں کے غیر عادلانہ طرز تنقید اور ان غیر اسلامی چالوں کو پیش نظر رکھ کر جو وہ اپنے مخالفین یا حکومت پاکستان کے خلاف اختیار کرتے ہیں یہ فرمایا :-

اس وقت جو لوگ برسر اقتدار ہیں وہ ہم سے بہتر ہیں۔ ایمان میں افعال میں۔ تدبیر میں اور قابلیت میں وہ آپ سے بہتر ہیں۔ آپ ان کے بجائے کون سے لوگ لائیں گے۔ غرض مولانا نے جماعت اسلامی کے کارکنوں کو دندان شکن جواب دیا اور ان کی ذہنیت اور اُن کے عزائم کو بڑی جرأت اور صاف گوئی سے واضح کر دیا۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی کی رائے

تمام قدیم راسخ العقیدہ علماء جماعت کے مخالف ہیں۔ لیکن جماعت کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ جدید رنگ کے مولوی یعنی علمائے ندوہ بھی اس تحریک کے خلاف ہیں۔ فی الحقیقت ندویت اور مودودیت کی تحریک میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور عجیب اتفاق ہے کہ جن الفاظ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحریک ندویت کے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ قریبًا انہی الفاظ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تحریک مودودیت کے متعلق اپنے شبہات بیان کیے۔

۱۔ تحریکِ ندویت کا ابتدائی مقصد کچھ اور تھا۔ لیکن اس کے سیاسی اور اجتماعی مقاصد کا ہیولیٰ پروفیسر شبلی نے مرتّب کیا۔ جن کی قابلیت اور کمال انشاء پردازی میں شبہ نہیں۔ لیکن جنھوں نے قدیم علمائے دین کے ہاں وہ روحانی تربیت حاصل نہ کی تھی جو طبیعت میں خُدا ترسی، تقویٰ اور احتیاط پیدا کر دیتی ہے۔ اور انا ذاتی پُرخاش اور خواہشات کو مناسب حدُود سے بڑھنے نہیں دیتی۔ بالکل یہی کیفیّت مولانا مودُودی کی ہے۔

۲۔ تحریک ندویت بھی (مولانا شبلی کے زیر اثر) ایک لحاظ سے نیم سیاسی تحریک ہو گئی تھی۔ جس کا مقصد قوم کی قیادت قوم کے سیاسی راہنماؤں سے چھین کر علماء کے ہاتھ میں دینا تھا۔ یہی مقصد مولانا مودُودی اور جماعت اسلامی کا ہے۔ چنانچہ یہ امر محض اتفاقی نہیں کہ جن لوگوں نے اسلامی جماعت کی دعوت پر سب سے پُرجوش طریقے سے لبیک کہا ان میں پیش پیش یا تو وہ بزرگ تھے۔ جو (مولانا مسعود عالم ندوی کی طرح) ندوۃ العلما کے تربیت یافتہ تھے یا مولانا امین احسن اصلاحی کی طرح ان درگاہوں کے گلہائے سرسبد تھے۔ جنھیں (مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ کی طرح ندوۃ العلما کی شاخیں سمجھنا چاہیئے۔

ندویت اور مودودیت میں کئی باتیں وجہ اشتراک ہیں لیکن مولانا مودودی اور اسلامی جماعت کی انتہا پسندی کا یہ عالم ہے۔ کہ سید سلیمان ندوی جیسے مربیان ندوہ کو بھی ان کے طریق کار سے اختلاف کرنا پڑا۔ مثلاً اسلامی نظریۂ سیاست کے مقدمہ میں انھوں نے (نام لیے بغیر) ان اُصولوں کے خلاف اظہار خیال کیا۔ جو نظام سیاسی کے متعلق اسلامی جماعت سے منسوب کیے جاتے ہیں۔[1]

اور جیسا کہ مناظر احسن گیلانی نے ایک سلسلۂ مضامین میں کہا عام طور پر سید سلیمان ندوی کو جماعت کے مخالفین میں سے شمار کیا جاتا ہے۔[2]

نئے فتنہ خارجیت پر مولانا عبد الماجد دریا بادی کے خیالات

سید سلیمان ندوی تو پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ ہندوستان میں اس وقت دار المصنفین کے سرپرست رسالہ معارف کے نگران اور ندوی طریق خیال کے سب سے با اثر ترجمان مولانا عبد الماجد دریا بادی ہیں۔ انھوں نے ایک زمانے میں مولانا مودودی کے لیے "متکلم اسلام" کا خطاب وضع کیا تھا۔ لیکن ان کے بعد کے خیالات و اقدامات سے وہ اس طرح برگشتہ ہوئے۔ کہ اب وہ مولانا مودودی کی تحریک کو ہمیشہ خارجیت سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ (تو یہ تشبیہہ بعض اعتبارات سے موزوں ہے) کیونکہ خوارج کی جماعت علم و فضل زہد و تقویٰ اور غیرت دینی کی نمائش کے باوجود اسلامی حکومت اور مسلم معاشرے کے لیے نہایت مضرت رساں اور فتنہ پرور تھی۔ چنانچہ مولانا صدق کے ایک پرچے میں فرماتے ہیں:۔

سن ۳۷ ہجری ہے اور دور حضرت علی مرتضیٰؓ کی خلافت راشدہ کا۔ عراق عرب کی سرحد پر ایک خاتون سواری پر سوار اور پیدل ان کے شوہر نامدار چلے جا

---

[1] ملاحظہ ہو آفاق ۸ جنوری ۱۹۵۰ء میں مولانا محمد سرور کا مضمون "مولانا سید سلیمان ندوی کے ارشادات"۔ کاش جماعت اسلامی کے بزرگ ان پر غور کریں۔ [2] صدق لکھنؤ۔ ۸ اگست ۱۹۵۰ء۔

رہے ہیں۔ "دیندار" مسلمانوں کے ایک پُرجوش گروہ نے انھیں دیکھ لیا اور اپنے حلقہ میں اس طرح لے لیا جیسے مجرموں کو گھیرے میں لے کر چلتے ہیں۔ راہ میں اتفاق سے ایک باغ پڑا اور عین اس وقت ایک تازہ کھجور درخت سے گری۔ جماعت میں سے کسی نے اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لی۔ معًا ساتھیوں نے للکارا اور کہا خبردار یہ اکل حلال نہیں"۔ اور اسی لمحہ اس نے کھجور کو مُنہ سے تھوک دیا۔ اللہ اکبر یہ کیسے متقی لوگ تھے۔ آگے بڑھے ایک عیسائی کا پالا ہوا سُور سامنے سے گذرا۔ کسی نے اس پر تلوار چلادی۔ اس کے ساتھ والوں نے تنبیہ کی کہ تم نے یہ کیا فساد فی الارض کر دیا۔ وہ بیچارہ نادم و مستغفر مالک کے پاس گیا اور جب تک اُسے راضی نہ کر لیا عذر و معذرت ہی کرتا رہا۔ "العظمۃ اللہ" کیا ٹھکانہ اس تقویٰ وخشیت کا! گروہ اور آگے بڑھا اور اب کیا دیکھنے میں آتا ہے کہ "اتقیا" کا گروہ اشقیا کا گروہ نکلا اور انسان درندے بن گیے اور دونوں مجرم وہیں اُٹھا کر پٹخے گیے۔ میاں کو کروٹ کے بل لٹا کر ذبح کر دیا گیا اور خاتون جو حاملہ تھیں۔ ان کا پیٹ پھاڑ کر کام تمام کر دیا گیا"۔ جماعت والوں کو آپ نے پہچانا یہ وہ بزرگوار تھے جنھیں تاریخ خوارج کے نام سے پکارتی ہے اور جن کا نعرۂ ملی تھا اِنِ الحکم الا للہ اور وہ دونوں مجرم ایک صحابی رسول عبداللہ بن جنابؓ تھے اور دوسری خاتون محترم! اور جُرم دونوں کا یہ اور صرف یہ کہ وہ عثمان غنیؓ اور علی مرتضےٰؓ (نعوذ باللہ) کے کفر وارتداد کے نہیں بلکہ ایمان اور کمال کے قائل تھے۔

یہ واقعہ خارجیوں کی تاریخ میں انوکھا کب ہے۔ تیسؔ، چالیسؔ سال تک جب تک ان کا زور رہا اس کے سوا ہوتا کیا رہا۔ زبانوں پر وہی نعرے ان الحکم الا للہ کے اور ہاتھ مسلمانوں کے گلے کاٹنے، ان پر نیزے چلانے اور اُن کے خنجر بھونکنے میں مصروف۔ مفر نہ کسی تابعی کو نہ صحابی کو اور سب سے زیادہ جوش وخروش خلیفۂ برحق علی مرتضےٰؓ کے مقابلہ میں۔ بس اس مسلم کشی کے سوا اپنی تاریخ میں مقابلہ ومقاتلہ

نہ کسی مجوسی سے نہ یہودی سے نہ مسیحی سے سارا جہاد و قتال مسلمانوں ہی کے مقابلہ ہیں۔

آج تیرہ سو برس کے بعد وہی نعرے جب اس بے پناہ جوش و خروش کے ساتھ زبانوں پر جاری ہوتے ہیں۔ تو آخر تاریخ کیوں نہ اپنے کو دہرائے۔ اور حریف اور مقابل کے لیے بجائے قومی اور "نسلی" مسلمانوں کے کسی غیر مسلم کی تلاش کیوں ہو۔[1]

مولانا عبدالباری ندوی کا بیان

ارباب ندوہ میں مولانا عبدالباری کا جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ وہ ایک صاحب تقویٰ بزرگ اور اسلامی طریق کار کے شیدائی ہیں۔ انھوں نے جماعت اسلامی کی ان کوششوں کی علانیہ تعریف کی ہے۔ جو اس نے نئے طبقہ میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں کیں۔ لیکن مولانا مودودی اور ان کے رفقائے کار کا ذہنی تجزیہ ان کے قلم سے پڑھیئے۔

بلاشبہ جماعت کے بانی اور بہت سے اساطین خود علمی و عملی تربیت و صحبت سے محروم اور نرے کتابی علم و ذہانت کے زور میں کہیں سے کہیں نکل گئے اور بہت سی مہلک بے اعتدالیوں کا شکار ہو کر اپنے اور دوسروں کے لیئے نیم ملّا "خطرہ ایمان" بن گیے ہیں۔

صورتِ مذہب کہ مے سازند تحسیں مے کنم
معنیٔ دین را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

فتنۂ مودودیت

مرتبہ

جناب مولانا ابوالمظفر محمدؐ نذر الدین صاحب نذر

---

[1] منقولہ از نوائے وقت بابت ۲۷ نومبر ۱۹۴۸ء

باہتمام

حاجی محمد یوسف عفی عنہٗ ادبی پریس کراچی

ایک استفتا کے جواب میں :۔

وہی پرانی خارجیت

خلاصہ جواب گرامی جناب مولانا مصطفٰے خاں صاحب بریلوی و مولانا سید افضل حسین صاحب مفتی دارالعلوم منظر الاسلام بریلی۔

الجواب :۔ مودودی صاحب کی تالیفات فقیر کے مطالعہ سے نہیں گذری۔ کچھ روز ہوئے ایک صاحب میرے پاس ان کی تالیف خطبات کا ایک نمبر لائے تھے۔ مَیں نے اُسے بغور مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اُس کا دعوٰی تو اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور ترقی کا ہے۔ مگر حقیقت میں اس کی تحریک اسلام میں رخنہ اندازی اور تفریق بین المسلمین اور کفر سازی و کافر گری ہے وہ اسلام کے معنی ہی جُدا بتلاتا ہے اور اس طرح عامہ مسلمین کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں کے بچے جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے ہوں وہ انھیں مسلمان نہیں جانتا وہ اسلام کے دین فطرۃ ہونے سے منکر ہے۔ جاہل کو وُہ مسلمان نہیں سمجھتا۔ یہی نہیں بلکہ جہالت کے ساتھ مسلمان ہونا ہی ناممکن بتاتا ہے۔ اس کی تصریحات اس کی تاویل کا دروازہ قطعاً بند کرتی ہیں۔ کہ اس کی مُراد علم سے معرفت الٰہی اور جہل سے جہل باللہ ہے۔ بالجملہ مودودی صاحب اور اس کی تحریک مسلمانوں کے حق میں سخت خطرناک ہے۔

اس کی یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں ہے۔ یہ وہی پرانی خارجیت ہے جو نئے نئے رُوپ اختیار کر چکی، نئے نئے رنگ سے ظاہر ہو چکی اور چولے بدلتی رہتی ہے اور یہ وہی تحریک وہابیت ہے جو نجد وغیرہ میں ابن عبدالوہاب نجدی نے پیدا کی۔ مودودی نے اس تحریک کو اب نئے رنگ سے دلفریب عنوانوں کے ساتھ پھیلایا ہے یہ اپنے

پیش رو محرکین کا پورا منقلد جامد ہے۔ اس لیے غیر منقلدیت کو بھی نوازا ہے بنظر غائر و تامّل اس کی تحریک کو دیکھنے والا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ عمل کو جزائے ایمان ٹھہرانا اس کا کوئی نیا اجتہاد نہیں ہے۔ وہ پرانی خارجیت ہے۔ سائل فاضل نے مودودی اور اس کی تحریک کی نسبت جو سمجھا اور لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔

کتبہ ابوالفضل السیّد محمّد افضل حسین غفرلہ۔ مفتی دارالعلوم منظر الاسلام بریلی۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مہر) (مولانا) فقیر مصطفےٰ رضا خان قادری غفرلہ

۲۲ ر رجب ۱۳۷۰ھ

مولانا مصطفےٰ رضا خان قادری حضرت مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث پاکستان کے اُستاذ ہیں۔ (فتنہ مودودیت صفحہ ۵۸)

دونوں پہلوؤں سے اتفاق نہیں

جواب گرامی مولانا مفتی محمّد مظہر اللہ صاحب دام فضلہ جامع مسجد فتح پوری دہلی

الجواب۔ فقیر کو دونوں پہلوؤں سے کسی پہلو سے بھی اتفاق نہیں دونوں مضر ہیں۔ کیا نہیں دیکھا جاتا کہ پرندوں کو پھنسانے کے لیے جال پر دانہ ڈال دیا جاتا ہے بظاہر دانہ ہے تو بڑا مفید کہ پیٹ بھرتا ہے۔ زندگی کے قیام کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ لیکن ایسا عاقل کون ہے کہ پرندہ کو مشورہ دے گا کہ تجھے جال سے کیا علاقہ تو اُس دانہ سے غرض رکھ کہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آرہی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ سب سے مُضر پہلو اوّل ہی ہے۔ کہ وہی باعث ہے جال میں پھنسنے کا۔ اسی صورت میں کیا فائدہ دیا اس دانہ نے ہی کہ موت کے مُنہ میں پہنچا دیا۔ جانور اگر ایسے دانہ کی وجہ سے جال میں پھنس جائے تو جائے تعجب نہیں کہ وہ لایعقل ہے تعجب تو انسان

پر ہے کہ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کے نیچے جال ہے پھر بھی پھنستا ہے۔ مولیٰ تعالےٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور وہ اپنے ہادی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ہدایت المرءُ علی دین ومن خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل پر نظر رکھتے ہوئے اس سے اجتناب کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں یہ کہنا پڑے کہ یویلتا لتینی لم اتخذ فلاناً خلیلا (ہائے میری کمبختی کاش میں فلانے یعنی اس شخص کو دوست و قائد نہ گردانتا)

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جو اُس کی بکواس پر تنقید و تبصرہ کر کے اُمّت مرحومہ کو اس کے دھوکے سے بچائے۔ اہل سنّت کو توفیق دے کہ وہ اپنے علماء کا دامن نہ چھوڑیں۔ ان تمام باتوں کا ظاہر تو یہی ہے کہ مسلم کو اہل سنّت سے خارج کرنے والی ہیں اور یقیناً تفریق بین المسلمین کی موجب اور نئے فرقہ کے پیدا کرنے کے لیے بنیاد ہے لیکن بنظر تعمّق نظر کیجیے۔ تو کفر تک پہنچانے والی ہیں۔ پس ایسی صُورت میں نیا فرقہ پیدا کرنے والی نہیں۔ بلکہ فرقہ مرتدین میں داخل کرنے والی ہو سکتی ہے۔ اعاذنا اللہ تعو واللہ اعلم۔

(مولانا) محمد مظہر اللہ غفرلہٗ امام مسجد جامع فتح پوری دہلی (نقلت اقتباساً) فتنہ مودودیت صہ ۶۰ و ۶۱

جواب گرامی مولانا ابو سلیم محمد حفیظ اللہ صاحب زید فضلہ۔

نبیرہ مولانا مفتی لطف اللہ صاحب علیگڑھی

بسمہٖ تعالےٰ۔ مسائل کی پوری تحریر کو بغور پڑھ لیا۔ موصوف نے آخر میں صرف دو سوال قائم کر دئیے ہیں اس لیے صرف ان دو ہی سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے بالفرض والتقدیر اگر اوّل الذکر مفید پہلو قرار دے لیا جائے۔ تو ثانی الذکر کے وہ حصص جن کو سائل نے بیان کیا ہے۔ کل کے کل مضر اُمور ہی ہیں اور یقیناً اس پر تنقید کرتے ہوئے اُن کی

اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مضر پہلو سے ہرگز قطع نظر نہیں کیا جا سکتا اور اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کا حکم دے دیا جائے گا۔ جب کسی معاملہ میں مضر اور مفید اُمور کا اجتماع ہو تو مفید پہلو کو نظر انداز کر کے مضر پہلو کی پوری روک تھام کرنا ارباب اسلام کا شیوہ ہے۔ بتایا جا چکا ہے کہ ثانی الذکر کل اُمور میں مضر ہیں اور قطعاً یہ انداز دعوت و تبلیغ شرعی نقطۂ نظر سے غلط بلکہ گمراہ کن ہے اور یقیناً اس سے مسلمانوں میں باہم پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک جدید فرقہ کی بنیاد پڑتی ہے جو حکم مسجد ضرار کا ہے اسی جیسے حکم میں یہ جماعت بھی داخل ہے۔ (مولانا) الفقیر ابو سلیم محمد حفیظ اللہ غفرلہ علیگڈھ ۱۲ رجب ۱۳۷۰ھ)

مثل خوارج و معتزلہ مسلک

جواب گرامی مولانا مفتی عبدالقادر صاحب و مولانا مفتی محمد عتیق صاحب دامت فیوضہم۔

از دارالافتاء مدرسہ عالیہ و نظامیہ و قدیمہ فرنگی محل واقع ٹکسال لکھنؤ۔

ھوالمصوب۔ مودودی صاحب کی جو باتیں عقاید اہل سنّت کے خلاف اور آئمہ اربعہ کے مسلک اور طریقہ کے خلاف ہوں ان کا ظاہر کر دینا ضروری ہے تاکہ عوام گمراہ نہ ہونے پائیں جو باتیں سوال میں لکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر خوارج و معتزلہ کے مسلک سے ملتی جلتی ہیں۔ لہٰذا اس طرح تبلیغ بجائے ہدایت کے ضلالت ہے۔ اس طرح کے اُمور کی دعوت و تبلیغ پر مسلمانوں کو لبیک کہنا درست نہیں واللہ اعلم۔

(مولانا) عبدالقادر فرنگی محل لکھنؤ (مہر)

ھوالموفق۔ واقعی مذکورۂ سوال بعض امور فاسدہ و مفید کو مقتضی اور بعض عقائد باطلہ خلاف اہل سنّت والجماعت اور صریحاً ضلالت ہیں۔ پس ایسے امور پر تنقید و تبصرہ کیا جائے گا اور ان سے عوام کو آگاہ کرنا بے دینی سے بچانا اور ایک

نئے فرقہ کی بنیاد پڑ جانے کے خطرہ سے نکالنا موجب اجر و ثواب ہے۔ الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

حررہ الراجی من اللہ حسن التوفیق ابو القاسم محمد عتیق الفرنگی محل غفرلہ۔ اللہ الحمد الولی (مہر) (فتنہ مودودیت صفحہ ۶۲ و ۶۳)

جواب گرامی مولانا وجیہہ الدین خان صاحب مدرس اوّل مدرسہ عالیہ رام پور

جناب مولانا موصوف نے ایک طویل بیان سپرد قلم فرمایا ہے جس کو بخوف طوالت مولانا موصوف سے معذرت کے ساتھ ان کا صرف خلاصہ کلام درج کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

خلاصہ کلام یہ ہے۔ جماعت اسلامی کے افراد اور اشخاص کے عقائد اور اعمال کچھ بھی ہوں۔ ہم ہر فرد کو بالاجمال یا بالتفصیل کسی بُرے لفظ سے یاد کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اس جماعت میں جو لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سے جو شخص واقعی طور پر متأثر ہو جائے گا۔ وہ وہابی غیر مقلد۔ مائل بخروج۔ مائل باعتزال ہوگا۔ اس جماعت کے طرز فکر سے جمہور کی رائے کے مطابق مجھے اختلاف ہی نہیں۔ بلکہ مخالفت ہے۔ میں اس کے طرز فکر اور اس کے نتائج (وہابیت) غیر مقلدیت۔ خارجیت اعتزال کو دین و دُنیا کی تباہی سمجھتا ہوں اور تفریق بین المسلمین کا پیش خیمہ جانتا ہوں۔ بلکہ جماعت کی بساط کے مطابق تفریق پیدا ہو چکی ہے اور جذبہ تنفر کی کارفرمائیاں تجربہ میں آچکی ہیں اس لیے میں جماعت اور اس کے لٹریچر کو مسلم اور اسلام کے لیے مضر ہی مضر تصوّر کرتا ہوں۔ ان مضرتوں کے ہوتے ہوئے وہ ظاہری محاسن جو اس جماعت کی تنظیم وغیرہ میں مستحق تحسین ہیں قابل التفات نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

(مولانا) وجیہہ الدین احمد خان مدرس اوّل مدرسہ عالیہ رام پور۔
(فتنہ مودودیت صفحہ ۷۰ و ۹۶)

شیخ المشائخ جامع الشریعت والطریقت عالم باعمل صوفی کامل حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی سجادہ نشین احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور تحریر فرماتے ہیں :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

باری تعالےٰ نے قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا ہے۔ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔ یعنی اصلاح کے بعد زمین خدا پر اور اُمّت محمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے درمیان تخم فساد مت کاشت کرو اور زمرۂ مفسدین سے نہ بنو۔

مودودی صاحب بظاہر مصلحین کی پوشاک پہن کر لوگوں کے سامنے آئے ہیں لیکن فی الواقع وہ مفسدین سے ہیں جیسا کہ ان کی تحریرات وخیالات سے مترشح ہوتا ہے۔ جو شخص تلبیس حق وباطل کرتا ہے وہ گویا مسند فرعونی پر تکیہ لگا کر آخر دریائے ضلالت میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کفاروں میں جو شخص ذکی اور ہشیار ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذکاوت ہوشیاری کے اظہار کے لیے ہوائی جہاز۔ وائرلیس، ٹیلیفون وغیرہ جیسی چیزیں ایجاد کرتا ہے۔ اور عوام کی توجّہ کا مرکز بنتا ہے۔ مگر ہم مسلمانوں میں اگر کوئی شخص ذہین اور ذکی ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے دین کے انحراف۔ سلف صالحین کے مقابلہ میں اپنی صلاحیت صرف کرتا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

مودودی صاحب سلف صالحین پر ہی نہیں بلکہ انبیاء ومرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ تحریک مودودیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس سے خود کو علیحدہ رکھنا اور دوسرے سادہ لوح

مسلمانوں کو بچانا ہر مسلمان کا فرض اوّلین سمجھتا ہوں اور خصوصاً اپنے متعلقین سے یہ کہنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس فتنہ سے خود بھی دُور رہیں اور دوسرے اہل اسلام بھائیوں کو بھی بچانے کی سعی بلیغ کریں۔

یہ رسالہ "فتنہ مودودیت" بقائے اسلام کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔ اللہ عزّوجل مرتب ہذا کو جزائے خیر دے اور خدمتِ دین کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔
فقط محمّد المالک نقشبندی مجددی صدیقی دہلوی عفی عنہ ریاست بہاولپور۔ احمد پُور شرقیہ (پاکستان)

ذیل کے پتہ جات سے طلب فرمائیے:۔

۱۔ جناب مولانا محمّد ابیر الزّماں خان صاحب خطیب فاروقی مسجد نزد کراچی نمبر ۲۔

۲۔ جناب مولانا پیر عبد القدّوس صاحب حنیزہ بلڈنگ دوکان نمبر ۱۳۳ موبجی اسٹریٹ کھارادر کراچی نمبر ۲۔

۳۔ طابع و ناشر جناب حاجی محمّد یوسف صاحب ایروز موچی گلی صدر کراچی نمبر ۳۔

(فتنہ مودُودیت صفحہ ۹۱ و ۹۲)

شیطان کی فصل

علمائے کرام کے فتوے، پمفلٹ، اشتہار، شیطان کی فصل ہے۔

مودُودی صاحب اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو شاید کس نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ اُن کا لکھا ہوا ہر کاغذ کا پُرزہ شیطان کی فصل ہے اور ان کا اپنا لٹریچر تو قرآن پاک کی طرح ایمان اور یقین لانے کے قابل ہے۔

ترجمان القرآن صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹ بابت ماہ جمادی الاوّل۔ جمادی الآخر۔ رجب ۱۳۷۰ھ میں تحریر کرتے ہیں:۔

لیکن یہاں تو پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف پمفلٹوں۔ اشتہاروں اور مضامین کی ایک فصل اُگ رہی ہے۔ جس میں کمیونسٹ۔ سوشلسٹ۔ فرنگیت زدہ ملحدین۔ بریلوی۔ دیوبندی سب ہی اپنے اپنے شگوفے چھوڑ رہے ہیں اور آئے دن نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہتے ہیں۔ (الیٰ ان قال) ہم کہتے ہیں کہ یہ شیطان کی فصل ہے وہی اسے کاٹے گا۔

بعض علما پر تو اسی رسائل و سائل میں نام لے کر رکیک الفاظ سے سب و شتم کیا ہے۔ جن کا نقل کرنا باعثِ طوالت ہے۔ بعض حضرات کے متعلق نمونہ ملاحظہ فرمایئے:۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے متعلق فرمایا۔

"افسوس کہ انھوں نے جماعتی تعصب میں آنکھیں بند کرکے یہ فتویٰ تحریر فرما دیا ہے یہ بہت بڑا توشۂ آخرت ہے جو انھوں نے اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے ساتھ لیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب سہارنپوری کے لیے تو جناب مودودی صاحب کو جو الفاظ لانے پڑے اس سے ان کی وسعتِ قلب کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس کی دوسروں کو تلقین فرمائی جارہی ہے۔ فرمایا:۔

خصوصاً مفتی سعید احمد صاحب کے فتووں میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنھیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔ انھوں نے ہتھیار جھوٹ کا استعمال کیا ہے اور حملہ آور ہونے میں دنائیت کی راہ اختیار کی ہے۔ (فتنۂ مودودیت صفحہ ۱۱ و ۱۲)

اپنے حواریوں کو طبقۂ علماء سے دُور رہنے کی ہدایت

دینی اعتبار سے علماء کرام ہی ایک ایسا ممتاز گروہ ہے۔ جس کو عوام اپنا مقتدا اور رہنما بنا سکتے ہیں اور ہر وہ تحریک جو خالص اسلامی بنیادوں پر اٹھائی جائے۔ اس کے متعلق رہنمائی حاصل اور شمولیت و عدمِ شمولیت کا فتویٰ طلب کرسکتے ہیں۔

لیکن جس جماعت کا بانی یہ ہدایت کرے کہ دیکھنا کہیں علماء کے پاس بھولے سے بھی مت پھٹکنا تاکہ میرے خیالات کا تنقیدی پہلو تم پر اُن کے توسط سے ظاہر نہ ہو جائے۔ اور تمہارے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔ اس کے متعلق عوام خود ہی اندازہ لگائیں کہ وہ کہاں تک اسلامی تحریک ہوگی۔

آخر یہ دین اسلام کا معاملہ ہے۔ اس کو مودودی صاحب تک ہی کیوں محدود تصور کیا جائے۔ خدانخواستہ کیا اسلام سمٹ کر اسی تحریک میں آگیا ہے کہ دوسرے علماء سے اس کے متعلق کچھ دریافت ہی نہ کیا جائے۔ مودودی صاحب اپنے خیر خواہوں کو فرماتے ہیں۔

طبقہ علماء میں کوئی شخص تبلیغ کا خیال نہ کرے

اگر آپ لوگ واقعی تحریک کے خیر خواہ ہیں تو براہ کرم میری نصیحت قبول کریں۔ اور ذیل ہدایات کی سختی سے پابندی کرتے رہیں:۔

۱۔ کسی بڑے حضرت (مشائخ) کو زبان و قلم سے براہ راست دعوت دینے کی ہرگز جرأت نہ کریں۔

۲۔ طبقۂ علماء میں کوئی شخص تبلیغ کا خیال تک نہ کرے۔ جو خود اس طبقہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

۳۔ بڑے بڑے آستانوں سے ذرا دُور دُور رہ کر تبلیغ فرمائیے۔ ان کے حمیٰ کے قریب اگر آپ جائیں گے تو یاد رکھیئے کہ فوراً خطرے کی گھنٹی بج جائے گی۔

ترجمان القرآن صفحہ ۵۴ و ۵۵ بابت ماہ جولائی الاوّل آخر رجب ۱۳۷۰ھ

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۵۲ پر تحریر ہے:۔

آپ تقسیم ہند سے پہلے کی رودادیں اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ان میں جگہ جگہ یہ چیز آپ کو ملے گی۔ کہ لوگوں نے بار بار اکابر علما کو دعوت دینے پر اصرار کیا اور میں نے ہمیشہ نہ

صرف خود اس سے پہلو تہی کی ہے۔ بلکہ جماعت کے عام ارکان کو بھی (بجز ان لوگوں کے جو خود اس کوچہ سے تعلق رکھتے ہیں) تاکید کی ہے کہ دعوت کی غرض سے علماء کے پاس جانا تو درکنار ان کے قریب تک نہ پھٹکیں۔ (فتنۂ مودودیت صفحہ ۱۰ و ۱۱)

برادرانِ ملت کو فتنۂ مودودیت سے خبردار کرنے کے لیے

خطرہ کی گھنٹی

—— اور ——

مکالمہ کاظمی و مودودی

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا ‏ ‏ ‏ ‏ پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی!

فتنۂ مرزائیت کا رونا

تو ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی جدید سکیم کے تحت ایک نیا مذہب فکر قائم کرکے اپنی مہدویت و مجددیت کا ہمرنگ زمین جال بچھا دیا مولانا مودودی صاحب کے ساتھ مولانا کاظمی صاحب کی گفتگو نے اس شبہ کو یقین کے درجہ تک پہنچا دیا جسے مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان نے برادران ملت کے انتباہ کے لیے طبع کرا کے شائع کیا۔

(شاہ عبدالاحد ناظم نشریات مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور)

دیباچہ میں رقمطراز ہیں:-

۲۲ نومبر ۱۹۵۰ء کی میٹنگ میں شرکت کے لیے جماعت اسلامی کی طرف سے صدر مرکزی کو دعوت موصول ہوئی تھی۔

چونکہ انتخابی جدوجہد کے اس دور میں جماعت اسلامی نے شدید اصرار کے ساتھ ارکانِ جمعیتہ کو اشتراک و تعاون کی دعوت دی اور جماعت اسلامی کے اس

پیہم اصرار کا سلسلہ نہ صرف لاہور میں جاری رہا بلکہ ملتان اور دیگر مقامات پر بھی ارکان جمعیۃ کو جماعت اسلامی نے اتحاد عمل و تعاون کی دعوت دی۔ اس لیے مجبوراً حضرت مولانا سیّد احمد سعید صاحب کاظمی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلمار پاکستان مولانا مودودی صاحب سے ملنے کے لیے ملتان سے لاہور تشریف لائے۔ تاکہ امیر جماعت اسلامی سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی سے بالمشافہ گفتگو کر کے یہ بات معلوم کریں کہ ہمارے اور اُن کے نظریات کس حد تک متبائن ہیں چنانچہ مولانا کاظمی نے مولانا مودودی سے ۲½ گھنٹہ کامل گفتگو کی اور واپس آکر مرکزی جمعیۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے سامنے اپنے تاثرات ظاہر کیے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مودودی صاحب نہ خود حنفی ہیں نہ فقہ حنفی کو پاکستان کا قانون قرار دینا پسند کرتے ہیں اس ضمن میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ پیش آمدہ مسائل کو کسی ایک مجتہد کے علوم و منہاج کی پابندی میں حل نہ کیا جائے۔

اگرچہ وہ اپنی جماعت کا نظریہ یہ بتاتے ہیں کہ ملک میں وہی قانون نافذ ہوگا۔ جو جمہور کی رائے کے مطابق ہو لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو چیز امیر کی نظر میں حق ہے وہ جماعت کی نگاہ میں کیوں کر باطل قرار پا سکتی ہے۔

پھر یہ کہ مودودی صاحب کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ وہ عام اعتقادات میں جمہور مسلمانوں سے مختلف ہونے کے علاوہ ایک نئے مذہب فکر کے بانی ہیں اور ان کی تحریرات سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ اس باب میں کوشاں ہیں کہ قوم انھیں ایک مجدّد کامل اور امام المہدی تصوّر کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یا ان کی جماعت کسی وقت اس کا اعلان بھی کر دے۔ اس بنا پر میں ان کے مشن کو اُمّت مسلمہ کے لیے ایک مستقل خطرہ تصوّر کرتا ہوں۔

مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا اجلاس

مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کے اس ہنگامی اجلاس میں جو بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء

بوقت تین بجے دن کے دفتر مرکزی جمعیتہ العلماء پاکستان لاہور میں زیر صدارت غازی کشمیر علاّمہ ابوالحسنات قادری صدر مرکزی جمعیتہ منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل قرار دیں بالاتفاق پاس ہوئیں۔

۱۔ مرکزی جمعیتہ کا یہ خصوصی اجلاس طے کرتا ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے چونکہ ایک نئے مذہب فکر کی بنیاد ڈالی ہے اور اُمت مسلمہ کو ایک ایسی مستقل قوت اجتہادیہ کی طرف دعوت دی ہے۔ جس کے دامن میں جمہور مسلمانوں کے دین و مذہب کے لیے پناہ کی کوئی جگہ نہیں اس کے جمعیتہ اُن کے ساتھ تعاون کرنے کو مسلمانان پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے ایک خوفناک اقدام قرار دیتی ہے۔

مودودی صاحب جمہور مسلمانوں سے مختلف المذہب ہیں۔

۲۔ صرف یہی نہیں کہ مودودی صاحب جمہور مسلمانوں سے مختلف المذہب ہیں۔ بلکہ ان کی واضح عبارات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ وہ اس کوشش میں ہیں کہ قوم انھیں مجدّد کامل اور امام مہدی سمجھ لے۔ اگر خدانخواستہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیے۔ تو وہ وقت دُور نہیں کہ وہ کھلے لفظوں میں اپنے مہدی ہونے کا اعلان کر دیں اور اُمت مسلّمہ کے سامنے دہریت ۔ مرزائیت ۔ اشمالیت اور اشتراکیت کی طرح مودودیت بھی ایک عظیم الشّان خوفناک فتنہ کی شکل میں نمودار ہو جائے۔

لہٰذا بالاتفاق آراء قرار پایا کہ عامۃ المسلمین کو آنے والے خطرہ سے بچانے کے لیے مولانا مودودی اور مولانا کاظمی کی اس معنی خیز گفتگو کو شائع کر دیا جائے۔

مندرجہ بالا سطور میں مکالمہ کاظمی مودودی کے عنوان سے یہ ٹریکٹ کی شکل میں چھپ گیا۔

الحمد للہ کہ یہ مبارک فتویٰ داقع طغویٰ نافع تقویٰ جس میں وہابی دیوبندی مودودی کے عقائد کفر وضلال اور مودودی کا وہابی دیوبندی ہونا آفتاب نیمروز سے روشن کر دیا گیا ہے۔ مودودی کے چہرے سے تقیہ اور وہابیت کا نقاب اٹھا دیا گیا۔

مسمّٰی باسم تاریخی

قہر معبودی بر جسارت مودودی

عرف تاریخی

قہر معبودی بر خیابان مودودی

کاشف رموز وہابیت و دیوبندیت حضرت مولانا مفتی حافظ قاری شاہ ابوالظفر محب الرّضا محمّد محبوب علی خان صاحب قادری برکاتی رضوی مجدّدی لکھنوی دام ظلہم العالی مفتی اہل سنّت بمبئی جامع مسجد مدن پورہ۔

بفرمائش

اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ صوبہ بمبئی

باہتمام جناب مولوی حافظ عبدالحمید صاحب قادری رضوی حشمتی فتحپوری

مقام اشاعت :- کتب خانہ اہل سنّت ریپن روڈ نمبر ۱۶۶ بمبئی نمبر ۸۔

صفحہ نمبر ۲

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

جناب علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کیا فرماتے ہیں۔ کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے عقائد کیسے ہیں؟ اہل سنّت وجماعت حنفی کے موافق ہیں یا خلاف۔ ان کے عقائد کفر تک تو نہیں پہنچے۔ اگر حد کفر تک پہنچ گیے ہیں۔ تو چند عقائد کفریہ اُن کے انھیں کی کتاب سے مع حوالہ کے تحریر فرما کر ہم

ناواقفوں کو آگاہی فرمائیے فقط

راقم خادم حافظ منیرالدین ساکن منڈوا ضلع فتح پور ۲۲ ۷/۵۴ -

الجواب - بہت کچھ لکھنے کے بعد صفحہ ۵۰ پر مولانا مفتی صاحب رقمطراز ہیں:-

تنقیحات صفحہ ۱۳۳ (دیکھئے مودودی کی کتاب) میں ہے کہ قرآن اور سنّت کی تعلیم سب پر مقدّم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں۔ مسلمانوں دیکھو مودودی کی خارجیت وغیر مقلدیت ونیچریت وچکڑالویت وعیاری ومکّاری کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کو مقدم ضروری بھی بتا رہا ہے۔ مگر لکھ کر کیا کہتا ہے۔ مگر لکھ کر تفسیر وحدیث کے پُرانے ذخیروں کو باطل ٹھیراتا ہے۔ اور پُرانی اور یقینی تفسیر وُہ ہے۔ جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمائی اور احادیث میں آئی۔ پھر وہ تفسیر پُرانی ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان فرمائی اور خصوصًا حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو ارشاد فرمائی اور حدیث مبارکہ کا پُرانا اور صحیح ذخیرہ وہی ہے۔ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی ہے۔ اور نیا ذخیرہ بعد کے کذابوں۔ خارجیوں۔ وہابیوں۔ دیوبندیوں بدمذہبوں کا گڑھا ہوا ہے جو قطعًا یقینًا باطل ونا قابل قبول ہے۔ مگر مودودی کے دھرم میں وہی مردود مقبول ہے اور اس قدیم وواقعی اور سچے ذخیرہ تفسیر وحدیث کو مودودی مردود لکھ چکا تو یہ قرآن عظیم کی آیت ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا کا کھلا ہوا انکار وکفر ہے یا نہیں اور اس کا نام چکڑالویت ونیچریت ہے یا نہیں؟ پھر یہ مودودی کی تنقیحات صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ:-

علوم اسلامیہ کو بھی اُن کی قدیم کتابوں سے جُوں کا توں نہ لیجئے۔ بلکہ اس میں سے متاخرین کی آمیزش کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اُصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجئے۔ مسلمان بھائی اس مودودی کی عیاری ومکاری کو دیکھیں۔ کہ

مسلمانوں کے ایمان پر کس طرح ڈاکہ ڈالتا اور بے ایمان بناتا ہے کہ صفحہ ۱۳۲ میں مسلمانوں کو پرانے متقدمین سے چھڑایا اور بیگانہ بنایا۔ صفحہ ۲۲۲ میں متاخرین سے جدا کرایا اور متقدمین و متاخرین سب سے جدا کرکے ٹھیٹ وہابیت غیر مقلدیت سامنے رکھ لی۔ یہ ہے مودودیت ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

امریکہ سے مالی امداد

صفحہ ۷، پر جا کر مولانا مفتی اخبار قومی آواز لکھنؤ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء پنجاب میں قادیانی دشمن کے ہنگامہ کے متعلق تحقیقات کرنے والی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے جرح کے جواب میں خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ میرے پاس یہ کہنے کے کافی وجوہ ہیں کہ جمعیت اسلامی کے لیڈر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو امریکا سے مالی امداد ملتی تھی جب عدالت نے گواہ سے پوچھا کہ وہ امریکی ذرائع کون سے ہیں جو مولانا مودودی کو امداد دیتے ہیں۔ خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو پیچیدگی پیدا ہو جائے گی۔ اس مضمون کی سرخی قومی آواز نے یہ لکھی ہے کہ

"مولانا مودودی کو امریکا سے امداد ملتی رہی ہے" یہ مضمون ببانگ دہل پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے۔ کہ مودودی امریکہ کا تنخواہ دار ایجنٹ ہے اور مودودی کی تحریک امریکی تحریک ہے۔ امریکی اشارہ پر مودودی نے مسلمانوں پر کو بے دین بنانے کا تہیہ کیا ہے اور مودودی اپنا دین وضمیر امریکہ کے ہاتھوں فروخت کر چکا ہے۔ اب خود امریکی پولٹیکل ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس موضوع کو تفصیل سے دیکھنا ہو۔ تو کتاب کامل النصاب تاریخ اعیان وہابیہ میں دیکھیے۔ خلاصہ کلام

مسلمانوں کو مودودی تحریک میں شامل ہونا حرام حرام حرام ہے

یہ کہ مودودی اپنی حیثیت سے کافر مرتد اور دینی حیثیت سے اسلام کا باغی

اور مسلمانوں کا غدّار اور امریکا کا وفادار ایجنٹ وطرفدار ہے اور مودودی کی تحریک کفری تحریک اور اسلام کش اور امریکی تحریک ہے۔ مسلمانوں کو مودودی تحریک میں شریک ہونا حرام حرام حرام ہے۔

اور جو سُنّی بھائی دھوکے سے اس میں شریک ہو گیے۔ انھیں فوراً اپنی بیزاری ظاہر کر کے الگ ہو جانا ضروری ہے۔

آگے چل کر صفحہ ۸ پر رقمطراز ہیں:۔

دُنیا والوں پر خُوب ظاہر وروشن ہے۔ کہ عیسائی دُنیا اسلام کی کھلی ہوئی دشمن اور پیغمبر اسلام حضور سیدنا و مالکنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم کی عزّت وعظمت کی خواہاں ہے۔

تو امریکی حکومت کسی مسلم نما لیڈر مودودی جیسے کو مال دے گی تو کیوں۔ یقیناً وُہ اسلام کی معاذاللہ بیخ کنی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر صرف کرے گی۔ تو ثابت ہو گیا کہ امریکہ نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے مودودی کو اپنا پولٹیکل ایجنٹ اور آلہ کار بنایا ہے۔

مودُودی کے عقائد کفریہ ظاہر ہو چکے اس کا دشمن اسلام وقرآن ہونا کھل گیا خدا تعالیٰ مسلمانوں کو پہچانے اور ماننے اور حق اہل حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل اور اہل باطل سے دور ونفور رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فقیر ابوالظفر محب الرضا محمّد محبوب علی خان سنّی حنفی قادری برکاتی رضوی مجدّدی لکھنوی غفرلہ خطیب جامع مسجد مدنپورہ بمبئی نمبر۸۔

(۲۲ر ذی الحجہ یکشنبہ ۱۳۷۳ھ)

پچھلے صفحات پڑھنے کے بعد قارئین کرام پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ علماء کرام کی نظر میں مودُودی صاحب کی کیا حیثیت ہے۔ ان کی تحریرات وخیالات کے بارے

میں ان مفتیانِ عظام کی کیا رائے ہے۔ دیوبندی۔ اہلحدیث اور بریلوی حضرات کی آرا نذر قارئین کی ہیں۔ یہی اپنے اپنے گروہوں کے سرخیل ہیں اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ امیر جماعت اسلامی اور جماعت اسلامی کے بارے میں ان کے معتقدین کی رائے کیا ہو گی یا ہونی چاہیئے۔

اب مودودی صاحب کے دینی تضاد ملاحظہ ہوں۔

قارئین اس باب میں دیکھیں گے کہ امیر جماعت اسلامی کس طرح اور کس کس انداز سے پہلو بدلتے ہیں اور اپنی کہی کی تردید دوسرے مقام پر کیسے کرتے ہیں اور حصول مقاصد کے لیے کس طرق و اسلوب سے اپنی مطلب براری کے لیے دین کو کیا کیا معنی پہناتے ہیں۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک عام مسلمان یہی کہہ سکتا ہے ؎

عمامہ والے سے اے دل تو بچ کے نکلا کر
کہ ہے یہ زاہد مکار راہِ دین کا سانپ (انشا)

اور حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کی زبان میں

بے نصیب از حکمتِ دین نبی
آسمانش تیرہ از بے کوکبی (اقبال) (مرتب)

امیر جماعت اسلامی جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب تنقیحات صفحہ ۱۷۵ پر رقمطراز ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے صحیح یا برحق ہونے کی یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ بزرگوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے یا دنیا میں آجکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔ دنیا میں تو پہلے بھی حماقتیں ہوئیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ ہمارا کام ان حماقتوں کی اندھا دھند پیروی کرنا نہیں۔

تفہیمات حصہ اوّل صفحہ ۳۱۸ و ۳۱۹ پر تحریر کرتے ہیں :-

محدثین رحمہم اللہ کی خدمات

محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلم یہ بھی مسلم کہ نقدِ حدیث کے لیے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدرِ اوّل کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے۔ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتہً اُن پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لیے جو حدیں فطرۃً اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو اُن کے کام محفوظ نہ تھے۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔ صحّت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہ تھا۔ وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحّت کا ظنِ غالب ہے۔ مزید برآں یہ ظنِ غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا۔ وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ درایت۔ ان کا نقطۂ نظر زیادہ تر اخباری ہوتا تھا۔ فقہ ان کا اصل موضوع نہ تھا۔ اس لیے فقہیانہ نقطۂ نظر سے احادیث کے متعلق رائے قائم کرنے میں وہ فقہائے مجتہدین کی نسبت کمزور تھے پس ان کے کمالات کا جائز اعتراف کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی تحقیقات انھوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں ایک بلحاظ اسناد اور دوسرے بلحاظ تفقّہ۔

تفہیمات صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴

مزاج شناس رسول

جس طرح شاہدوں کے بیانات کا جانچنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے اسی طرح درایت بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ حدیث کو اُصول درایت پر وہی شخص جان سکتا ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کر کے اسلام کے اُصول اوّلیہ کو خوب سمجھ

لیا ہو اور جس نے حدیث کے بیشتر ذخیرہ کا گہرا مطالعہ کر کے احادیث کو پرکھنے کی نظر بہم پہنچائی ہو۔ کثرت مطالعہ اور ممارست سے انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شناس ہو جاتا ہے اور اسلام کی صحیح روح اس کے دل و دماغ میں بس جاتی ہے۔ پھر وہ ایک حدیث کو دیکھ کر اوّل نظر سمجھ لیتا ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرما سکتے ہیں یا نہیں؟

قارئین غور فرمائیں کہ اب امیر جماعت اسلامی ایک مزاج شناس رسول کی حیثیت سے اُن احادیث کو صحیح کہہ رہے ہیں جو ان کے مؤقف کی تائید میں ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ان کو منیر انکوائری کمیٹی میں مزاج شناس رسول تسلیم کیا ہے۔ جن احادیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ مولانا مودودی صاحب بھی ان ہی کو معتبر قرار دیں۔ آگے چل کر بھی آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ حصول مقاصد کے لیے اپنے لیے کیسے کیسے چور دروازے کھولتے ہیں۔

مسئلہ ملکیت زمین از مولانا مودودی صاحب

صحیح بخاری شریف میں (کتاب المزارعہ باب کراء الارض۔

۱ عن رافع بن خدیج ان النبی صلعم نھی عن کراء الارض۔

حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کا لگان لینے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن جابر قال کانوا یزرعونھا بالثلث والربع والنصف فقال النبی صلعم من کانت لہ الارض فلیزرعھا او یمنحھا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم زمین کو تہائی، چوتھائی اور نصف کی بٹائی پر دے دیا کرتے تھے۔ سو نبی اکرم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو وہ یا تو خود جوتے یا دوسرے کو دے دے۔

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلعم من کانت لہ الارض فلیزرعھا او یمنحھا اخاہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کے پاس کوئی زمین ہو وہ خود اس کو جوتے یا اسے اپنے بھائی کو دے دے۔

اس کے علاوہ رافع بن خدیجؓ سے ہی ایک روایت ہے۔ جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ان کے چچا زمین کو پیداوار کی چوتھائی اور چند وسق کھجور اور جَو کے عوض دے دیا کرتے تھے۔ سو نبی اکرمؐ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور فرمایا خود کاشت کرو یا دوسرے کو کاشت کے لیے دے دو یا روکے رکھو۔

اس کے ساتھ ہی حضرت ابن عمرؓ کا یہ واقعہ بھی بخاری میں درج ہے کہ وہ نبی اکرمؐ کے زمانہ سے لے کر حضرت معاویہؓ کے ابتدائی زمانہ تک زمین کو کرایہ پر دیا کرتے تھے۔ اس وقت انھیں رافع بن خدیجؓ کی روایت کردہ حدیث پہنچی انھوں نے رافع بن خدیجؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ واقعی نبی اکرمؐ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی زمینیں کرایہ پر دینی موقوف کر دیں۔

(مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۲۱ تا ۲۳ از مودودی صاحب)

۱۔ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من احیی ارضاً میتۃ فھی لہ۔

جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ جس کسی نے مُردہ زمین کو زندہ کر لیا۔ یعنی بے کار پڑی ہوئی زمین کو کارآمد بنا لیا وہ زمین اسی کی ہے۔

(صفحہ ۴۴ مسئلہ ملکیت زمین از مودودی صاحب)

۲۔ عن طاؤس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طاؤس تابعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عادی الارض للہ وللرسول ثم لکم من بعد فمن احیٰی ارضاً میتۃ فھی لہ ولیس لمتحجر حق بعد ثلث سنین

غیر مملوکہ زمین جس کا کوئی ولی وارث نہ ہو خدا اور رسول کی ہے پھر اس کے بعد وہ تمہارے لیے ہے پس جو کوئی کسی مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اسی کی ہے اور بیکار روک کر رکھنے والے کیلئے تین سال کے بعد کوئی حق نہیں

(ابو یوسف کتاب الخراج)

(مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۴۶)

طاؤس کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اپنی زمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر زراعت کے لیے دیتے رہے (ابن ماجہ) اس حدیث میں غلطی صرف اتنی ہے کہ طاؤس نے حضرت عثمانؓ کے عہد کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ حالانکہ حضرت معاذؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہو چکا تھا لیکن محض اس غلطی کی بنا پر طاؤس جیسے شخص کی پوری روایت کو غلط نہیں کہا جا سکتا[1]

طاؤس کے متعلق محدثین بالعموم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کے حالات سے وہ خوب واقف تھے اور ان کے بارے میں ان کی روایات مستند ہیں۔ اگرچہ وہ ان سے ملے نہیں تھے۔ چنانچہ امام شافعی لکھتے ہیں۔ طاؤس عالم بامر معاذ ان لم یلقہ لکثرۃ من یقلہ ممن ادرک معاذاً۔ اور ابن حجر اس قول کو نقل کرنے کے بعد اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ وھذا مما لا اعلم عن احد فیہ خلافاً۔

موسیٰؓ بن طلحہ کی روایت ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ، عمارؓ بن یاسر جنابؓ بن ارت اور سعدؓ بن مالک کو زمینیں عطا کی تھیں ان میں سے

---

[1] دیکھیں صفحہ ۸۰

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سعدؓ بن مالک اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کی بٹائی پر کاشت کے لیے دیتے تھے۔ (کتاب الخراج لابی یوسف)

ان شواہد و نظائر سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ مزارعت کا طریقہ عہد نبوّت و خلافت راشدہ میں بالعموم رائج تھا۔ خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین اور صحابہ کے تمام زراعت پیشہ گھرانے اس پر عامل تھے۔ اور رافعؓ بن خدیج وغیرہ حضرات کی روایات پھیلنے تک پورے پچاس سال کے دوران میں کسی کو یہ بات سرے سے معلوم ہی نہ تھی۔ کہ اس معاملہ میں کسی قسم کے امتناعی احکام موجود ہیں۔ (مسئلہ ملکیت زراعت صفحہ ۸۰ و ۸۱)

اسلام نے کسی نوع کی ملکیت پر بھی مقدار اور کمیّت کے لحاظ سے کوئی حد نہیں لگائی ہے۔ جائز ذرائع سے جائز چیزوں کی ملکیت جبکہ اس سے تعلق رکھنے والے شرعی حقوق و واجبات ادا کیے جاتے رہے بلا حد و نہایت رکھی جا سکتی ہے۔ روپیہ۔ پیسہ۔ جانور۔ استعمالی اشیاء۔ مکانات، سواری غرض کسی چیز کے معاملہ میں بھی قانوناً ملکیت کی مقدار پر کوئی حد نہیں ہے۔ پھر آخر تنہا زرعی جائیداد میں وہ کونسی خصوصیّت ہے۔ جس کی بنا پر اس ایک معاملہ میں شریعت کا میلان یہ ہو کہ آدمی کے حقوق ملکیت کو حقدار کے لحاظ سے محدود کر دیا جائے یا انتفاع کے مواقع سلب کر کے ایک حدِ خاص سے زائد ملکیت کو آدمی کے لیے عملاً بیکا کر دیا جائے۔ (مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۸۲ و ۸۳)

اسلام زبردستی مالکان زمین کی ملکتیں چھین لینے کی اجازت نہیں دیتا

اسلام زبردستی مالکان زمین کی ملکتیں چھین لینے کی اجازت نہیں دیتا اور بات صرف اتنی بھی نہیں ہے کہ وہ ایسے قوانین بنانے کی اجازت نہیں دیتا جس کے ذریعہ سے کسی شخص یا گروہ کو اپنی ملکیت حکومت کے ہاتھ بیچنے پر مجبور کیا جا سکے۔

بلکہ درحقیقت اسلامی نظریۂ تمدن و اجتماع سرے سے اس تخیل ہی کا مخالف ہے کہ زمین اور دوسرے ذرائع پیدا وار حکومت کی ملکیت ہوں اور پوری سوسائٹی اس مختصر سے حکمران گروہ کی غلام بن کر رہ جائے جو ان ذرائع پر متصرف ہو جن ہاتھوں میں فوج اور پولیس اور عدالت اور قانون سازی کی طاقتیں ہیں انہی ہاتھوں میں اگر سوداگری اور کارخانہ داری اور زمینداری بھی سمٹ کر جمع ہو جائے۔ تو اس سے ایک ایسا نظام زندگی پیدا ہوتا ہے جس سے بڑھ کر انسانیت کش نظام آج تک شیطان ایجاد نہیں کر سکا ہے۔ (مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲)

وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ تم زیادہ سے زیادہ اتنا روپیہ اتنے مکان، اتنا تجارتی کاروبار، اتنا صنعتی کاروبار، اتنے مویشی، اتنی موٹریں، اتنی کشتیاں اور اتنی فلاں اور اتنی فلاں چیز رکھ سکتے ہو۔ اسی طرح وہ ہم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ تم زیادہ سے زیادہ اتنے ایکڑ زمین کے مالک ہو سکتے ہو۔ اس قسم کی قانون سازیاں خود مختار لوگ تو کر سکتے ہیں۔ مگر جو خدا اور رسول کے مطیع فرمان ہیں وہ ایسی باتیں سوچ بھی نہیں سکتے۔

اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ زمین کا مالک بس وہی ہو سکتا ہے جو اس میں خود کاشت کرے۔ (مسئلہ ملکیت زمین صفحہ ۱۱۵)

مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی کی نظر میں محدثین کی حیثیت

روایت کے بارے میں ان کا (یعنی محدثین کا) مستند ہونا یہ معنی کب رکھتا ہے۔ کہ جن امور کا تعلق عقل و درایت اور فہم و استنباط سے ہے اُن میں وہ بالکلیہ معتمد سمجھے جائیں۔ (ترجمان القرآن جلد نمبر ۱ عدد صفحہ ۲۶۸)

غور فرمایا ناظرین کرام نے کہ قانونِ شریعت کے بارے میں کس طرح امیر جماعت اسلامی خود آخری سند (FINAL AUTHORITY) کی حیثیت اختیار کر رہے ہیں۔

آپ دیکھتے جائیے گا امیر جماعت اسلامی کن مقدس لباسوں اور معصوم رنگوں میں اپنے کو عوام کی نظر میں عاشق رسول ختم المرتبی صلعم کے فرامین کے متبع اور دلدادہ آئین پاکستان کو قرآن وسنّت کی روشنی میں مرتب کرنے والے کہلوانے کے لیے جمہور مسلمین کو دھوکہ دیکر اپنی من مانی کرنے کے لیے اپنے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

یہ کس کس انداز میں حضور اکرمؐ کے نام نامی کو (EXPLoiT) کر رہے ہیں۔ ہم عامۃ المسلمین کو اس مہیب خطرہ سے آگاہ کرنے کے لیے حسب المقدور ان کی مکروہ چالبازیوں اور حصول اقتدار کی خواہشوں کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض لحاظ سے بہت سے صاحبان علم وخلوص اپنی جگہ پر نہایت ذمہ دارانہ حیثیت رکھنے کے باوجود اس میدان میں ان کینہ کشوں کے دام فریب میں صریح الاعتقادی کی وجہ سے گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ سادہ لوح انھیں اسلام کے پیغامبر سمجھ کر ان پر اپنے اعتماد کو مستحکم کیے جا رہے ہیں۔ (مرتب)

آگے چلئے:۔

جس حکومت کے دستور میں رسول خدا کو آخری فیصلہ کن سند نہ تسلیم کیا گیا ہو وہ ایک اسلامی حکومت نہیں ہے۔ (دستوری سفارشات پر تنقید صفحہ ۱۳)

دین میں حجّت صرف سند کو حاصل ہے

آپ حضرات کو بخوبی علم ہے کہ دین میں حجّت صرف سند کو حاصل ہے۔ حجّت کے معنی ہی ایسی دلیل جس سے آپ انکار نہ کرسکیں ہیں اسلام میں سند سے مُراد قرآن کریم۔ جب یہ کہا جائے کہ فلاں مسئلہ میں دین کا یہ حکم ہے تو آپ فوراً پوچھیں گے کہ اس کے لیے آپ کے پاس کونسی سند ہے۔ آپ کو یہ بتلانا پڑے گا کہ قرآن عزیز

میں ہے یا فلاں حدیث میں ہے۔ آگے بڑھیئے تو قرآن وحدیث کے اُصولی احکام سے جزئی احکام مستنبط کرنے والوں کو جنھیں اہل فقہ کہا جاتا ہے ان کا قول پیش کیا جا سکتا ہے لیکن یہ فقہا بھی اپنے فیصلوں میں جو دین کے بارے میں کریں اس کے لیے کوئی نہ کوئی سند ضرور پیش کریں گے۔ وہ سند سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ہر فقیہ سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے امام کے اس فیصلہ کی سند کیا ہے تو وہ فقیہ قرآن یا حدیث سے اپنے امام کے اس فیصلہ کی سند پیش کرے گا۔

یہ تو آپ حضرات جانتے ہیں۔ کہ چودہ سو سال سے آج تک سند ضروری رہی ہے لیکن تیرہ سو سال بعد اس مسلمہ پر میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ضرب کاری لگائی اور دلچسپ معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہر دعویٰ کے لیے کتابُ سنّت قرآن وحدیث کے الفاظ تو دُہراتے نظر آئیں گے لیکن انھوں نے ایک ایسا چور دروازہ کھول لیا ہے۔ جس کی رُو سے قرآن وحدیث مرزا صاحب کے فیصلوں کے تابع ہو جائے۔

دیکھیے:۔

جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ احادیث کے ذخیروں سے جس کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰)

صحیح اور غلط کی آخری سند مرزا صاحب خود بن گیے۔ حدیث کے صحیح یا غلط ہونے کی سند خود مرزا صاحب کا وہ علم ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے پایا۔

آگے چل کر:۔

مداری کی پٹاری

حدیثوں کی کتابوں کی مثال تو مداری کی پٹاری کی ہے جس طرح مداری جو

چاہتا ہے اس میں سے نکال لیتا ہے۔اُسی طرح ان سے جو چاہو نکال لو۔
(الفضل قادیاں بابت ۱۵ر جولائی ۱۹۳۴ء)

آپ نے دیکھا مرزا صاحب نے جو چاہا نکالا صحیح قرار دے دیا۔کون تھا جو ان کی زبان پکڑ سکتا۔حدیثوں کے پردے میں اپنا سکّہ چلایا، مجدّدیت، مہدیت اور ظلّی و بروزی نبوّت منواتے چلے گیے۔یہ تھیں وہ کڑیاں جن سے نبوّت کے بام بلند تک پہنچ گیے۔

اب امیر جماعت کے ارشادات عالیہ سنیئے :۔

"تفقہ کی نعمت

جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہوجاتا ہے جس کی کیفیّت بالکل ایسی ہے۔جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیّات تک کو پرکھ لیتی ہے۔اس کی نظر بہ حیثیت مجموعی شریعت حقّہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں۔تو اس کا ذوق اُسے بتا دیتا ہے۔کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے۔تو ان میں یہی کسوٹی ردّ و قبول کا معیار بن جاتی ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

انسان اسناد کا زیادہ محتاج نہیں رہتا

اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے۔جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کا گہرا

مطالعہ کیا ہوتا ہے۔ وہ نبی اکرمؐ کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان سے کونسا قول یا کونسا فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے اور کونسی چیز سنّتِ نبوی سے اقرب ہے یہی نہیں بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن و سنّت سے کوئی چیز نہیں ملتی ان میں وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے فلاں مسئلہ پیش آتا تو آپ اس کا فیصلہ یوں فرماتے۔ یہ اس لیے کہ اس کی رُوح رُوحِ محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد یہ انسان اسناد کا زیادہ محتاج نہیں رہتا۔ وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے۔ مگر اس کے فیصلے کا مدار اس پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع، السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لیے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس جامِ زرّیں میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے وہ اسے طبیعتِ اسلام اور مزاجِ نبوّی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ (تفہیمات حصّہ اوّل صفحہ ۲۳۵ و ۲۳۶)

سند مانگ سکتے ہیں؟

اب انصاف سے کہیئے کہ مزاج شناسی رسول اور بصیرت نبوّی پر ہم امیر جماعت اسلامی سے کوئی سند مانگ سکتے ہیں؟ اور کیا مولانا مودودی صاحب کا مسلک وہی نہیں ہے۔ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ہے۔ جو کام مرزا صاحب حَکَمْ کی حیثیت سے اپنے مصالح کے لیے کرتے رہے مودودی صاحب مزاج شناس رسول کی حیثیت سے بالکل وہی اپنے جماعتی مفادات اور سیاسی اغراض کے لیے نہیں کر رہے؟ اب جبکہ امیر جماعت اسلامی کی نگاہ ہی معیار

رہ گئی جس کو وہ صحیح قرار دیں صحیح اور جس کو غلط وہ غلط

جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

کیا اس کے بعد بھی قرآن وحدیث کی کوئی حقیقت باقی رہ جائے گی۔

تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اعتراف کیا ہے۔ کہ وہ مولانا مودودی صاحب کو "مزاج شناس رسولؐ" سمجھتے ہیں۔ (مرتب)

آگے چلئے:۔

محدثانہ نقطۂ نظر اور فقیہانہ نقطۂ نظر

مگر جو لوگ اُمور شریعت میں نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ محدثانہ نقطہ نظر بکثرت مواقع پر فقیہانہ نقطۂ نظر سے ٹکرا گیا ہے اور محدثین کلام صحیح احادیث سے بھی احکام ومسائل کے استنباط میں وہ توازن اور اعتدال ملحوظ نہیں رکھ سکے ہیں۔ جو فقہیا مجتہدین نے رکھا ہے۔ (تفہیمات حصہ اوّل صفحہ ۳۲۴)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

مستقل ماخذ

حدیث کے مستقل ماخذ ہونے کی نفی سے اگر مراد یہ ہے کہ اس کی حیثیت صرف شارح اور مفسّر کی ہے یعنی وہ انہی مسائل و وقائع کی وضاحت کرتی ہے۔ جن کا مجملاً ذکر قرآن میں آگیا ہے۔ اور خود اس کی اپنی مستقل حیثیت کچھ نہیں۔ تو یہ دعویٰ واقعہ کے خلاف ہے۔

.. .. .. مسائل واحکام کے باب میں حدیث ایک مستقل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ (ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۵۰ء)

بخلاف اس کے جو لوگ قدامت پسندی کے ماحول میں پرورش پائے ہوئے

ہیں۔ان کا حال یہ ہے کہ ہر حدیث کو جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو بے چون وچرا مان لیتے ہیں۔ خواہ وہ ضعیف بلکہ موضوع ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک یہ دونوں نقطۂ نظر غلط ہیں اور جب نقطۂ نظر غلط ہیں۔ تو جو کچھ ان نقطوں سے دیکھا گیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ تمام احادیث کو مطلقاً غلط سمجھنے والے بھی غلطی پر ہیں اور تمام احادیث کو مطلقاً صحیح سمجھنے والے بھی۔

غور فرمائیے

وہ لوگ بھی راہ راست سے ہٹ گیے ہیں جو احادیث اور قرآن میں فرق نہیں کرتے اور وہ لوگ بھی گمراہی میں مبتلا ہیں جو احادیث کو قطعاً ناقابل احتجاج قرار دیتے ہیں۔ (مرتّب)

آگے چلیے :۔

قرآن مجید اور احادیث

یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ کہ احادیث اس حد تک محفوظ نہیں ہیں جس حد تک قرآن مجید ہے۔ (تفہیمات حصہ اول صفحہ ۳۳۰)

لیکن یہ بات ناقابل انکار ہے کہ علم کا جیسا مستند اور معتبر ذریعہ قرآن مجید ہے ویسا مستند اور معتبر ذریعہ حدیث نہیں ہے اس لیے صحت کا اصلی معیار قرآن ہی ہونا چاہیئے۔ جو چیز قرآن کے الفاظ یا اسپرٹ کے مخالف ہو گی اسے ہم یقیناً رد کر دیں گے اور اس کا مخالف قرآن ہونا ہی اس امر کا بیّن ثبوت ہو گا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وہ چیز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ (تفہیمات صفحہ ۳۳۱)

رسول اللہ نے جو کچھ اُستاد کی حیثیت سے بتایا اور سکھایا ہے وہ بھی اُسی طرح خدا کی طرف سے ہے جس طرح قرآن خُدا کی طرف سے ہے اس کو غیر از قرآن کہنا صحیح نہیں۔ (تفہیمات حصّہ اوّل صفحہ ۳۳۸)

قرآن اور سنّت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ (تنقیحات صفحہ ۱۴۴)

خدا اور رسول سے مراد

خدا اور رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظام صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ (تفہیم القرآن صفحہ ۴۶۵)

امیر جماعت اسلامی مندرجہ بالا سطور میں اللہ اور رسولؐ سے مراد اسلامی نظام حکومت لیتے ہیں۔

زبان اور اسلوب کا فرق

قرآن کے کلام اور محمد صلعم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اس قدر مختلف اسٹائل کبھی نہیں ہو سکتے یہ فرق صرف اسی زمانہ میں واضح نہیں تھا جب کہ نبی صلعم اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے تھے بلکہ آج بھی حدیث کی کتابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں ان کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آشنا نقاد یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔

(ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۳۸۵)

رسائل و مسائل میں دجال سے متعلق احادیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں۔ جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں۔ بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی تھیں اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے۔ جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی

نبوّت پر کوئی حرف آتا ہو جس پر ایمان لانے کے لیے ہم مکلّف کیے گئے ہیں۔ (ص ۵۵ و ۵۶)

اب یہ ملاحظہ فرمائیے :۔

قرآن کریم میں آنحضرتؐ کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول اور نبی ہونے کی حیثیت ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا اس وقت سے لے کر حیاتِ جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول تھے۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔ ... حتیٰ کہ آپ کی نجی اور خاندانی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آ گیے تھے۔ (تفہیمات حصہ اول صفحہ ۲۴)

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

ہر وہ بات جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ آیاتِ مذکورہ کی بنا پر وحی ہوگی اور ہوائے نفس سے پاک ہوگی۔ یہ تصریح قرآن میں اس لیے کی گئی ہے کہ رسول کو جن لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے ان کو رسول کے بد راہی اور گمراہی اور ہوائے نفس سے محفوظ ہونے کا کامل اطمینان ہو جائے اور وہ جان لیں کہ رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہے۔ ... ... میں کہتا ہوں۔ کہ آنحضرت جس وقت جس حالت میں جو کچھ بھی کرتے تھے۔ رسول کی حیثیت سے کرتے تھے۔ (تفہیمات صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳)

احادیث اور مودودی صاحب

مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی آگے فرماتے ہیں :۔

احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں۔ جن سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ گمانِ صحت ہے نہ کہ علم یقین اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس خطرہ میں ڈالنا ہرگز پسند نہیں کر سکتا

اور جو امور اس کے دین میں اتنے اہم ہوں کہ اُن سے کفر و ایمان کا فرق واضح ہوتا ہے انھیں صرف چند آدمیوں کی روایت پر منحصر کر دیا جائے۔

ایسے امور کی تو نوعیّت ہی اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو صاف صاف اپنی کتاب میں بیان فرمائے۔ اللہ کا رسول انھیں اپنے پیغمبرانہ مشن کا اصل کام سمجھتے ہوئے ان کی تبلیغ عام کرے اور وہ بالکل غیر مشتبہ طریقہ سے ہر مسلمان تک پہنچا دیئے ہوں۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۶۷)

قول رسول اور وہ روایات جو حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں لازماً ایک ہی چیز نہیں ہیں اور نہ ان روایات کو استناد کے لحاظ سے آیات قرآنی کا ہم پلّہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آیات قرانی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ برخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ جس قول یا فعل کو نبی صلعم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضور کا ہے یا نہیں۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۲۷۰)

تضاد بیانیاں کہاں تک بیان کی جائیں

"امیر جماعت اسلامی جناب مولانا مودودی" کی تضاد بیانیاں کہاں تک بیان کی جا سکتی ہیں عدم گنجائش کی وجہ سے انھیں سمیٹا جا رہا ہے پورے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہوا ہے کہ ان کے تضادات پیش کرنے کے لیے کئی جلدوں کی ضرورت ہے۔ جس کا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ نہ ہمہ دانی کا دعویٰ ہے نہ یہ ناز کہ ہم مزاج شناس مودودی ہیں۔ صرف ایک کوشش ہے کہ ملّت کے علماء کرام کے تتبع اور تحریک حصول پاکستان کی روشنی میں امیر جماعت اسلامی اور ان کے رفقاء کے کردار کو نئی اُبھرتی ہوئی نسل کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ ان اسلام کے مقدس نقاب پوشوں کے چہرے کے اصلی خد و خال دیکھ سکیں۔

(مرتب)

بخاری شریف کے متعلق لکھتے ہیں:-

یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیئے۔

(ترجمان القرآن اکتوبر و نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۷)

ڈاڑھی پر سوال

آپ پڑھ چکے ہیں کہ تفہیمات حصہ اوّل کے صفحہ ۲۴۱ پر امیر جماعت اسلامی نے لکھا ہے کہ حضورؐ کا حیات جسمانی کے آخری سانس تک ہر فعل ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔ حتیٰ کہ آپ کی نجی اور خاندانی زندگی بھی۔ اس لیے ان کا ہر فعل قابلِ اتباع ہے۔

کسی منچلے نے مولوی صاحب پر اعتراض کر دیا۔ کہ اگر ایسا ہی ہے تو امیر و امام جماعت اسلامی صاحب آپ نے جو ڈاڑھی رکھی ہوئی ہے وہ سنّت کے مطابق نہیں۔

سنیئے اس کے جواب میں کیا رقمطراز ہیں:-

سنّت کے متعلق لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلعم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے۔ وہ سب سنّت ہے۔ ... ... سنّت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کو سکھانے اور جاری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا تھا اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبی نے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک ایسا شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا اختیار کیے۔ جو امور آپ نے عادۃً کیے ہیں انھیں سنّت بنا لینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے مطالبہ کرنا جو سب ان عادات کو اختیار کریں۔ اللہ اور اس کے رسول کا ہرگز یہ منشا نہ تھا۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۱)

اندازہ فرمایا آپ نے امیر جماعت اسلامی اب حضورؐ کی دو حیثیتیں پیش کر رہے ہیں
ناطقہ سر بگریبان ہے اسے کیا کہیئے (مرتّب)

آگے مولانا مودودی صاحب مقابر اولیا کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

مقابر اولیا

جاہلیت مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا اور توحید کے راستے سے ہٹا کر ان کو ضلالت کی بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بت پرستی تو نہ ہو سکی باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ تھی جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا ہو۔

دُرانی جاہل قوموں کے جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اپنے ساتھ بہت سے مشرکانہ تصوّرات کے چلے آئے اور یہاں ان کو صرف اتنی تکلیف کرنی پڑی کہ پُرانے معبودوں کی جگہ مقابر اولیا سے کام لیں اور پُرانی عبادت کی رسموں کو بدل کر نئی رسمیں ایجاد کریں۔ (ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۰ء جنوری ۱۹۴۱ء صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵)

خوش عقیدہ حضرات

وہ خوش عقیدہ حضرات جو بزرگانِ دین کے مقابر و مزارات پر فاتحہ خوانی اور تزکیۂ نفس کے لیے دُعائیں مانگ مانگ کر اپنا تعلق رسول اقدس ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے استوار کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ مولوی مودودی صاحب کا یہ تحفہ سنبھال کر رکھیں۔

دیکھئے یہ "مزاج شناس رسول" عاشقانِ رسول ﷺ اور بزرگوں کے عقیدتمندوں کو کیا کہہ رہے ہیں۔ اور اپنے خاص اسلوب و انداز میں لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

ہدایہ اور بدائع

مَیں اس بات کا بھی سخت مخالف ہوں کہ علماء کرام وقت کے رجحانات سے منہ موڑ کر بیٹھ جائیں اور اس امر کو بھول جائیں کہ وہ ہدایہ اور بدائع کے زمانہ

تصنیف میں نہیں بلکہ نت نئی سائنٹیفک ایجادات اور تیز رفتار تمدنی انقلابات کے دور میں رہتے ہیں۔ اس دور میں روز روز نئے مسائل کا پیدا ہونا لابد ہے۔ اور ان مسائل کو ہدایہ و بدائع کی روشنی میں حل کرنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں جس کا خطرہ نوجوان سائل نے اپنے استفسار میں ظاہر کیا ہے۔

رہنمائی کے لیے علماء اسلام میں وسعت نظر اور رُوح اجتہاد کی ضرورت ہے۔ قدم قدم پر عالمگیری اور تاتارخانی کو سدِ راہ بنانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نئے زمانہ کا مسلمان قرآن و حدیث کو چھوڑ کر جدھر مُنہ اُٹھے گا چل نکلے گا۔

(ترجمان القرآن ۱۹۳۸ء)

امیر جماعت اسلامی ترجمان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

امامت خواہ وہ آگ کی طرف لے جانے والی ہو یا جنت کی طرف بہر حال اس گروہ کا حصہ ہے جو سمع و بصر و فواد کو تمام انسانی گروہوں سے بڑھ کر استعمال کرے۔ یہ انسان کے حق میں اللہ کا بنایا ہوا اٹل ضابطہ ہے اور اس میں کوئی رو رعایت نہیں ہے۔ خواہ کوئی گروہ خدا شناس ہو یا خدا ناشناس بہر حال جو یہ شرط پوری کرے گا۔ دُنیا کا امام بن جائے گا۔

علوم اسلامیہ کو بھی ان کی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے۔ بلکہ ان میں سے متاخرین کی آمیزشوں کو الگ کرکے اسلام کے دائمی اُصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجئے۔

قرآن اور سنّت کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں۔ (صفحہ ۱۳۳)

دُوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے۔ کہ اس میں اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں صدیوں سے اجتہاد

کا دروازہ بند ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کی بجائے عہد گذشتہ کی تاریخ بن کر رہ گیا ہے۔ (ترجمان القرآن جلد ۱۸ صفحہ ۱)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :۔

اسلام کی تعلیم دینے والی درس گاہیں

اسلام کی تعلیم دینے والی درسگاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ مندرجہ بالا سطور میں مودودی صاحب اپنے کو روشن خیال ماڈرن مُلّا ظاہر کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ مولانا کے خیالات میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کی ایک دلچسپ مثال مسئلہ تصویر کشی کے متعلق ہے۔

سینما اور تصویر

امیر جماعت اسلامی نے ۱۹۳۶ء کے ترجمان القرآن میں تحریر کیا تھا۔ کہ سینما ناپاک نہیں ہے۔ ناپاک دراصل وہ تہذیب ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی اس طاقت سے فحش اور بے حیائی کی اشاعت کا کام لیتی ہے۔ یعنی اگر سینما سے فحش اور بے حیائی کی اشاعت کا کام نہ لیا جائے تو سینما کی چلتی پھرتی تصویر میں قابل اعتراض نہیں۔

لیکن اب عام تصویروں کے متعلق بھی جماعت کا جو نظریہ ہے اُسے مسعود عالم کے الفاظ میں پڑھیے جو علمائے عرب سے اپنی بحثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ڈاڑھی کی حد تک تو یہاں معقول لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ سنّت اور شعار ہے اور اس کا رکھنا اچھا ہے لیکن فوٹو کی حرمت ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی سیّد رشید رضا اور محمد عبدہ کے بعد ہمارے جیسے طالب علموں کی بات کیوں سنیں گے۔ بہرحال یہاں لوگ کچھ بھی سمجھیں ان کی خاطر یا ملائیت کے الزام کے خوف سے ہم اپنا مسلک بدلنے کے نہیں۔ (دیار عرب صفحہ ۷۳)

اب خود امیر و امام جماعت اسلامی کیا فرماتے ہیں :۔

فوٹوگرافی اور مصوّری

فوٹوگرافی اور مصوّری میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور ممانعت چونکہ جاندار اشیاء کی ہے اس لیے تصویریں حرام ہی ہوں گی۔ خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش۔

(ترجمان القرآن بابت رجب شعبان ۱۳۶۲ھ)

مسئلہ کشمیر اور مودودی

۱۹۴۸ء میں جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے مسئلہ کشمیر کے متعلق یہ کہا تھا کہ حکومت پاکستان کی یہ روش کہ اس نے ہندوستان کے ساتھ صلح کا معاہدہ بھی کر رکھا ہے اور کشمیر میں جنگ کی کارروائی بھی جاری ہے شریعت اسلامی کے یکسر خلاف ہے انھوں نے اپنے بیان میں کہا تھا۔

اسلام نے ہمیں سکھایا ہے یا تو کسی قوم سے معاہدہ نہ کرو یا اگر معاہدہ کرتے ہو تو پھر پوری ایمانداری کے ساتھ اس کی پابندی کرو۔ اس ضمن میں انھوں نے یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ :۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو اس میں کوئی تغیر و تبدّل نہ کرے۔ تاوقتیکہ اس کی مدّت نہ گذر جائے۔۔ ۔۔۔ یا پھر خیانت کا خوف ہو تو برابری کو ملحوظ رکھ کر اس کو ختم معاہدہ کا نوٹس دے دے۔

(صفحہ ۱۸۳ ترجمان القرآن)

اب معاہدہ ہی کے متعلق ارشاد سنیئے :۔

جو معاہدہ فریقین کی آزادانہ رضامندی سے مساویانہ طریق سے طے نہ ہوا ہو اس کا قیام و لقا اخلاق پر نہیں بلکہ فریقین کے حالات پر منحصر ہے حالات بدل جانے جانے پر اس میں یک طرفہ ترمیم بھی کی جا سکتی ہے۔ (نومبر ۱۹۵۱ء اجتماع جماعت اسلامی کراچی)

ذی فہم خوب جانتے ہیں کہ معاہدہ کی بنیاد ہی اخلاق ہوتا ہے چونکہ مسئلہ کشمیر مسلم لیگی قیادت سے متعلق تھا اور مودودی صاحب نے ہر حال میں مسلم مفاد کی مخالفت کرنا ہے لہٰذا اس وجہ سے انھوں نے جہاد کشمیر کو حرام قرار دیا۔ اور پاکستان کی حکومت کو معاہدہ شکن۔ اس کے متعلق ہم کسی اور جگہ تفصیل سے عرض کر آئے ہیں۔ (مرتّب)

امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

سوادِ اعظم

بعض لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کا نام "سواد اعظم" ہے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تاکید فرمائی ہے کہ سواد اعظم کا ساتھ دو لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت جس سیاسی پارٹی کی حامی اور جس قیادت کی تبع ہے۔ اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے لیکن یہ ارشاد نبوّی کی سراسر غلط تعبیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس سواد اعظم کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد دراصل ان مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جس کے اندر اسلامی شعور موجود ہو جو حق اور باطل کی تمیز رکھتے ہوں۔ اور جن کو اسلام کی رُوح اور اس کے بنیادی اُصولوں سے کم از کم اتنی واقفیت ضرور ہو کہ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کر سکتے ہوں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

مگر جو لوگ ان صفات سے عاری ہوں او وجن میں کھوٹے کھرے کی بالکل ابتدائی پرکھ بھی نہ ہو ان کے "ہلّڑ" کا نام ہرگز سواد اعظم نہیں ہے نہ اُن کی جماعت اسلامی مفہوم کے اعتبار سے جماعت ہے۔ ... ... محض لفظ "مسلمان" سے دھوکا کھا کر جو لوگ جاہلیت کی پیروی کرنے والوں کی تنظیم کو تنظیم سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس نوعیت کی کوئی تنظیم اسلامی نقطہ نظر سے مفید ثابت ہو گی ان کی کند ذہنی ماتم کی مستحق ہے۔

(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۱۔ ترجمان القرآن جنوری ۱۹۴۰ء)

انبوہ عظیم جس میں نوسو ننانوے اسلام ناشناس ہیں

یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نو سُو ننانوے فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویّہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس "مسلمان" کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ انھوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے۔ کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی۔ تو اس کی خوش فہمی قابل داد ہے۔

(موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۲۷)

مودودی کے دو رُخ

تحریک پاکستان کی مخالفت میں اکثریت مردود اور فقہ حنفی رائج ہو کیونکہ ان کی اکثریت ہے۔

یہ ارشادات مولانا مودودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی کے اس وقت کے ہیں جب تحریک حصول پاکستان یعنی قیام پاکستان کی مخالفت مقصود تھی اور ان کا شب و روز کا اور روز و شب کا وظیفہ یہی تھا کہ یہ مسلمان جو مسلم لیگی قیادت کے زیر اثر حصول پاکستان کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ نسلی۔ مردم شماری کے بے دین مسلمان ہیں لیکن جب ان کی مخالفانہ و معاندانہ مخالفتوں کے باوجود پاکستان حضرت قائد اعظم رح کی قیادت میں انہی گنہگاروں مسلمانوں نے حاصل کر لیا تو اب یہی نقاب پوش مصلحین کا امیر اس میں حنفی فقہ رائج کرنا چاہتا ہے اور بنیاد اس دلیل کی یہ ہے کہ چونکہ اکثریتی آبادی حنفیوں کی ہے اس لیے حنفی فقہ رائج ہو گا۔

ان سے کوئی پوچھے کہ اوّل تو یہ وہی نسلی۔ مردم شماری کے بے دین مسلمان ہیں۔

جن میں سے ۹۹۹ فی ہزار اسلام ناشناس ہیں اور حق و باطل میں تمیز تو یہ کر ہی نہیں سکتے۔ اب اپنی مطلب برآری کے لیے ان کو سوادِ اعظم کیوں تسلیم کیا جا رہا ہے اور اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں کہ یہ حنفی بچارے محض اسلیے حنفی ہیں کہ ان کے ماں باپ حنفی العقیدہ تھے۔ اچھا چلو اگر آپ کے نزدیک اکثریت ہونا معیار ٹھہرا تو کیا اگر کل اہلِ حدیث فرقہ کی اکثریت یا شیعہ حضرات کی ہوگی تو ان کا فقہ جاری کیا جائے گا یا کمیونسٹ اکثریت میں ہو گیے تو ان کا قانون چلے گا؟

اگر حق فی ذاتہ کوئی چیز نہیں بلکہ حق وہ ہے جسے اکثریت اختیار کرے اور باطل وہ جو اس زمانہ کی اقلیت کا مسلک ہو۔ تو آویزش کربلا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

اب فقہ کے بارے میں امیر جماعت اسلامی کی رائے ملاحظہ فرمائیں :۔

فقہ عورتوں کو بد اخلاق اور مُرتد بناتی ہے۔

فقہا کا قانون نہایت سخت ہے اور وہ اپنی سختیوں کی وجہ سے عورتوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والا ان کو بد اخلاقیوں کا مبتلا کرنے والا اور ان کو مُرتد بنانے والا ہے۔ اس لیے وہ خدا کا قانون نہیں ہو سکتا۔

(تنقیح حقوق الزوجین ماخوذ از صدق صفحہ ۷ - ۴ مئی ۱۹۴۲ء)

اچھا اگر اکیاون [۵۱] اراکین یہ فیصلہ کر دیں کہ خدا کا وُجود نہیں تو انچاس [۴۹] اراکین کو ماننا پڑے گا۔ کہ خُدا نہیں ہے۔ جماعت اسلامی کے امام و امیر کو اگر ناگوار نہ گذرے تو ذرا وہ مسودہ آئین جو انھوں نے خود مرتب کیا ہے اس کی یہ شق ملاحظہ فرمائیں :۔

امیر کو حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ پُوری مجلس شوریٰ کی اکثریت کے ساتھ اتفاق کرے یا اقلیت کے ساتھ اور امیر کو یہ حق بھی ہوگا کہ پوری مجلس سے اختلاف کر کے اپنی رائے پر فیصلہ کرے۔ (دو دستوری خاکے صفحہ ۲۹)

اس مقام پر اس سے زیادہ کیا عرض کیا جا سکتا ہے کہ بے حد ہمدردی کے

قابل ہے۔ وہ قوم جس میں اس ذہنی سطح اس علمی و فکری معیار کے لوگ سند بن کر بیٹھ جائیں۔ یہ تصور کہ اکثریت ہمیشہ حق پر ہوتی ہے انسان کی بہت بڑی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں

امام ابو حنیفہؒ کی فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھیں گے۔ جو مرسل اور مفصل اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر ضعیف الاسناد کو قبول کر لیا گیا ہے۔ یا جن میں احادیث کچھ کہتی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کچھ کہتے ہیں۔

تقلید کے متعلق امیر جماعت اسلامی کا ارشاد

میرے نزدیک ایک صاحب علم کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۲۴۴)

اسلام میں دراصل تقلید سوائے رسول اللہ کے اور کسی کی نہیں اور رسول اللہ کی تقلید بھی اس بنا پر ہے۔ کہ آپ جو کچھ فرماتے اور عمل کرتے ہیں وہ اللہ کے اذن اور فرمان کی بنا پر ہے۔ ورنہ اصل مطاع اور آمر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۲۳۶)

مجتہد کی صحیح پوزیشن

یہیں سے نبی اور مجتہد کا فرق واضح ہوتا ہے۔ نبی کی بصیرت براہ راست علم

لہ دجال کے بارے میں جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود بھی شک میں تھے یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان پر۔ (صفحہ ۵۵ و ۵۶ ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۵۲ء)

اور پیچھے ناظرین نے یہ بھی پڑھا کہ ہر معاملہ میں حضورؐ کی تقلید بھی ضروری نہیں۔
(رسائل و مسائل صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۱)

الٰہی سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے احکام تمام ازمنہ و احوال کے لیے مناسب ہوتے ہیں۔ مگر مجتہد خواہ کتنا ہی باکمال ہو زمان و مکان کے تعنیات سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا نہ اس کی نظر تمام ازمنہ و احوال پر وسیع ہو سکتی ہے لہٰذا اس کے تمام اجتہادات کا تمام زمانوں اور تمام حالات کے مطابق ہونا غیر ممکن ہے۔ (تفہیمات حصّہ دوئم صفحہ ۴۲۶)

مجتہد غلطی کر سکتا ہے

انسان بہر حال کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا مجتہد بھی غلطی کر سکتا ہے اور کر جاتا ہے (تفہیمات حصّہ اوّل صفحہ ۳۲۴)

نماز جُمعہ اور مودُودی صاحب

نماز جمعہ میں شرط مصر کے متعلق مجھے علمائے حنفیہ سے اختلاف ہے۔

بڑے زوردار الفاظ میں فقہیات کو اصل دین سمجھ لینے والوں کی ذہنیت پر افسوس کر رہے ہیں:-

فقہیات اور اصل دین

مجھے افسوس ہے کہ فقہیات کو اصل دین سمجھنے کی ذہنیت کے باعث مسلمان مدّتوں آپس میں جھگڑتے رہے ہیں اور جس وجہ سے ان کا متحد ہونا اور اصل دین کے لیے مل کر کام کرنا غیر ممکن ہو گیا ہے۔ وہی ذہنیت بار بار برورئے کار آئے چلی جا رہی ہے۔ (رسائل و مسائل صفحہ ۲۸۲)

پیکر تضادات

ناظرین دیکھ چکے کہ امیر جماعت اسلامی اُسی فقہ حنفی کے ساتھ شدید اختلاف کا اظہار فرما رہے ہیں جیسے وہ پاکستان میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس پیکر تضادات نے یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ کوئی ایک بھی صاحب شعور

نہیں جو امیر دامام جماعت اسلامی کی تضاد بیانیوں کا پردہ چاک نہیں کرے گا لیکن انھیں یہ جان لینا چاہیئے کہ اب وقت آگیا ہے کہ قلندران اقبالؒ آپ کی مفکرانہ۔ مفسرانہ و محققانہ حیثیت کی قلعی کھول کر رہیں گے۔

جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے "جماعت اسلامی پر ایک نظر" صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ پر رقمطراز ہیں:۔

مودودی صاحب اور لا کالج کی تقریر

اسلامی قانون کو انسانی تمدن کی روز افزوں ضروریات اور تغیر پذیر حالات کے لیے موزوں بنانے کی خاطر مولانا مودودی نے جو وسائل لا کالج کی مذکورہ تقریر میں گنائے تھے۔ ان میں اجماع کا ذکر کہیں نہیں آیا شاید اس کا باعث کسی خاص عقیدہ کا اثر ہے۔ یا وہ عام شک و شبہ جو مولانا کو اصولی طور پر جمہور کے بارے میں ہے۔ وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مذکورہ بالا تقریر میں "اجماع" کو قانون سازی کے ذرائع سے بالکل خارج کر کے مولانا نے اس اختلاف کو نمایاں کیا ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرات اہل حدیث سے ہے اور مسلم لیگ کو اسلامی جماعت سے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اجماع کو بڑی اہمیت دی ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے بعد اسے اسلامی قانون سازی کا سب سے اہم ذریعہ بنایا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس موضوع پر اپنی انگریزی کتاب

Sise Lecture on Reconstru ction of Religious Thoulht in Islam.

میں جو کچھ فرمایا ہے یہاں نقل نہیں کیا جا رہا اس موضوع سے دلچسپی لینے والے حضرات پوری کتاب کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ علامہؒ نے اجماع کو قانون سازی میں جو اہمیت دی ہے وہ مسلم لیگ کی پالیسی اور قرارداد مقاصد کے عین مطابق ہے۔

بلکہ یہ نظر آ رہا ہے کہ انشاءاللہ پاکستان کا اسلامی نظام انہی بنیادوں پر قائم ہو گا۔ جن کا خاکہ قرآن کریم میں برسوں غور و فکر کے بعد حکیم الامتؒ نے اپنی مختلف تصانیف میں پیش کیا۔

فاضل مصنف نے کس قدر وضاحت سے تحریر کیا ہے کہ علامہ اقبالؒ اجماع کو کس قدر اہمیت دے رہے ہیں اور امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحبؒ اجماع کے قائل نہیں

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف (مرتب)

قیام پاکستان کا مخالف اسلام

حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے جن علما کے سینے قرآن کریم میں غور و تدبر کرنے کے لیے کھول دئے ہیں وہ اسلام کی حقیقی راہوں پر مسلمانوں کو چلانے کے لیے تگ و تاز کر رہے ہیں اور حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے شیدائی جنھوں نے تحریک حصول پاکستان میں حضرت قائد اعظمؒ کا ساتھ اس لیے دیا کہ وہ اقبالؒ کے منتخب کردہ ہیں وہ اب کروٹ لے چکے ہیں اور انشاءاللہ پاکستان میں مودودیت کی فیکٹری کا ڈھلا ہوا وہ اسلام نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ جو قیام پاکستان کا مخالف تھا۔ بلکہ وہ اسلام یہاں کا قانون بنے گا۔ جو اقبالؒ کے برسوں قرآن عزیز میں غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ انشاءاللہ

آگے چل کر مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

جاہلیت خالصہ

جاہلیت خالصہ نے حکومت اور دولت پر تسلط جمایا۔ نام خلافت کا تھا اور اصل میں وہی بادشاہی تھی جس کو مٹانے کے لیے اسلام آیا تھا۔ بادشاہوں کو

اللہ کہنے کی ہمت کسی میں باقی نہ تھی اس لیے السلطان ظل اللہ کا بہانہ اختیار کیا گیا اور اس بہانہ سے وہی مطاع مطلق کی حیثیت بادشاہوں نے اختیار کی جو اللہ کی ہوتی ہے۔ اس شاہی کی سرپرستی میں اُمراء و حکام ولاۃ، اہل لشکر اور مترفین کی زندگیوں میں کم و بیش خالص جاہلیت کا نقطۂ نظر پھیل گیا اور اس نے ان کے اخلاق اور معاشرت کو پوری طرح ماؤف کر دیا۔ پھر یہ بالکل ایک طبعی امر تھا کہ اس کے ساتھ ہی جاہلیت کا فلسفہ ادب اور ہنر بھی پھیلنا شروع ہوا اور علوم و فنون بھی اُس طرز پر مرتب و مدون ہوں کیونکہ یہ سب چیزیں دولت اور حکومت کی سرپرستی چاہتی ہیں اور جہاں دولت اور حکومت جاہلیت کے قبضہ میں ہوں وہاں ان پر بھی جاہلیت کا تسلط ناگزیر ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یونان و عجم کے فلسفے اور علوم و آداب نے اس سوسائٹی میں راہ پائی جو اسلام کی طرف منسوب تھی اور اس کی دراندازی سے "کلامیات" کی بحثیں شروع ہوئیں۔ اعتزال کا مسلک نکلا۔ زندقہ اور الحاد پر پرزے نکالنے لگا اور عقائد کی موشگافیوں نے نئے نئے فرقے پیدا کر دیئے۔

مودودی صاحب کی تحقیق کے مطابق

جب حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جاہلیت خالصہ مسلمانوں کے سیاسی نظام پر مسلّط ہوئی ہے۔ تو رفتہ رفتہ حالت یہ ہوگئی کہ ان کی تمدنی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو اسلامی بنیادوں پر قائم رہ گیا ہو اور اس نے جاہلیت راہبانہ کے ساتھ مل کر سوسائٹی کے اچھے عناصر کو مارفیا کے انجکشن دے کر سست کر دیا۔ بادشاہی کے جاہلی نظام کو مضبوط کیا۔ اسلامی علوم و فنون میں جمود اور تنگ خیالی پیدا کی اور ساری دینداری کو چند خاص مذہبی اعمال میں محدود کر کے رکھ دیا (ایضاً، صفحہ ۳)

اس کے ساتھ جاہلیت "مشرکانہ" نے پرانی عبادات کی رسموں کو بدل کر نئی رسمیں

ایجاد کیں اس کام میں دُنیا پرست علماء نے اُن کی بڑی مدد کی اور وہ بہت سی مشکلات ان کے راستے سے دُور کردیں جو شرک کو اسلام میں نصب کرنے میں پیش آسکتی تھیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۷)

اس کے بعد اُنھوں نے یہ لکھا تھا کہ ایک مجدّد کا کام یہ ہوگا۔کہ وُہ احیائے نظام اسلامی کرے جس کے معنی ہیں جاہلیت کے ہاتھ سے اقتدار کی کنجیاں چھین لینا اور از سرِنو حکومت کو عملاً اس نظام پر قائم کردینا جسے صاحب شریعت نے علیٰ منہاج النبوۃ کے نام موسوم کیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۴۱)

مندرجہ بالا سطور میں جو مذکور ہے۔امیر جماعت اسلامی نے ۱۹۴۶ء میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔اب یہ فرمارہے ہیں کہ بارہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں نے جتنی بھی ریاستیں قائم کیں ان سب کا نظم ونسق اسی قانون پر چلتا رہا ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بیان ہوئے تھے اب فقط کرنے کا کام یہ ہے کہ اسی نظام کو جو ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کی وجہ سے منقطع ہو گیا تھا پاکستان میں رائج کردیا جائے اور اس طرح پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی حکومت بن جائے گا۔

اسلام کے حق میں جو چیز رکاوٹ ہے۔ وہ ہماری یہ جامد اور بےرُوح مذہبیت ہے جسے آج کل اسلام سمجھا جارہا ہے اس مسخ شدہ مذہبیت میں بنیادی نقص یہ ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کو ایک "منجمد شاستر" بناکر رکھ دیا گیا ہے اس میں صدیوں سے اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے۔ (صفحہ ۳۶)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

پُرانا قانون اور جدید زمانہ

جن حضرات کی طرف سے یہ اعتراض کہ صدیوں پُرانا قانون جدید زمانے کی

ایک سوسائٹی اور اسٹیٹ کی ضروریات کے لیے کس طرح کافی ہو سکتا ہے، پیش کیا جا سکتا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ اسلامی قانون کے متعلق ابتدائی اور سرسری واقفیت بھی نہیں رکھتے ہیں یا نہیں؟ غالباً انھوں نے کہیں سے بس یہ اڑتی اڑتی خبر سن لی ہے۔ کہ اس قانون کے بنیادی احکام اور اصول ساڑھے تیرہ سو برس پہلے بیان ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ بات انھوں نے بطور خود فرض کر لی کہ اس وقت یہ قانون جوں کا توں اسی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ اسی بنا پر یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اگر آج ایک جدید ریاست اسے اپنا ملکی قانون بنائے تو وہ اس کی وسیع ضروریات کے لیے کیسے کافی ہو سکے گا۔

ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ بنیادی احکام و اصول ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دیے گئے تھے ان پر اسی وقت ایک ریاست قائم ہو گئی اور روزمرہ پیش آنے والے معاملات میں تعبیر و قیاس و استحسان و اجتہاد کے ذریعہ سے اس قانون کا ارتقاء اول روز ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ پھر اسلامی اقتدار وسیع ہو کر بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک آدھی سے زیادہ مہذّب دنیا پر پھیل چکا تھا اور جتنی ریاستیں بھی بارہ سو سال میں مسلمانوں نے قائم کیں ان سب کا پورا نظم و نسق اسی قانون پر چلتا رہا۔ ہر دور اور ہر ملک کے حالات و ضروریات کے مطابق اس قانون میں مسلسل توسیع ہوتی رہی ہے۔ انیسویں صدی تک کے اوائل تک اسلام ہی کا دیوانی اور فوجداری قانون جاری رہا۔

اب زیادہ سے زیادہ صرف سو سال کا وقفہ ایسا رہ جاتا ہے۔ جس کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں اسلامی قانون پر عمل درآمد بند رہا اور اس کا ارتقاء رکا رہا لیکن اولاً یہ تو وقفہ کچھ اتنا زیادہ بڑا نہیں کہ ہم تھوڑی سی محنت و کاوش سے اس کے نقصان کی تلافی نہ کر سکیں۔ دوسرے ہمارے پاس ہر صدی کے

فقہی ترقیات کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ جیسے دیکھ کر ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف پہلے کتنا کام کر چکے ہیں اور آگے ہمیں کیا کام کرنا ہے۔ (اسلامی قانون صفحہ ۲۵ و ۲۶)

ناظرین نے غور فرمایا کہ امیر جماعت اسلامی کے نزدیک بنو امیہ۔ بنو عباس آل عثمان ہندوستان میں مغلوں کے آخری دور میں اسلامی قانون رائج تھا اور آج افغانستان۔ عراق۔ ایران۔ شام۔ مصر اور حجاز وغیرہ میں ۔۔۔۔ (مرتب)

یہی مولانا مودودی صاحب ہیں۔ جو فرماتے ہیں :۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد

کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جاہلیت خالصہ نے جو مسلمانوں کے سیاسی نظام پر مسلط ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمدنی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہوگئی۔ (صفحہ ۳۷)

اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں امیر جماعت اسلامی قیام پاکستان کی مخالفت کو اولین فریضۂ حیات قرار دیتے تھے اس لیے اپنے اسلامی ترکش سے اپنے اسلام کے تیروں کا مینہ مسلم لیگی قیادت کے کیمپ پر برسا رہے تھے۔ اب پاکستان خدا کے فضل وکرم سے معرض وجود میں آگیا۔ تو مودودی صاحب ہر طریق سے اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ وہ تھیا کریسی کو پاکستان کے ان جمہور پر مسلط کر سکیں جن جمہور کو جنگ پاکستان کے زمانہ میں یہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار نسلی اور مردم شماری کے بے دین مسلمان اور مسلم لیگی قیادت کو دین سے بے بہرہ قیادت کہتے تھے۔ (مرتب)

پھر اُلٹی زقند

مغلوں کے زمانہ میں عام طور پر جو حالت طبقہ متوسط کی تھی وہی علماء کی بھی تھی۔ ان میں بیشتر وظیفہ خوار تھے۔ کسی نہ کسی بادشاہ یا امیر یا درباری سے وابستہ ہو جانا اس کے وظیفے کھانا۔ اس کی منشا کے مطابق دین اور دینی قوانین کی تعبیر کرنا

اپنے ذاتی مفاد کو دین کے تقاضوں پر مقدّم رکھنا ان کا شعار تھا۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۵۱ء و جنوری ۱۹۵۲ء)

مسئلہ کشمیر اور ملّی استحکام

مسئلہ کشمیر مسلمانوں کے قومی مفاد کے لحاظ سے خاص اہمیّت رکھتا ہے۔ اور جہاد کشمیر مودودی صاحب نے اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ ہندوستان سے ہمارے معاہدات ہیں۔ یہ بات ۱۹۴۸ء میں کہی تھی لیکن ۱۹۵۱ء کے مودودی صاحب ان کے آئینہ الفاظ میں دیکھئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُصول اخلاق کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے۔ ان معاہدات میں جو دو فریق اپنی آزاد مرضی اور مساویانہ طریقہ سے باہم طے کریں۔ اور اُن معاہدات میں جو ایک فریق کی کمزوری یا مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر دُوسرا فریق حاصل کرے۔ اخلاق کی نگاہ میں یہ دو الگ الگ نوعیتوں کے معاہدے ہیں اور ان دونوں کا حکم ہرگز یکساں نہیں ہو سکتا۔

جو معاہدے فریقین کی آزادانہ رضامندی سے مساویانہ طریقے پر طے ہوئے ہیں وہ یقیناً وزنی اور قیمتی معاہدے ہیں ان کی پُوری کی پوری پابندی ہونی چاہیئے۔ ان کی خلاف ورزی حرام ہے۔ ان میں کسی قسم کے ردّ و بدل کا ایک فریق کو حق نہیں پہنچتا۔ لیکن جو معاہدہ فریقین کی آزادانہ رضامندی سے مساویانہ طریقے پر طے نہ ہوا ہو۔ بلکہ جس کو ایک فریق نے اپنے زور سے حاصل کیا ہو اور دوسرے نے اپنی کمزوری یا مجبوری کی بنا پر مانا ہو وہ اخلاقی حیثیت سے کوئی وزن اور قیمت نہیں رکھتا۔ اس کا قیام و بقا اخلاق پر نہیں بلکہ فریقین کے حالات پر منحصر ہے۔ جب تک وہ حالات باقی رہیں جن میں اس نوعیت کا معاہدہ ہوا تھا صرف اُسی وقت تک ایسا معاہدہ نافذ العمل رہ سکتا ہے۔

اور جب حالات بدل جائیں۔ جب ظالم کا زور ٹوٹ جائے اور مظلوم کی کمزوری یا مجبوری باقی نہ رہے ایسے معاہدے کو آپ سے آپ ٹوٹ جانا چاہیئے۔ زیادہ سے زیادہ جو اخلاق ذمّہ داری مظلوم پر عائد ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حالات بدل جانے پر وہ پہلے ظالم فریق کو معاہدے پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دے لیکن اگر اس دعوت دینے کے باوجود ظالم فریق نہ مانے تو مظلوم فریق کو پورا حق پہنچتا ہے کہ اس کا معاہدہ اس کے منہ پر مار دے! یا معاہدے میں انصاف کے مطابق ترمیم کر دے۔

معاہدہ اور امیر جماعت اسلامی کی فقہی موشگافیاں

اس کے بعد مولانا مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی فرماتے ہیں :۔

یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں یہ کوئی میرا من گھڑت اخلاقی اصول نہیں ہے۔ بلکہ شریعت اسلامی میں اس کی بنیاد موجود ہے۔ اسلامی قانون سود کے معاہدے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اس میں ایک فریق اپنی برتر مالی پوزیشن کی بنا پر سُود کی شرط عائد کرتا ہے اور دوسرا فریق اپنی مالی کمزوری اور اپنے حالات کی مجبوری سے اس شرط کو قبول کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی قانون بیع مضطر کو بھی تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اس میں ایک فریق دوسرے کو پریشان حال دیکھ کر اس کو ایک سو روپے مالیت کی چیز کے پانچ روپے دام لگاتا ہے اور دوسرا فریق اپنی مصیبت سے مجبور ہو کر ان داموں اپنی چیز بیچ دیتا ہے یہ اُصول صرف شخصی معاملات تک ہی محدود نہیں بلکہ بین الاقوامی معاملات میں بھی اس کی نظیریں موجود ہیں۔

مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے معاہدے کو لیجئے۔ جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلم اور کفّار کے درمیان طے ہوا تھا اس معاہدہ میں منجملہ دوسری شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مدینہ سے جو لوگ بھاگ کر مکّہ جائیں گے انھیں کفّار واپس نہ کریں گے۔

مگر مکّہ سے جو لوگ بھاگ کر مدینہ جائیں گے۔ انھیں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم واپس کر دیں گے۔ یہ صریح طور پر ایک غیر معقول اور غیر منصفانہ شرط تھی۔ جو کفار مکّہ کے اصرار پر مانی گئی تھی۔ یہ صریح طور پر ایک غیر معقول اور غیر منصفانہ شرط تھی۔ جو کفار کے اصرار پر مانی گئی تھی اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صرف اس مجبوری سے قبول کیا تھا۔ کہ کفار مکّہ اس کے بغیر آپ کو اور مسلمانوں کو زیارت کعبہ کا حق دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ حالانکہ عرب کے قدیم ترین مسلّم قاعدے کے مطابق نہ حرم اہل کعبہ کی جائیداد تھا اور نہ انھیں کسی کو ان کی زیارت سے روکنے کا یا اس پر کوئی شرط عائد کرنے کا حق تھا۔ اس لیے ان کی یہ شرط قطعی طور پر غیر منصفانہ تھی اور ایک صاحب حق کی مجبوری سے بالکل ناجائز فائدہ اٹھا کر منوائی گئی تھی۔

اب دیکھیے کہ قرآن اس شرط کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جہاں تک مردوں کا تعلق تھا قرآن نے اس کو باقی رہنے دیا۔ مگر جب کچھ عورتیں مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور کفار مکّہ نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو قرآن میں صاحب حکم آ گیا کہ ان عورتوں کو واپس نہ کیا جائے۔

یہ صریح طور پر بین الاقوامی معاہدے کی یک طرفہ ترمیم تھی اور اس کے جواز کی اس کے سوا اور کوئی بنیاد نہ تھی کہ جس معاہدے کو ایک فریق نے دوسرے فریق کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر تسلیم کرایا ہو اس کی اخلاقی حیثیت ہرگز وہ نہیں ہے۔ جو فریقین کی مساویانہ اور آزادانہ مرضی سے طے کیے ہوئے معاہدوں کی ہوتی ہے۔ اس طرح کے ایک معاہدہ میں مظلوم فریق کو حق پہنچتا ہے کہ اگر پورا معاہدہ ظالمانہ ہو تو موقع پا کر اُسے ظالم کے مُنہ پر مار دے اور اگر معاہدہ کی کچھ شرطیں ناقابل برداشت ہوں تو انصاف کو ملحوظ رکھ کر ان میں ترمیم کر دے۔

یہ ایک مستقل اصول ہے۔ جو قرآن کے اس فیصلے سے مستنبط ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات میں مودودی صاحب نے فرمایا ہے کہ معاہدہ کرنے کے بعد اگر کمزور فریق کے حالات تبدیل ہو جائیں تو وہ جس شق کو غیر منصفانہ سمجھے اس میں یک طرفہ ترمیم کر سکتا ہے اس سے نقضِ عہد کا جرم عائد نہیں ہوتا اور اس کے لیے امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب نے خدا کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے تائیدی شہادت بھی بہم پہنچادی

۱۹۴۸ء میں مولانا مودودی صاحب جہاد کشمیر کو اس لیے حرام قرار دیتے تھے کہ ہندوستان کے ساتھ معاہدات کی خلاف ورزی ہے لیکن ۱۹۵۰ء میں مولانا مودودی خدا اور رسول کی تائید سے معاہدات کو ظالم کے منہ پر مار دینے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔

لیکن کشمیر کے بارے میں امیر جماعت اسلامی اس بات پر مصر تھے کہ اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ یا تو کسی قوم سے معاہدہ نہ کرو یا اگر معاہدہ کرتے ہو تو پھر پوری ایمانداری کے ساتھ اس کی پابندی کرو۔

معاہدات کا دارومدار

معاہدات کا دارومدار کسی قانون کی رو سے تو ہوتا ہی نہیں ان کا دارومدار اخلاقی ضابطہ کی پابندی ہی ہوتا ہے قانون تو اسے کہتے ہیں جسے کوئی قوت نافذہ منوا سکے۔ جب تک بین الاقوامی قانون کے پیچھے اس قسم کی قوت نافذہ نہ ہو اس وقت تک بین الاقوامی معاہدات کی حیثیت قانون کی نہیں ان کی حیثیت محض اخلاقی پابندی کی ہوتی ہے۔

اسلام ناشناسی

مودودی صاحب نے صلح حدیبیہ کے بارے میں اس ذات اقدس پر جو بہتان

تراشا ہے کہ صلح حدیبیہ میں پہلے یہ شرط داخل کر لی کہ جو لوگ مکّہ سے بھاگ کر مدینہ جائیں گے انھیں واپس کر دیا جائے گا اور اس کے بعد اس میں از خود ترمیم کر لی کہ واپس صرف مردوں کو کیا جائے گا عورتوں کو نہیں اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اوّل تو

معاہدہ صلح میں یہ جو شرط تھی کہ جو مسلمان مکّہ سے واپس چلا جائے گا وہ پھر مکّہ کو واپس کر دیا جائے گا اس میں صرف مرد داخل تھے (سیرۃ النبی از شبلی حصہ اوّل صفحہ ۴۲۲)

اگر امیر جماعت اسلامی کو اس پر اصرار ہو کہ نہیں معاہدہ میں عورتیں بھی شامل تھیں

ہم انھیں چیلنج دیتے ہیں کہ وہ قرآن سے یہ ثابت کر دیں کہ اس نے جن مہاجرات کے متعلق لکھا ہے کہ

وہ اگر اپنے ایمان میں مخلص ہوں تو انھیں ان کے کافر شوہروں کی طرف نہ لوٹایا جائے

وہ عورتیں معاہدہ حدیبیہ کے بعد (اور اس کی مدّتِ نفاذ کے اندر) مکّہ سے مدینہ آئی تھیں۔

فان لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ (مرتّب)

امیر جماعت اسلامی اپنی پارٹی کا خاکہ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

یہ پارٹی اسلام کے اُصولوں پر ایک نئے اجتماعی نظام اور ایک نئی تہذیب کی تعمیر کا پروگرام لے کر اُٹھے اور عامۂ خلائق کے سامنے اپنے پروگرام کو پیش کر کے زیادہ سے زیادہ سیاسی طاقت فراہم کرے اور بالآخر حکومت کی مشین پر قابض ہو جائے۔

ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۷ء بحوالہ جماعت اسلامی پر ایک نظر"

اس پارٹی کے متعلق مودودی صاحب نے لکھا تھا کہ یہ اسٹیٹ فاشستی اور اشتراکی حکومتوں سے ایک گونہ مماثلت رکھے گی (اسلام کا نظریۂ سیاسی) ان عزائم اور مقاصد کو لے کر یہ جماعت وجود میں آئی اسلام کی آڑ میں (اور اسلام بھی وہ جو قیام پاکستان کا مخالف تھا) امیر جماعت اسلامی آمرانہ نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ (مرتّب)

امیر جماعت اسلامی کے ارادوں کا تجزیہ

نظام مملکت کتاب و سنّت پر مبنی ہوگا۔ کتاب اللہ صرف مجمل احکام دیتی ہے جن کی تفصیل سنّت رسول کے اندر ملتی ہے لہٰذا شرعی نظام کے تفصیلی احکام کتب احادیث میں مل سکتے ہیں۔ کتب احادیث میں غلط۔ صحیح۔ غیر مستند ضعیف اور قوی ہر قسم کی روایات ملتی ہیں۔ ان سے شرعی نظام کے لیے صحیح روایات ہی احکام کی حیثیت اختیار کر سکتی ہیں۔

مزاج شناس رسول آخری اتھارٹی ہوگا

اور مزاج شناس رسول ہی بتا سکتا ہے کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی غلط۔ ہاں اگر کسی معاملہ میں حدیث نہ ملے تو پھر بھی مزاج شناس رسول بتا سکتا ہے۔ کہ اگر رسول اللہ اس وقت موجود ہوتے تو اس معاملہ میں آپ کا فیصلہ کیا ہوتا؟

قارئین اس سے بخوبی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کتاب و سنّت سے مراد دراصل مزاج شناس رسول ہی کے فیصلے ہوں گے۔ کیونکہ اُسے حق حاصل ہے کہ وہ قوی کی جگہ ضعیف کو اور مستند کی جگہ غیر مستند حدیث کو لے لے اور مزاج شناس رسول جنھیں سنّت رسول اللہ کا لیبل لگا کر نافذ کرے گا۔ ان پر تنقید کرنے والا ذات رسالت مآب کی توہین اور ان سے انکار کرنے والا معصیت رسولؐ کے جرم کا مرتکب گردان کر مستحق عقوبت قرار دے دیا جائے گا۔ اس طرح پھر کسی کو جرأت نہ ہو۔ کہ وہ "مزاج شناس" رسول کے فیصلوں کے خلاف لب کشائی کر سکے۔ یہ ہیں وہ فریب کارانہ ہتھکنڈے جن کے ذریعے امیر جماعت اسلامی آمرانہ نظام قائم کرنے کے خواب اس پاکستان میں دیکھ رہے ہیں جس کے قیام کی مخالفت میں انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کی ہوئیں تھیں۔

آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ زمین اور ہر قسم کی دولت بے حد و نہایت رکھی جا سکتی ہے اس کے جواز میں مودودی صاحب دلائل فراہم کر چکے ہیں۔

جب پنجاب میں زرعی اصلاحات کے نفاذ کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے زمینداروں اور دولت مندوں کو شرعی تحفظ بہم پہنچانے مقصود تھے اور اپنے لیے ان شرفا کی خوشنودیاں حاصل کرنا تھیں۔

لیبر کانفرنس مودودی صاحب کی صدارت میں

انتخابات کا زمانہ آگیا۔ جماعت اسلامی نے الیکشنوں میں حصّہ لینے کا فیصلہ کر لیا اب عوام اور کاشتکاروں کی فکر دامنگیر ہے سوچا گیا کہ کیوں نہ ایک لیبر کانفرنس رچائی جائے اور اس کی صدارت بہ نفس نفیس امیر جماعت کریں۔

چنانچہ کانفرنس کی صدارت مودودی صاحب نے فرمائی جو قرارداد اس میں پاس ہوئی حسب ذیل ہے:-

اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا کی ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی ہے اور اصل قدر و قیمت سرمایہ کی نہیں انسان کی ہے۔ اس لیے ایک اسلامی مملکت میں ملک کی دولت اور کاروبار کو عام شہریوں کی ترقی اور خدمت کے لیے وقف ہونا چاہیئے۔ رائج الوقت نظام نے اس دُنیا کے تمام ذرائع معاش پر ایک محدود گروہ کا تسلط قائم کر دیا ہے اور سرمایہ کو انسان کا خدا بنا رکھا ہے۔ اس ملک کی تمام دولت اور کاروبار اس مخصوص گروہ کی اجارہ داری بن چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ صورت حال سراسر ظالمانہ ہے اور ہم اسے ایک ایسے نظام سے بدل دینا چاہتے ہیں۔ جس میں ملک کی دولت اور کاروبار پر اجارہ داری ختم ہو جائے اور عوام کو رزق حاصل کرنے اور دولت کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے کے مساوی مواقع حاصل ہوں۔ اس نظریہ کو بروئے کار لانے کے لیے جماعت اسلامی موجودہ معاشی

نظام میں حسب ذیل تبدیلیاں چاہتی ہے۔

بڑی بڑی ملکیتوں اور دولت کے ذخیروں کو اسلامی قانون کے مطابق عوام میں پھیلانے کا کام بلا تاخیر شروع کیا جائے۔ (انجام کراچی مورخہ ۲۸/۵/۵۷)

دیکھا یہ مزاج شناس رسول جماعت اسلامی کے امیر جناب مولانا مودودی صاحب نقاب پوش مصلح کس طرح مقدس شریعت کے پردے میں اپنی سفلانہ خواہشات کی تکمیل کے لیے پینترے بدل رہا ہے اور کس طرح "خودمختار" کی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے ؎

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

خطرۂ عظیم

یہی وہ خطرۂ عظیم ہے جس کی بنا پر ہم نے محسوس کیا کہ اس نقاب پوش مزاج شناس رسول کے عزائم اور ان کے سیاسی حربوں سے جمہور مسلمین کو آگاہ کیا جائے۔

یہ امیر جماعت اسلامی نکلے تو بازار میں جنس کا سودہ لے کر ہیں اور کس ہشیاری سے آواز لگاتے ہیں ؎

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسمان ٹوٹے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک (مرتب)

ان کے بلند آہنگ دعادی کا کہاں تک تجزیہ کیا جائے۔

قتل مرتد

اب دیکھئے قتل مرتد کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

مرتد وہ ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے۔ حالانکہ یہی امیر جماعت اسلامی تفسیر کے صفحہ ۱۹۶ پر لکھتے ہیں:۔

(اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسا جاسکتا۔

یہ ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کے سر جبراً منڈھی جائے۔ (صفحہ ۱۹۶)

مذہب کی تاریخ

مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس انسان کو پیدا کیا تھا اس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ حقیقت کیا ہے اور تیرے لیے صحیح راستہ کونسا ہے اس کے بعد ایک مدت تک نسل آدم راہ راست پر قائم رہی اور ایک اُمت بنی رہی۔ پھر لوگوں نے نئے نئے راستے نکالے اور مختلف طریقے ایجاد کر لیے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو حقیقت نہیں بتائی گئی تھی بلکہ اس وجہ سے کہ حق کو جاننے کے باوجود بعض لوگ اپنے جائز حق سے بڑھ کر امتیازات، فوائد اور منافع حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس خرابی کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو مبعوث کرنا شروع کیا۔ (صفحہ ۱۶۲ و ۳)

خُدا کی عقل ناقص کا اندازہ لگائیے پہلے تو بغیر انبیاء کرامؑ کے اللہ تعالےٰ نے حقیقت انسانوں کو سمجھا دی لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ اپنے حقوق سے تجاوز کرنے لگے تو پھر اللہ نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا (نعوذ باللہ) بقول امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب ذرا اللہ کی عقل کا ٹیڑھا پن اور ناقص ہونا دیکھئے کہ پہلے انبیاء کرامؑ کے بغیر ہی حقیقت سمجھا دی پھر ناکام ہُوا تو پھر کہیں جا کر نبی بھیجے اور پھر بند کیوں کر دئے۔ خُدا جانے یہ مفکر قرآن۔ مزاج شناس رُسول اس کا جواب دیں گے۔ (مرتب)

الیکشنی مہم کو سر کرنے کے لیے

ہُن رُوپ بٹا کے آیا اے

جماعت کے اوائل دور میں جب وطنی قومیت کی تحریک مسلمانوں کو نگل لینے کے لیے سرگرم عمل تھی۔ اور خود مسلمانوں کے بہت سے لیڈر اور کارکن اپنی خدمات

اس تحریک کے لیے وقف کیے ہوئے تھے تو اس نازک لمحے میں جماعت اسلامی نے ملّت کے سینے میں اس فریضہ اقامت دین کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جو طبعی طور پر ملّت سے اپنے جُداگانہ وجود کو برقرار رکھنے کا تقاضا کرتا ہے

(ترجمان القرآن بابت ۱۹۴۹ء)

دیکھئے اُسی قومی تشخص پیدا کرنے کا دعوٰی روز روشن میں کیا جا رہا ہے اور ان مسلمانوں کا تحفظ کرنے کا بھی جن کے متعلق موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ ان مردم شماری کے نسلی مسلمانوں کا وجود باقی رہے یا نہ رہے۔ مسلم لیگی قیادت کے خلاف ان کے قلم نے وہ زہر اُگلا ہے کہ شاید ہی ان کا اور ان کے حواریوں کا ہم پلّہ کسی کو قرار دیا جا سکے۔ اب الیکشنی فریب دینے کے لیے کس قدر مشفقانہ۔ ہمدردانہ انداز میں اپنی مخصوص تکنیک سے فریب کارانہ چالوں کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ جمہور کا کمزور حافظہ سمجھ کر کس جُرأت اور دلیری سے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ ملّت کے فرزندان باشعور خوب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کی راہ میں ان کے لٹریچر نے کیا کیا روڑے اٹکانے کی کوشش کی وہ کونسی رکاوٹ ہے جو پیدا کرنے کے لیے ان کے قلم و زبان نے کام نہیں کیا۔ خدا غریق رحمت کرے اس مرد قلندرؒ کو جو مسجد عالمگیری کے سایہ میں خواب شیریں کے مزے لے رہا ہے۔ جس کی قلندرانہ اداؤں اور دردمندانہ نواؤں نے اُمّت مسلمہ کو احساس زیاں دلایا اور اس میں یہ خود اعتمادی پیدا کی کہ ہندوستان میں مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے۔ جس کے اُصول حیات ہندووں سے جُداگانہ ہیں۔ یہ حکیم الامّت حضرت علامہ اقبالؒ ہی ہیں جنھوں نے ۱۹۰۷ء سے لے کر جداگانہ تشخص پیدا کرنے کے لیے حسب المقدور جہد و سعی کی اور

سنہ ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر اسی جداگانہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ مملکت کا تصور پیدا کیا اور مسلمانوں کی قیادت کے لیے ان کی نظر انتخاب نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ محمد علی جناح رح کو منتخب کیا۔ جن کے اندر مولوی مودودی صاحب امیر و امام جماعت کو خوردبین سے بھی اسلام کی ایک چھینٹ نظر نہیں آتی تھی اور ان مولوی صاحب کے نزدیک وہ اسلام ناشناس تھے۔ یہی مرد خود آگاہ خدا آگاہ تھا یہی پیکر عزم و عمل تھا جس نے اقبال رح کے نظریۂ پاکستان کو عملی جامہ پہنایا خدانخواستہ اگر امیر جماعت اسلامی کی تحریرات کو مسلمان تسلیم کر لیتے تو خدا جانے آج تک کن ذلتوں اور کن رسوائیوں کے گڑھے میں پڑے سسکتے ہوتے ہندوؤں کے غلام ذلیل و خوار ہوتے اور یہ مسلمانوں کے حالیہ ہمدرد۔ دردمند۔ ریفارمر مولانا مودودی صاحب اب جس پاکستان میں آکر اپنی جان کا تحفظ کر سکے یہ عالم وجود میں نہ آتا۔ (مرتب)

آگے چل کر مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

پھر جب وطنی تحریک کے گرداب سے ملت کا سفینہ نکل آیا اور مسلمان جداگانہ طور پر تحریکِ پاکستان کے لیے منظم ہو کر سرگرم عمل ہونے لگے تو جماعت اسلامی نے ان کو مسلسل یہ دعوت دی کہ وہ اپنی تحریک کو خالص اسلامی طرز پر نشوونما دیں۔

تاریخ تحریک پاکستان

جو حضرات تحریک حصول پاکستان کی تاریخ کو جانتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ جب مخالفین تحریک پاکستان نیشلزم کے حامیوں اور حامیان نظریۂ پاکستان میں سخت نظریاتی اور عملی کشمکش انتہائی نازک مقام پر پہنچ چکی تھی اس وقت ہاں عین اس وقت جماعت اسلامی نے اس فتنہ کا آغاز کیا۔ کہ جمہور مسلمین کو مسلم لیگی قیادت سے بدظن کیا جائے اور اس تحریک کو غیر اسلامی ثابت کرنے کے لیے اس

طائفہ کا ایک ایک کارکن قائد اعظمؒ کے خلاف زہر چکانی میں مصروف تھا مسلم لیگی قیادت پر نہایت کمینے اور رکیک حملے کیے گیے اور اس جہاد عظیم کو اسلام کے مقدس نام پر جاری رکھا گیا اور تقدس کے جاذب نگاہ نقابوں میں بھرپور کوشش کی کہ منزل مقصود کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا جائے۔ ہم امیر و امام جماعت اسلامی اور اس جماعت کے مایۂ ناز صحافیوں کو جو آج تک بھی اپنی جسارتوں سے باز نہیں آئے پوچھتے ہیں کہ ان تحریرات کو جو ان کے قلم سے نکل چکی ہیں انھیں چھپا لوگے؟ ان سالوں کی روئداد۔ ان کا ماضی اور حال ہر محب وطن پاکستان کے سامنے ہے ؎

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں
ہم سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

اُس زمانہ میں ان صالحین و مقدسین سے کہا جاتا تھا کہ خدا را اسلام کے ان تیروں کو اپنے ترکش میں رکھو۔ ان سے ملی قیادت و سیادت اور عامۃ المسلمین کا سینہ فگار نہ کرو۔ غریب مسلمانوں پر بڑا نازک وقت ہے۔ اقبالؒ کی آرزوؤں اور جناحؒ کی کوششوں کو ثمر بار ہونے دو۔ درد مندان ملت کی اُمیدوں کو پھلنے دو۔ ایک خطۂ زمین آزادانہ زندگی گذارنے کے لیے مل جائے تو پھر مسلمانوں کو اصلی مسلمان بنا لینا تو یہ اس وقت مضحکہ اُڑایا کرتے تھے۔ یاد رکھو تم اپنی سابقہ تاریخ محو نہیں کر سکو گے ؎

ہم تو خاموش تھے پر ہم نہ ہو عالم کا نظام
اور تم سمجھتے ہو کہ اب قوتِ گفتار نہیں (مرتب)

ووٹ حاصل کرنے کے لیے فریب آمیز ہتھکنڈے

ہمارے نزدیک پاکستان کے دفاع کی حیثیت وہی ہے۔ جو اس قطعۂ زمین

کی حفاظت کی ہوتی ہے جو مسجد بنانے کے لیے حاصل کیا گیا ہو۔

امیر جماعت اسلامی جناب مودودی صاحب یہ قصۂ ماضی نہ آپ بھلا سکیں گے نہ ہم بھولیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ تحریکِ حصولِ پاکستان کے ساتھ تعاون کو تعاون علی الاثم والعدوان کہتے رہے ہو۔ معصیت اور سرکشی کے کاموں میں تعاون سے لوگوں کو مجتنب رہنے کی تلقین کرتے رہے ہو (یعنی تحریک کی حمایت ان کے نزدیک گناہ تھی) آج آپ کی دروغ گوئی اور کذب بیانی پر ہم حیران ہیں اور ورطۂ حیرت میں ڈوب رہے ہیں۔ ہم امیر و امام جماعت اسلامی سے پوچھتے ہیں کہ اگر اس زمانہ میں ایک بھی قرارداد آپ کی صالحین مقدسین کی جماعت نے پاکستان کی حمایت میں کی ہے تو پیش کریں بات نکھر کر سامنے آجائے گی۔

اصل بات یہ نظر آتی ہے کہ مولوی مودودی صاحب کو یہ انتہائی رنج تھا کہ مسلمانوں نے اقبالؒ کے منتخب کردہ جناحؒ کو قائد کیوں بنالیا یہ تو اللہ کو منظور ہی ایسا تھا کہ اس نے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں کو محفوظ کرلیا ورنہ اس جماعت اسلامی کے اسلام کے ہاتھوں خدا جانے ہمیں کیا کیا ذلتیں اور صدمات برداشت کرنے پڑتے۔ اس کم نگاہ و کور ذوق و ہرزہ گرد تحریک پاکستان کے مخالف ماڈرن ملاؤں کی جماعت نے مسلمانوں کو زوال و ادبار کی تاریکیوں میں پھینکنے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے میں کونسی کسر باقی چھوڑی تھی۔

جب ملک تقسیم ہوا تو بجائے اس کے یہ لوگ اپنی نادانیوں اور کم عقلی کا اعتراف کرتے ستم رسیدہ خستہ حال مہاجرین کے کیمپوں میں مختلف قسم کی خدمات انجام دیتے ہوئے یہ زہر بھی پھیلانے میں مصروف رہے کہ یہ سب کچھ جو ہوا ہے اور یہ قیامت صغریٰ جو مسلمانوں پر ٹوٹی ہے یہ اس قیادت

کی وجہ سے ہے جس کے خلاف ہم عرصہ سے مسلمانوں کو متنبہ کرتے چلے آ رہے تھے۔ قرارداد مقاصد کے پاس ہونے کا سہرا بھی زبردستی اپنے سر باندھ رہے ہیں۔ بلکہ غلط فہمیوں کا یہ عالم ہے کہ زمین و آسمان کی آج جو حرکت ہو رہی ہے ان گردشوں کو بھی جماعت اسلامی کی منظم تحریک کا سبب اور کارنامہ بتا رہے ہیں۔

داناؤں بتلاؤ۔ یہ خود فریبی ہے یا ابلہ فریبی؟ (مرتب)

امیر جماعت اسلامی اور جہاد کشمیر کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے والے سائل کے درمیان گفتگو

مولانا مودودی ترجمان القرآن صفحہ ۳۳۲/۶۰ ۱۹۴۹ء میں رقمطراز ہیں:۔

پشاور میں جب سائل نے اُن سے (امیر جماعت اسلامی) کہا کہ میں اس بات کو (یعنی فتویٰ) کو شائع کراؤں گا۔ تو مولانا نے ان کو اس حرکت سے باز رہنے کے لیے یہ کہا کہ اس حرکت سے تم جتنا نقصان مجھے پہنچانا چاہتے ہو۔ اُس سے زیادہ نقصان تم جہاد کشمیر کو پہنچاؤ گے۔

تقدیس کے راہوں سے پاکستانی قیادت و حکومت کی مخالفت۔

ناظرین کرام غور فرمائیں امیر و امام جماعت اسلامی خوب جانتے تھے کہ ان کے اس فتویٰ سے جہاد کشمیر کو بہت ہی زیادہ نقصان پہنچے گا یعنی اس سے ہندوؤں کو بہت ہی زیادہ فائدہ پہنچے گا لیکن اس کے باوجود سائل کو فتویٰ دے کر اپنا "فریضۂ دین" ادا کرتے ہیں۔

قربانت شوم۔ اللہ کے نیک بندوں کی ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں۔

ناظرین اس انتظار میں ہوں گے۔ کہ ہم یہ عرض کریں کہ اگر مودودی صاحب

کو معلوم تھا کہ اس فتویٰ سے جہاد کشمیر کو نقصان پہنچے گا۔ تو انھوں نے فتویٰ دیا کیوں اور جس عمل کے لیے مولانا سائل کو کہہ رہے ہیں اس پر خود کیوں نہ عمل کیا۔ کہاوت ہے تو عامیانہ لیکن ہے حسب حال "آگ لگا کر جمالو باہر کھڑی" اور کس قدر برجستہ اتنی خطرناک بات سائل کو کہہ بھی دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ دیکھنا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ صاف ظاہر ہے کہ تصور سائل کا ہے بیرا تھوڑا ہے!

جو نقاب رخ اٹھا دی تو یہ قید بھی لگا دی
اٹھے ہر نگاہ لیکن کوئی بام تک نہ پہنچے

جن کا ماضی و حال اتنا تاریک گھناؤنا اور ملت کش ہو گیا مستقبل ان کے سپرد کیا جا سکتا ہے؟ خدایا تو ہمیں طاقت دے کہ ان مقدس فتنوں کا قلع قمع کر سکیں

یہی صالحین کی مقدس جماعت ہے جس کی مخالفانہ و معاندانہ اور منافقانہ کوششوں کے باوجود پاکستان اللہ کے فضل و کرم سے بن گیا۔ ماضی میں شدید مخالفت۔ حال میں کشمیر کے راستے سے اس کے لیے کیا کیا مشکلات پیدا کرنے کے لیے باوجود اس علم کے کہ اس سے جہاد کشمیر کو نقصان عظیم پہنچے گا سائل کو فتویٰ دے دیا۔ یہی جماعت ہے جو ایسے بین۔ واضح۔ صاف و شفاف۔ نکھرے اور ستھرے ہوئے کھلے حقائق کو جمہور مسلمین کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے پریس کی طاقت اور لسانی قوت کے علاوہ نیزوں پر قرآن لٹکائے میدان الیکشن میں آ رہی ہے۔

مسلمان بیچارہ آخر کیا کرے یہ فتنہ تقدیس کی راہوں سے کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ لوگ تقویٰ و تقدس کے نعرے لگا کر مسلمانوں کو متاثر کر کے تھیا کریسی کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ خدانخواستہ اگر عنان اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی تو یہ سارے پاکستان کو بھی تباہ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

جماعت اسلامی کا دعویٰ ہے کہ اس کی قیادت بہترین ہاتھوں میں ہے اور مودودی صاحب کے متعلق تو ان کے ایک موید مجلّے (پیامِ حق) نے یہ بھی لکھا ہے کہ مودودی صاحب اپنے کو چالیس کروڑ مسلمانوں میں تنہا پاتے ہیں۔

لیکن اس حقیقت سے کون بے خبر ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے جماعت اسلامی تحریک پاکستان کو غیر اسلامی تحریک قرار دیتی تھی۔

اس قسم کے "معیاری زندگی" کے مدعیوں میں اتنی دیانت تو کم از کم ہونی چاہیئے کہ وہ کم از کم حقائق پر پردہ ڈالنے کے لیے خدا اور رسولؐ کا نام تو استعمال نہ کریں۔

یہ جماعت اسلامی اور اس جماعت اسلامی کے امیر دامام تحریک حصول پاکستان میں چھوٹے سے چھوٹے تعاون کو تعاون علی الاثم والعدوان قرار دیتے تھے۔ یہ مدعیان اسلام آخر تک تحریک پاکستان کی شدت سے مخالفت کرتے رہے ہیں لیکن پاکستان بننے کے بعد پھر بھی جماعت اپنے آپ کو پاکستان کا بہی خواہ ظاہر کر رہی ہے۔

پاکستان کے تین سچے بہی خواہ

ترجمان القرآن بابت مارچ ۱۹۵۰ء کے ارشادات کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ پاکستان کے تین سچے بہی خواہ جو "تحریک اقامتِ دین" کی سربراہ کاری کے جرم میں حوالہ زنداں کیے گئے تھے۔ پاکستان کے یہ تین سچے بہی خواہ (۱) ابوالاعلیٰ مودودی۔ (۲) امین احسن اصلاحی اور (۳) میاں محمد طفیل ہیں۔

آگے چلئے

حافظ ابراہیم صاحب اور مودودی صاحب کی خط و کتابت

۲۲/۴۴ ۲۱ کو حافظ ابراہیم ٹیلر ماسٹر بوہرہ سٹریٹ کوئٹہ سے چند استفسارات

مودودی صاحب سے کرتے ہیں جن کا جواب دارہ دارالسلام جمال پور پٹھان کوٹ سے ۲ر جنوری ۱۹۴۷ء نشان ۱۶۱۱ انھیں موصول ہوتا ہے جو ہے تو مودودی صاحب کی طرف سے لیکن بقلم جناب نعیم صدیقی صاحب ہے اس میں ایک سوال حضرت عیسےٰ ؑ کی وفات اور واپسی سے متعلق ہے۔

جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت عیسیٰ ؑ کی وفات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھا ہوں وہ سورۂ آل عمران ترجمان القرآن جلد ۲ عدد ۶-۵-۴-۳ اور سورۂ نساء ترجمان القرآن جلد نمبر ۲۲ عدد ۵ کے حواشی میں بسلسلہ تفہیم القرآن بیان کر چکا ہوں اسے پڑھ لیں۔ رہی ان کی دوبارہ واپسی تو اس کے متعلق میں گمان کے مقام سے آگے نہیں جا سکتا کیونکہ قرآن میں اس کی تصریح نہیں ہے اور احادیث پر یقین کی بنا نہیں رکھی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ؑ کو اللہ دوبارہ زمین پر بھیجے اور اگر وہ بھیجنا چاہے تو اس میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا لیکن بہر حال یہ اسلامی عقائد میں سے نہیں ہے۔

بقلم نعیم صدیقی

بالفاظ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدظلہ امیر جماعت اسلامی

مصلحت بینیوں کے شہزادے

قارئین خیال کرتے ہوں گے کہ سائل نے استفسار کیا اور امیر د امام جماعت اسلامی نے ایک شرعی مسئلہ بتا دیا اور پھر حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی اس پر قائم رہے۔ جی نہیں۔

سنیئے اسی سوال کے جواب میں ۲۱ر جولائی ۱۹۵۲ء نمبر ۶۸۰/۷۱ حافظ صاحب کو بقلم غلام علی برائے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جو کچھ جواب موصول ہوا ہے۔ مصلحت بینیوں کے شہزادے امیر د امام جماعت اسلامی اب کیا

فرماتے ہیں:۔

نزول مسیح کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے اس لیے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث کو البتہ علماء سلف میں بعض نے شبہ کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

حافظ ابراہیم ٹیلر ماسٹر اس وقت لائلپور سمن آباد کالونی میں رہائش پذیر ہیں اور یہ دونوں خط جن میں او استفسارات بھی ہیں۔ ہمارے پاس موجود ہیں یہ ابھی تک کسی اخبار یا رسالہ میں شائع نہیں ہوئے۔

ان تضاد بیانیوں اور مودودی صاحب کی محققانہ کاوشوں اور مجتہدانہ کوششوں پر انسان ہزار جان سے قربان نہ جائے تو کیا کرے۔

دراصل مذہب ان کے نزدیک حصول مقصد کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے اور اس لیے گریز کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں۔ جاگیرداروں اور زمینداروں سے الیکشنی ساز باز ضروری ہو تو جاگیرداری کو عین اسلام ثابت کرنے کے لیے "مسئلہ ملکیت" زمین لکھ دی اور جب لیبر کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ تو پھر دولت کو ایک مخصوص گروہ اور محدود طبقہ میں سمٹی ہوئی دیکھ کر اکثریت کے غربت و افلاس سے متأثر ہو کر اسے سراسر ظالمانہ قرار دے کر اس محدود گروہ کی اجارہ داری ختم کرنے کے لیے جماعت اسلامی معاشی نظام میں تبدیلیوں کے لیے قرارداد پاس کرتی ہے اور بڑی بڑی ملکیتوں اور دولت کے ذخیروں کو اسلامی "قانون کے مطابق عوام میں پھیلانے کا کام" بلا تاخیر" شروع کرنا چاہتی ہے۔ (مرتب)

وہی پرانی مہنت گری

حج کے پورے فائدے حاصل ہونے کے لیے ضروری تھا کہ مرکز اسلام

ہیں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا۔ کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دُنیا کے جسم ہیں خون صالح دوڑاتا۔ کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خداداد قاصدوں کے واسطے سے دنیا بھر ہیں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دُنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے لے کر پلٹتے، مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ مدّت ہائے دراز سے عرب ہیں جہالت پرورش پا رہی ہے۔

نالائق حکمران (یہ الفاظ پندرھویں ایڈیشن ہیں تبدیل کر دئے گیے ہیں) اپنے دین کے مرکز ہیں رہنے والوں کو ترقی دینے کی بجائے صدیوں سے پیہم گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اہل عرب کو علم۔ اخلاق۔ تمدّن ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم ہیں پھیلا تھا آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ جس ہیں کہ وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہے۔ نہ اسلامی زندگی ہے۔ لوگ دُور دُور سے بڑی گہری عقیدتیں لیے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں۔ مگر اس علاقے ہیں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت۔ گندگی۔ طمع۔ بے حیائی۔ دُنیا پرستی۔ بداخلاقی۔ بدانتظامی اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے۔ تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ حتّٰی کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اور اُلٹا کچھ کھو آتے ہیں۔ وہی پُرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانہ ہیں کعبہ پر مسلّط ہو گئی تھی اور جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آ کر ختم کیا تھا اب پھر

تازہ ہو گئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم اب پھر اُسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گیے ہیں!
خُدا کا گھر ان کے لیے جائیداد بن گیا ہے اور اس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ آسامی سمجھتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے ایجنٹ مقرر ہیں تاکہ آسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں۔ ہر سال اجمیر کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلالوں اور سفری ایجنٹوں کا مکہ سے نکلتا ہے تاکہ دنیا بھر کے ملکوں سے آسامیوں کو گھیر لائے۔ قرآن کی آئتیں اور حدیث کے احکام لوگوں کو سُنا سُنا کر حج پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ نہ اس لیے کہ انھیں خدا کا عائد کیا ہوا فرض یاد دلایا جائے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ ان احکام کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے۔ گویا اللہ اور اس کے رسولؐ نے یہ سارا کاروبار انہی مہنتوں اور ان کے دلّالوں کی پرورش کے لیے پھیلایا تھا۔ پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لیے آدمی گھر سے نکلتا ہے۔ تو سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک ہر جگہ اس کو مذہبی مزدوروں اور دینی تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ معلّم۔ مطوّف۔ وکیل مطوّف۔ کلید بردار کعبہ اور خود حکومت حجاز سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لے کر ادا کرائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے خانہ کعبہ کا دروازہ فیس کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گذاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے۔ جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔ بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو۔ جہاں عبادت گاہوں کو ذریعہ آمدنی بنا لیا گیا ہو۔ جہاں احکام الٰہی کو اس غرض کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ کہ خدا کا حکم سُن کر لوگ فرض بجا لانے کے لیے مجبور

ہوں اور اس طاقت کے بل پر اُن کی جیبوں سے روپیہ گھسیٹا جائے۔ جہاں آدمی کو عبادت کا ہر رکن ادا کرنے کے لیے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور دینی سعادت ایک طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو۔ ایسی جگہ عبادت کی روح کہاں رہ سکتی ہے۔

کس طرح آپ اُمید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں کو اور حج کرانے والوں کو اس عبادت کے حقیقی، اخلاقی و رُوحانی فائدے حاصل ہوں گے۔ جب کہ یہ سارا کام سوداگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہو رہا ہے۔

(خطبات مؤلفہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی طبع ہفتم صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۷ شائع کردہ)

قارئین اندازہ فرما چکے ہوں گے۔ کہ امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب سعودی حکومت کے بارے میں پہلے کیا رائے رکھتے تھے لیکن جب سے سعودی حکومت نے غالباً تین ہزار روپے نذر کیے ہیں مودودی صاحب خود اور ان کے رفقا تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں یہ مصلحت بین مفکرِ اسلام کس کس انداز میں اپنی مطلب برا ریوں کے لیے اسلام کو کام میں لاتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اسلام کے بارے میں انھیں مفاہمت نا آشنا بھی کہہ دیتے ہیں اور انھیں اسلام کے لیے درد مند قائد بھی قرار دے رہے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اب بھی وہی حکومت نہیں ہے۔ جس کے بارے میں مودودی صاحب کے اقتباسات پیش کیے ہیں اور کیا وہ روپیہ جو مودودی صاحب کو دیا گیا ہے۔ اسی مجاوری اور مہنت گری کے طریقوں سے حاصل کیا ہوا نہیں۔ جنھیں مودودی صاحب خلاف اسلام قرار دے رہے تھے؟ کیا یہ حکومت محض اس وجہ سے اچھی ہو گئی ہے کہ آپ کی

آؤ بھگت اچھے طریق سے کرنے لگ گئی ہے اور وہی نذرانہ آپ کو بھی پیش کر رہی ہے جو بقول آپ کے ناجائز طریق سے لوگوں سے وصول کرتی ہے؟ (مرتّب)

مذہب کے سائے میں اقتدار کے متمنّی

مارچ ۱۹۵۰ء کے ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں :-

"خدا کے دین کو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے قائم کرنے کا علم جب بھی کسی بندۂ حق نے اٹھایا تو اس کا راستہ روکنے کے لیے حکومت سرمایہ داروں اور جامد مذہبیت کی مختلف طاقتیں دوش بدوش کھڑی ہو گئی ہیں۔

مودودی صاحب جمہور مسلمین کو سادہ لوح سمجھ کر فریب پر فریب دینے کی کوشش کس انداز سے کر رہے ہیں۔ ایک ہشیار جرنلسٹ کی طرح عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے کیسے کیسے جرنلسٹک حربے استعمال کر رہے ہیں کیا امیر و امام جماعت اسلامی کی تشکیل سے لے کر قیام پاکستان تک اپنے لٹریچر میں سے یہ ثابت کر سکیں گے کہ انھوں نے تحریک حصولِ پاکستان کی حمایت کی تھی؟ اس سے اُن کے دعاوی کی تصدیق ہو جائے گی جو وہ الیکشنی مہمیں سر کرنے کے لیے انہی مسلمانوں کو جنھیں مردم شماری کے نسلی۔ بے دین مسلمان کہہ کر جن کے متعلق یہ بھی فرما دیا تھا کہ انھیں (یعنی مودودی صاحب) کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ اپنا وجود قائم رکھ سکیں یا کفار میں ضم ہو جائیں ہموار کرنے کے لیے پُر فریب نعرے لگاتے ہیں۔ حقیقت میں وزارتوں اور اقتدار کی کرسیاں واقعی بہت چمکیلی ہوتی ہیں اقتدار حاصل کرنے کے لیے سیاسین کو ہزار طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ جس جس انداز میں یہ لوگ عوام کو گمراہ اور حصول مقصد کے لیے بے وقوف بناتے ہیں یہ بھی کچھ کم جگر خراش نہیں لیکن جگر خراشی اور بھی

شدید ہو جاتی ہے جب کوئی فریب کا کھلے بندوں سامنے آنے کی بجائے

مذہب کے سائے میں اس طرح دبے پاؤں آگے بڑھے۔

چوں زاہدے کہ بہ بزم شراب می آید

قرارداد مقاصد اور جماعت اسلامی

قرارداد مقاصد کے بارے میں جماعت اسلامی اور اس کے امیر شور مچارہے ہیں کہ یہ انکی کوششوں سے باشندگان پاکستان نے بالاتفاق کے مطالبہ کر کے حکومت پر دباؤ ڈال کر ملک گیر مہم چلا کر حکومت کو پاس کرنے پر مجبور کر دیا۔ جمہور مسلمین نے جب چاہا کہ ان کا ملک خدا کا ملک قرار پائے اس کا باقاعدہ اعلان انھوں نے آئینی زبان (یعنی دستورساز اسمبلی کے ذریعہ) سے کر دیا تو یہ ملک فی الواقع اللہ تعالیٰ کی نذر ہو گیا۔ اس جماعت کے امیر اور کارکنوں نے یہی تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی یہ ان کی مخلصانہ کوششوں اور جمہور کی مجموعی خواہشوں کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

ان کے اس فرمان سے نتیجہ تو یہ نکلا صاحبان اقتدار و اختیار تو چند گنے چنے لوگ ہیں عوام زمام اقتدار اللہ کے نیک صالح بندوں کو سونپنا چاہتے ہیں۔ جماعت اسلامی نے اپنے امیدوار کھڑے کیے لیکن جمہور اسلام نے ان صالحین کے چھاپ شدہ امیدواروں کو ووٹ نہ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ نمائشی پروپیگنڈا محض جھوٹ اور غوغا آرائی کے غبارے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جنھیں عقل و بصیرت سے نوازا ہے وہ جانتے ہیں کہ جماعت اسلامی نے وہی تخصیص جمہور مسلمین اور اپنے ممبران کے اندر پیدا کی جو مرزائیوں اور غیر مرزائی کے اندر پیدا کی تھی۔ جو جو کچھ انھوں نے (یعنی جماعت اسلامی) مسلمانوں اور ان کی محبوب قیادت کے متعلق لکھا ہے۔

ہم نذر قارئین کر چکے ہیں۔

قادیانیوں جیسی تکنیک

مرزائی جب مسلمانوں کے حقوق میں حصہ بٹانا ہوتا تو ساتھ لیکن عام حالات میں ایک مسلمان کا معصوم بچہ بھی فوت ہو جائے تو جنازہ اس لیے نہیں پڑھتے کہ جو مسلمان ان کی جماعت سے الگ ہے وہ کافر ہے۔ بعینہ جب حقوق و مراعات حاصل کرنے کا وقت آتا ہے۔ تو جماعت اسلامی انھیں گنہگار مردم شماری کے بے دین مسلمانوں کو اقتدار کا زینہ بناتی ہے۔ ان کے سامنے اسلام کا تقدس اوڑھ کر آ جاتے ہیں حالانکہ واضح ہے کہ جماعت اسلامی کے ممبروں اور غیر ممبروں میں کتنا فرق سمجھتے ہیں اور پیدائشی مسلمانوں کو مسلمان تک نہیں سمجھتے۔ لیکن اب چونکہ ان کی مخالفانہ۔ منافقانہ اور معاندانہ کوششوں کے باوجود پاکستان خدائے لم یزل اور بزرگ و برتر کے فضل و کرم کے طفیل معرض وجود میں آ گیا۔ اب کھلم کھلا یہ زہر نہیں اگلا جا سکتا تو یہ دشنۂ پنہاں سے جمہور مسلمین کو اپنا شکار بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ نسلی اور اصلی مسلمانوں کی تفریق کرنے والے نقاب پوش مصلحین کس کس ادا سے اب جمہور مسلمین کو موہ لینا چاہتے ہیں اب کہہ دیا گیا ہے کہ ہندی مسلمانوں سے بیاہ شادی تک ناجائز۔ (مرتب)

ہندوستانی شاخ کے امیر

ہندوستانی شاخ کے امیر ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی رام پور میں تقریر کرتے ہوئے کیا فرماتے ہیں:۔

اسلام جیسا کہ میں پہلے تشریح کر چکا ہوں مسلمانوں کا کوئی مخصوص مذہب نہیں بلکہ وہ آپ کا بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا مسلمانوں کا۔ اگر مسلمان اس کو اپنا

مخصوص مذہب سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی غلطی ہے۔

دیکھیے ناظرین کرام امیر و امام جماعت اسلامی پاکستان تو ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ بیاہ شادی تک ناجائز قرار دے رہے ہیں اور ہندوستانی شاخ جماعت اسلامی کے امیر اسلام کو صرف مسلمانوں کا مذہب قرار نہیں دے رہے ایک برہمو سماجی یا کبیر پنتھی قسم کا مت جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک ہی جیسا ہے۔

قارئین کرام کیا یہ وُہی انداز نہیں کہ جس طرح لاہوری مرزائی کہہ دیتے ہیں کہ قادیانی مرزائیوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں آپ پاکستان کی جماعت اسلامی کے ممبران سے پوچھیں گے تو فوراً کہہ دیں گے کہ ہمارا ہندوستان کی جماعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ امیر و امام جماعت اسلامی یہ فرما چکے ہیں کہ ہم ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں کام کریں گے یہ عین قادیانی تکنیک ہے جس سے انکار ان کے لیے ممکن نہیں۔

خُداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں۔ (مرتب)

مسلمان ہونے کی حیثیت میں میرے لیے اس مسئلہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان کثیر التعداد ہوں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ ۲۵

عقیدت غالیہ

ہم سمجھتے ہیں کہ عقیدت غالیہ بعض پیکران خلوص و وفا کو تقدس کے لبادوں اور مذہب کے نقابوں میں چھپی ہوئی موہوم آرزوؤں اور حصول اقتدار کی مصلحتوں کو نہیں دیکھنے دیتی ایسی ہی عقیدتیں اور ارادتیں تھیں جو ملتِ اسلامیہ کے ایک گروہ کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دامن

ہیں لے گئیں لیکن ہم اُن پیکران عزم و ایثار۔ اُن عاشقان دین اور سرفروشان دین و ملّت کی خدمت میں عجز و انکسار کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ وہ اکابر دیوبند۔ اکابرین بریلوی اور حضرات اہلحدیث کے مندرج ارشادات کی روشنی میں دیکھیں یہ جماعت اسلامی آپ کو کس طرف لے جانا چاہتی ہے۔ رہے قلندران اقبالؒ اگر غیرت و حمیّت اور تدبر و فراست کی روشنی میں دیکھیں تو مسلمانوں کی اکثریتی آبادی کے علاقوں میں مملکت کے قیام کی تجویز حضرت حکیم الامت علاّمہ اقبالؒ ہی کی تھی جس کی مخالفت میں امیر جماعت اسلامی نے اپنا سارا اسلام صرف کر دیا اور نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کی مخالفت میں استحکام مملکت کی مخالفت میں کس کس طریق سے رکاوٹیں پیدا کیں۔

مسلم لیگی قیادت

یہ درست ہے کہ مسلم لیگی قیادت میں اکثریت ان کی تھی جنکی پوزیشن کا مدار ذاتی جوہروں سے زیادہ موروثی دولت پر تھا اُن میں خامیاں تھیں اور ہیں۔ ان سے کوتاہیاں ہوئیں اور انسان ہونے کی حیثیت میں ہوتی رہیں گی۔ اس سے بھی انکار نہیں کہ قیادت نے غلطیاں کیں لیکن اُن کا یہ سنہرا کردار جو قیام پاکستان کے لیے حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں ان کی جد و جہد اور ایثار و عمل ہے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

باریک بین نگاہیں یہ دیکھتی ہیں کہ امیر جماعت اسلامی نے حضرت علاّمہ اقبالؒ کے نظریہ تشکیل پاکستان کی تکذیب کے لیے اپنی جرنلسٹک حیثیت سے وہ تمام وار کیے جو مودودی صاحب کر سکتے تھے اور ستم یہ ہے کہ اب بھی اسلام ہی کے نام پر مسلمانوں کو قیادت سے بدظن کرنے

کے لیے تحریک حصول پاکستان کی حمایت سے دُور کرنے والی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت کے خلاف عوام کے جذبات بھڑکانے اور مشتعل کرنے سے اب بھی نہیں چوکتے۔

ارادت مندوں کی باتیں اور مثالیں تو باطل پرستوں میں عام ملتی ہیں کہ وہ اپنے مشاہیر اور لیڈروں کو بہت بہت کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ جناب ماہرالقادری صاحب کے نزدیک امیر جماعت اسلامی امام مالک رضؓ اور جناب امام حنبلؒ رضؓ سے کم درجے پر نہیں ہیں۔ لیکن ہم کارکنان تحریک حصول پاکستان اور ذی شعور محب وطن افراد سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ جس انداز سے جماعت اسلامی کے لوگ عوام کے جذبات کو بھڑکانے کا کام لیتے ہیں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ان کے عزائم مشؤمہ کو طشت از بام کرنے کے لیے منظم تحریک کی جائے اور حضرت اقبالؒ و جناحؒ کے افکار و خیالات کو عام کرنے اور ان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلنے اور پاکستانی معاشرہ کی تشکیل کیلئے جو خطوط انھوں نے دئیے تھے۔ کرنے کے لیے کام کا آغاز کیا جائے ہم گنہگار عاصیوں اور خطا کاروں کے نزدیک مسلمانوں کا وجود بہر حال عدم وجود سے بہتر ہے۔ ان ہی میں سے ملّت کے غیور و جسور نوجوان اُبھریں گے جن کے اضمار و قلوب میں اسلام کی بہبودی کی تڑپ ہوگی۔ یہی وہ مؤقف تھا جو علامہ اور جناحؒ نے پیش کیا۔

نسلی مسلمان اور تاریخ

اگر مودودی صاحب کی زیر ہدایت یہ مسلمان حصول پاکستان کے لیے مسلم لیگ کا علم لے کر میدان عمل میں نہ آتے اور یہ پیدائشی مسلمان ہندوؤں کے زیر اثر چلے جاتے اور شدھ ہو جاتے تو پھر اسلام کے لیے کون کام کرتا۔ مودودی

صاحب تو اس وقت پاکستان کی مخالفت پر ادھار کھائے ہوئے تھے۔ اور طرح طرح کی فقہی موشگافیوں اور شرعی نکات آفرینیوں کے گولہ بارود لیے ہوئے مخالفت کر رہے تھے جذباتی طور پر تو ان کی یہ بات بڑی خوش آئند معلوم ہوتی ہے کہ نام نہاد مسلمانوں کے زندہ رہنے سے تو اچھا ہے کہ کہیں فنا ہو جائیں تاکہ ان کی وجہ سے اسلام بدنام نہ ہو لیکن اگر یہ جذباتی شاعری عملی طور پر اختیار کی جائے تو اگر خدانخواستہ دو چار سو سال قبل مولانا مودودی امیر و امام جماعت اسلامی پیدا ہو جائے تو آج یہاں یہ کہنے والا کوئی نہ ہوتا کہ اسلام کو ایک عملی قوت بننا چاہیئے۔ یہ جماعت اسلامی کے صالحین یہ بھی مردم شماری کے نسلی اور پیدائشی مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے جماعت اسلامی کے ممبر بن گیے اگر ان پیدائشی اور نسلی مسلمانوں کا وجود عدم وجود میں تبدیل ہو جاتا تو آج یہ لوگ کسی ہندو کے گھر میں پیدا ہوتے تو انھیں سرے ہی سے یہ خیال تک نہ آتا کہ اسلام میں کوئی خوبی ہے۔ اسپین میں جاکر دیکھو کیا حشر ہوا وہاں کسی کو ہمارے ایسا گنہگار مسلمان ہی بنا کر دکھاو۔ اگر پیدائشی مسلمان کا حشر امیر و امام جماعت اسلامی کی آرزو کے مطابق ہو جاتا۔ یعنی وجود باقی نہ رہتا۔ تو فرمائیے یہ کوشش یہ آرزو اسلام دوستی ہے یا اسلام دشمنی؟ ہم ہسپانیہ کے عیسائیوں کو آج تلک اسلام کا بدترین دشمن قرار دیتے ہیں کہ انھوں نے وہاں مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا اگر مسلمان جو ہندوستان میں بستے تھے اور ہیں ان کا عدم وجود و وجود برابر ہے۔ یہ مودودی نعرہ کامیاب ہو جاتا تو اندازہ فرمایئے کہ نقشہ کیا ہوتا۔

تحریک حصول پاکستان کی مخالفت کی محرک خواہ تنگ نظری یا نیک نیتی

تھی یا خودغرضی یا حسد و بدنیتی بہر حال اتنی واجبی عقل کے لوگوں کو پاکستان کا حال و مستقبل سونپ دینا اتنی بڑی نادانی ہوگی جس کا ازالہ عمر بھر نہ ہو سکے گا۔ (مرتب)

اسلام لباس کا نام نہیں

سرکاری افسروں کے لیے سرکاری ڈیوٹی کے وقت، نیز سرکاری تقریبات میں انگریزی لباس کے استعمال کو ممنوع قرار دینا اور ایسے تمام آثار کو مٹانا جن کی وجہ سے عوام الناس ابھی تک انگریزی دور کی ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکے ہیں۔ (صفحہ ۴۷ و ۴۸ بہ عنوان انتظامی اصلاحات منشور جماعت اسلامی پاکستان)

انگریزی دَور کی ذہنی غلامی کی نجات حاصل کرنا اس میں تو ہمیں کلیتہً اتفاق ہے لیکن جہانتک لباس کا تعلق ہے ہم حضرت اقبالؒ کے فرمودات سے جو کچھ سمجھ سکے ہیں۔ اسلام لباس۔ خاص وضع قطع۔ خاص قسم کی تراش خراش سے بحث نہیں کرتا۔ بلکہ مدنی زندگی میں اصول حیات سے بحث کرتا ہے۔

ہماری دانست میں اگر لباس اور خاص وضع قطع ہی معیار رہتا تو نیشلسٹ علما جنھوں نے تحریک حصول پاکستان کی یا مودودی صاحب کے حواری کانگریسی مولوی صاحبان جو اب جماعت اسلامی میں ہیں۔ ہمارے لیے زیادہ واجب الاحترام ہوتے۔ اور وہ دردمندان ملت جو لباس تو انگریزی وضع قطع کا پہنتے ہیں لیکن دل ودماغ کے لحاظ سے مسلمان ہیں اور جنھوں نے ملی بقا کے لیے حصول پاکستان کی تحریک میں ہر قسم کی قربانیوں کو پیش کیا ہے ہم انھیں عزت واحترام کی نگاہوں سے نہ دیکھتے۔ لیکن معاملہ یہاں برعکس ہے۔ اور اسلام قطعاً لباس سے ضد نہیں رکھتا۔ خدائے قدوس کے رحم وکرم سے اگر کل کلاں یورپ

کے لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو کیا وہ اپنا لباس ترک کر دیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے منشور مرتّب کرنے والے غریبوں کی ذہنی سطح ہی اتنی بلند ہے ان کا کیا قصور۔

اگر یہ حضرات دین اسلام جو رب العالمین کا دین ہے اور دُنیا بھر انسان کے لیے قابل قبول ہے۔ لندن میں پیش کرنے چلے گئے تو خدا جانے وہاں کے لوگ ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ (مرتّب)

اگر اس پارٹی کو اپوزیشن میں رہنا پڑے۔ تو وہ کبھی اختلاف برائے اختلاف نہ کرے گی۔ (صفحہ ۵۶ منشور جماعت اسلامی پاکستان)

مودُودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی اپنے لٹریچر میں کئی جگہوں پر یہ تحریر کر چکے ہیں کہ اسلام میں جبکہ ملّت خود بمعنٰی پارٹی ہے۔ تو اسلام ملّت کے اندر پارٹیوں کے وجود کو جائز قرار نہیں دیتا چہ جائیکہ ان کی پارٹی اپوزیشن میں رہے گی۔

دردمندانِ ملّت سے

بعض حضرات جو اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں ان کی بے تابیٔ تمنّا انہیں تاب انتظار نہیں دیتی اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ انقلاب شبا شب ہو جائے جس کے لیے ہم نے اقبالؒ و جناحؒ کے فرمودات و ہدایات کی روشنی میں پاکستان حاصل کیا۔

ایسے دردمند۔ اسلام دوست۔ پیکران خلوص و محبت ہمارے لیے قابل صد فخر و افتخار ہیں۔ لیکن ہم صرف یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ انسان ہر معاملہ میں عجلت پسند واقع ہوا ہے اور یہ آرزو بھی مقدس آرزو ہے۔ تاہم ایسی جذباتی تحریکیں جن کے نعروں میں تو خاص

دلکشی ہوتی ہے لیکن وہ منزلِ مراد تک پہنچانے والی نہیں ہوتیں۔ ان سے الگ تھلگ رہ کر مفادِ ملت کے پیشِ نظر صحیح خطوط پر تعمیرِ ملت کے لیے خوشحال پاکستانی معاشرہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا چاہیئے۔ اس امر کے لیے سائی رہنے والے کو چاہیئے کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ تغیر حالات صبر طلب ہوتا ہے اور وہ وقت چاہتا ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا انقلاب جو اذہان و قلوب میں تبدیلیاں پیدا کرے اور معاشرتی و معاشی ناہمواریوں کو ختم کر کے خوشگوار اور مرفہ الحالیوں کی فضاؤں سے معمور ہو راتوں رات رونما نہیں ہوتا۔

اقبال کا معاشرہ

کس دریں جا سائل و محروم نیست | عبد و مولا حاکم و محکوم نیست
کس نیا شاد در جہاں محتاج کس | نکتۂ شرع مبین این است و بس

ہمیں اس جذبہ بلند، پاکیزگیٔ نگاہ اور مسلسل و متواتر ان تھک جدوجہد کی ضرورت ہے جو قوموں کا مقدر بدلنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اور ہمیں اپنی قوم کے پروگراموں کے فیصلے جذبات کی شعلہ فشانیوں کے بجائے فہم و فراست کے معتدل ماحول میں کرنے ہوں گے۔

نقاب پوش مقدسین

ان نقاب پوش مقدسین کی ہستیریاؤں اور جذباتی نعروں کی رو میں بہہ کر عقل و ہوش سے بیگانہ نہیں ہو جانا چاہیئے۔ ہمارا جدید طبقہ اقبال کی رہنمائی میں منزل مقصود کی طرف بڑھانا چاہیئے۔ ہمیں ہمیشہ مفاد پرست پیشواؤں اور نام نہاد اسلامی لیڈروں کی حرکات کو صحیح انداز میں نوٹ کرنا چاہیئے۔ جو ہمارے آتش جذبات کو مشتعل کر کے پاکستانی معاشرہ کو مستحکم نہیں ہونے دیتے۔ جمہور مسلمین تو بچارے مخلص ہیں جو ان کی تقاریر

اور تحریرات سے متاثر ہو کر ان کے جذبات کے جوش میں مخالفت پر اتر آتے ہیں
قارئین کرام نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ تحریکِ حصول پاکستان کی قیادت کے خلاف افترا پردازی اور بہتان تراشی کے ہجوم کھڑے کرکے یہ صالحین کرام بکف چراغ داشتہ میدان سیاست میں اُنہی عامتہ المسلمین کو جنھیں مسلمان نہیں سمجھتے تھے پھر فریب دینے کے لیے طرح طرح کی حیلہ جوئیاں کر رہے ہیں۔ وہ نوجوان ملت جنھیں خدا نے عقل و بصیرت کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور معاملہ فہمی کے جوہروں سے نوازا ہے انھیں چاہیئے کہ وہ اقبالؒ و جناحؒ کے نخل پاکستان کو جماعت اسلامی کی ملائیت کی اکاس بیل سے محفوظ کرنے کے لیے ایک مؤثر تحریک کریں۔

جو چیز درجۂ اضطراب ہے

ہمارے لیے جو چیز وجۂ اضطراب بنی ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلم لیگ کی غفلت شعاریوں کی وجہ سے وہ تمام عنصر جو اسلام ہی کے نام پر قیام پاکستان کا مخالف تھا اب پھر میدان میں آگیا ہے اور مختلف ناموں سے مختلف روپوں میں پاکستان میں اپنا سکہ جمانے کی کوشش کر رہا ہے۔

ہمارے نزدیک پاکستان کی اس قدر اہمیت اور قیمت ہے کہ اگر اس پاکستان میں اقبالؒ و جناحؒ کے تصورات و احساسات کے مطابق معاشرہ تشکیل کرنے کے لیے مردانِ کارانِ نظریۂ پاکستان کی مخالف قوموں سے نپٹنے کے لیے نہ آئے اور یہ قوتیں شجر ملت پر اکاس بیل کی طرح چڑھ بیٹھیں تو یہ ایک دردناک المیہ اور خطرناک حادثہ ہوگا۔

ہمیں بار بار سوچنا چاہیئے کہ جن کا ماضی مخالف۔ حال منافی کیا مستقبل ایسی جماعت کے سپرد کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اب خواب غفلت

سے بیدار ہو کر فکرِ اقبالؒ کو بھی جامہ پہنانے کے لیے مصروف تگ و تاز ہو جانا چاہیئے۔

ہمارے نزدیک شجرِ ملت اس وقت تک سر سبز و شاداب نہیں ہو سکے گا۔ جب تک مخلصین ملت ہمہ تن دل و جان سے پاکستان کے معاشرہ کو مستحکم کرنے کے لیے اُس قندیل نورانی سے روشنی نہیں لیں گے جس کی روشنی سے اقبالؒ کا قلب منور ہوا اور پھر ہزاروں قلوب و اذہان کو روشن کر گیا۔

قائداعظمؒ پر بہتان تراشی

آپ سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ کتنا بڑا افترا اور کتنا سنگین یہ بہتان تھا جو حضرت قائداعظمؒ پر تراشا گیا کہ وہ اسلام شناس نہ تھے کیا اقبالؒ کی نگاہ ایسے شخص کو منتخب کر سکتی تھی جو اسلام شناس نہ ہوتا۔

ہم نے اس خطرے کی اہمیت اور ہمہ گیریت کا احساس کرتے ہوئے اپنی طرف سے صحیح اندازہ لگا کر جماعت اسلامی اور امیر و امام جماعت اسلامی کی شر انگیزیوں اور ہولناکیوں کو بے نقاب کرنے کی ہمت کی ہے۔ جماعت اسلامی کا شور و شغب سے جو بستی بستی۔ قریہ قریہ۔ گاؤں گاؤں اور شہر شہر۔ محلہ محلہ اسلام ہاں اُس اسلام کے نام پر مچا رہے ہیں جو پاکستان کے قیام کا مخالف تھا۔ ہمیں متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کے ایسے حربوں کو سمجھنا چاہیئے اور ان کی ایسی تحریکوں کو بھی جن سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جمہور اسلام کے جذبات حکومت پاکستان کے خلاف بھڑک اُٹھیں ہم یہ باچشم نم کہنے کے لیے مجبور ہیں کہ ہماری قیادت کی غفلت شعاریوں نے ان مخالفین پاکستان کو اتنا مضبوط کر رہا ہے کہ وہ اس ملک میں جس کا وجود ان کی عقل و فراست اور دین کی تکذیب کا اعلان ہے۔ اس میں یہ اپنی

بساطِ اقتدار بچھا کر اپنی من مانی کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ان کے جس اسلام کی زد سے مسلم لیگی قیادت کے بڑے بڑے عمائدین نہ بچے اگر یہ برسرِ اقتدار آ گئے تو ہم ایسے گنہگار مسلمانوں جنہیں یہ عددی۔ نسلی اور مردم شماری کے مسلمان کہتے تھے۔ ان کا کیا حشر ہوگا اور ان کے ... کی نحوست اگر پورے پاکستان پر مسلط ہو گئی تو ہم زندگی کہاں تلاش کریں گے۔ (مرتب)

دستورِ جماعت اسلامی پاکستان

منظور کردہ

مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان در اجلاس منعقدہ ۱۹ تا ۲۶ مئی ۱۹۵۶ء کوٹ شیر سنگھ ضلع لاہور

فساق و فجار سے ترکِ علائق

فساق و فجار اور خدا سے غافل لوگوں سے موالات اور مودت کے تعلقات منقطع کرنا اور صالحین سے ربط قائم کرنا۔ (صفحہ ۳۱)

اندازہ فرمائیے قارئین کرام جماعت اسلامی کے ممبران فساق و فجار اور خدا سے غافل لوگوں سے موالات و مودت کے تعلقات منقطع کریں گے اور صرف صالحین سے ربط قائم کریں گے۔

کتنے نرالے ہیں انداز و اسلوب ان کی تبلیغ کے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ زمرہ صالحین میں سے ہیں وہ تو پہلے ہی نیک ٹھہرے آخر اسلام کی تبلیغ پھر گنہگاروں۔ خطاکاروں اور بدکاروں اور سیہ کاروں ہی میں ہونی چاہیئے۔ لیکن جماعت اسلامی کے نزدیک یہ درست نہیں۔ اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے کرام نے ان پر جو خارجیت کا الزام لگایا ہے۔ درست

ہے۔ ہمارے خیال میں یہ شق نمبر ۵ علمائے کرام اور دیدہ وران ملت اور اسلام شناس بزرگوں کی نظروں سے بھی گذرے گی اور وہ اس پر رائے زنی فرمائیں گے۔ (مرتب)

مَیں حنفی نہیں ہُوں

مَیں نہ مسلکِ اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہُوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہُوں۔

(رسائل و مسائل صفحہ ۲۳۵۔ از مولانا مودودی امیر و امام جماعت اسلامی)

مسلم لیگی قیادت سے اقتدار چھیننے کا عزم

مولانا مودودی رقمطراز ہیں:۔

اقامتِ دین کی راہ کا روڑا

درحقیقت اقامتِ دین کی راہ کا روڑا یہی عنصر ہے۔ اس کو ہٹانا عوام الناس کو اس کے دباؤ اور اثر سے نکال لینا اور اقتدار کی مسندوں سے اس کو بے دخل کرنا ایک ایسا ناگزیر تخریبی کام ہے جس کے بغیر کوئی تعمیری و اصلاحی کام بارآور ہو ہی نہیں سکتا۔ (جماعت اسلامی صفحہ ۸۷)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

فتووں کا میگزین

سوادِ اعظم کو اس کے قبضہ و تسلط سے نکالنے کی کوشش میں ہرگز تساہل یا نرمی و رعایت سے کام نہ لیا جائے۔ رہا اس کے جھوٹ کا طوفان اور اس کے فتووں کا میگزین اور اس کا سیاسی اور معاشی دباؤ تو اس سے ڈر کر پیچھے ہٹنا تو ہمارے نزدیک "فرار من الزحف" سے کمتر درجہ کا گناہ نہیں ہے۔

(جماعت اسلامی صفحہ ۹۱)

سطور بالا اُن علمائے کرام سے متعلق ہیں۔ جو جناب مودُودی صاحب اور ان کی "جماعت اسلامی" سے نظریاتی اور اُصولی اختلاف رکھتے ہیں۔ یہی وہ بزرگان دین ہیں جنھیں مودُودی صاحب "اقامتِ دین کی راہ کا روڑا" سمجھتے ہیں اور اپنے رفیقان کار کو فرمارہے ہیں کہ اس عنصر کے جھوٹ کے طوفان اور فتنوں کے میگزین سے ڈر کر پیچھے ہٹ جانا میرے نزدیک "فرار من الزحف" ہے چونکہ مولانا کی علمی حیثیت کو بے نقاب کرنے کے جُرم کا ارتکاب علمائے کرام نے کیا ہے اور ان کی ہمہ دانی پر حرف گیری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بدیں وجہ اپنے رفقا کو ہدایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی طرح کی نرمی یا تساہل نہ برتا جائے اگر ان سے کسی قسم کی رو رعایت برتی تو یاد رکھو گناہ اور عذاب کے مستوجب ہوگے۔ (مرتب)

جبّوں اور عماموں میں سیاہ دل

پھر جو لوگ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے اُٹھتے ہیں ان کی زندگی میں محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کی ادنیٰ جھلک تک نظر نہیں آتی۔ کہیں مکمل فرنگیت ہے۔ کہیں نہرو اور گاندھی کا اتباع ہے۔ کہیں جبّوں اور عماموں میں سیاہ دل اور گندے اخلاق لپٹے ہُوئے ہیں۔ زبان سے وعظ، عمل میں بدکاریاں۔ ظاہر میں خدمتِ دین اور باطن میں خیانتیں، غدّاریاں، نفسانی اغراض کی بندگیاں۔

سیاسی کشمکش صفحہ $\frac{55}{ج ۳}$

مودُودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

اَن پڑھ عوام اور دستار بند علمار

اَن پڑھ عوام ہوں یا دستار (بند علمار) یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور وطریقے ایک

دُوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں۔ مگر اسلام کی حقیقت اور اُس کی رُوح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔ (تفہیمات صفحہ ۳۶ حصّہ اوّل)

مذہبی سوداگروں کا گروہ

ایک اور گروہ مذہبی سوداگروں کا ہے۔ جن کا سارا کاروبار ہی اس پر منحصر ہے کہ عام مسلمان اپنے دین سے جاہل رہیں۔ مشرکانہ اوہام میں مبتلا رہیں۔ خلق اور خالق کے درمیان ان کو بطور ایک مستقل واسطے کے تسلیم کریں اور اپنی بے قید دنیوی زندگی کی کامیابیوں کے لیے نیز ساری بے قیدیوں کے باوجود نجات کی گارنٹی حاصل کرنے کے لیے اُن کی رُوحانی تائید اچھی قیمت پر خریدتے رہیں۔

آگے چل کر:۔

ان سے بہت مختلف کچھ دُوسرے مذہبی سوداگر بھی موجود ہیں۔ جن کے لیے سب سے بڑا مسئلہ اپنی گدیوں اور چھوٹی چھوٹی مذہبی ریاستوں کی حفاظت کا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے جن اسامیوں اور گاہکوں کو اگلوں سے میراث میں پایا ہے یا خود اپنی محنت سے فراہم کیا ہے ان کو وہ ہر قیمت پر اپنے کاروبار سے وابستہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اقامتِ دین کی کسی ہمہ گیر تحریک کو خواہ وہ کیسی ہی صحیح بنیادوں پر اُٹھی ہو اور کتنی ہی سلامت روی پر چلائی جا رہی ہو۔ اور خود ان کا اپنا علم اور ضمیر اس کے برحق ہونے کی شہادت دے رہا ہو برداشت کرنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے دیکھتے ہی فوراً انھیں یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں ان کے حلقے ٹوٹ کر اس بڑے دائرے میں جذب نہ ہو جائیں۔

(جماعت اسلامی صفحہ ۸۳ و ۸۴)

لیکن جہاں تک ان کے ایک ایسا عنصر ہونے کا تعلق ہے جو تحریکِ

اقامتِ دین کی راہ روکنے والا ہے۔ ہماری اُن سے جنگ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس عنصر کے بہت کم افراد کو بے لاگ حق پرستی کی توفیق ہوا کرتی ہے۔

جماعت اسلامی ؐ

راہِ خُدا کا رہزن

یہ غریب تعلیم کے لیے جدید درسگاہوں میں جاتے ہیں تو وہاں زیادہ تر ملحدین اور منکر (ملاحدہ) یا نیم مسلم و نیم ملحد حضرات سے ان کو پالا پڑتا ہے۔ قدیم مدارس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اکثر مذہبی سوداگروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو خطیبوں اور واعظوں کی عظیم اکثریت انھیں گمراہ کرتی ہے۔ رُوحانی تربیت کے طالب ہوتے ہیں تو پیروں کی غالب اکثریت ان کے لیے راہِ خدا کی راہزن ثابت ہوتی ہے۔ (جماعت اسلامی صفحہ ۹۰)

ان تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ امیرو امام جماعت اسلامی یہ آواز لگا رہے ہیں کہ دیکھو نہ تم علمائے کرام کے پاس دین سیکھنے کے لیے جاؤ۔ نہ پیرانِ عظام کے پاس رُوحانیت حاصل کرنے کے لیے یہ سب مکار حیلہ ساز اور جھوٹے دوکاندار ہیں۔

اگر یہی آرزوئیں اور اُمنگیں تمہارے دلوں میں مچل رہی ہیں تو ہم نے تمہارے لیے اپنی دوکان جماعت اسلامی کھول دی ہے لیکن گاہکوں کو فریب دینے کے لیے اُسی مال کو جسے فرسودہ کہا جارہا ہے نئی پیکنگ کے ساتھ خریداروں کے ہاتھوں بیچا جارہا ہے اور پبلسٹی نئے طریقوں سے نرالے انداز و اسلوب سے خاص سلیقہ اور ڈھب سے کی جاتی ہے

اگر یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ خریدلیں تو وہ بڑے صالح اور اسلام کی رُوح سے واقف بن جاتے ہیں۔ اور اگر ان پڑھ مسلمان ان کے مال کے

پختہ گاہک بن جائیں تو اقامتِ دین کے بہت بڑے علمبردار

عجیب معاملہ ہے کہ "علمائے کرام" مولانا مودودی صاحب کے بارے میں جیسا کہ قارئین دیکھ چکے ہیں اپنے خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں اور مودودی صاحب ان کے بارے میں ایک عام مسلمان تو اقبالؒ کی زبان میں یہی عرض کر سکتا ہے ؎

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بین خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

مودودی صاحب اپنے کو ماڈرن ملّا ثابت کرنے کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور قدامت پرست علما کو اسلام کی حقیقت اور روح سے ناواقف قرار دے رہے ہیں اور زبانِ حال سے یوں کہہ رہے ہیں۔

تو میری نظر میں کافر میں تیری نظر میں کافر

پیران عظام اگر تعویذوں کی شکل میں اسلام کی تجارت کرتے ہیں تو امیر جماعت اسلامی اسے پمفلٹوں۔ رسالوں اور کتابوں کی شکل میں فروخت کرتے ہیں۔ علمائے کرام اگر عوام کی عقیدت کیشی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں تو مودودی صاحب کی دنیا میں یہی عقیدت ذرا ماڈرن بن کر وہی کام کر رہی ہے ان کے ہاں ذرا نچلی سطح پر ہے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ معاملہ "علمائے کرام" پیران عظام اور مودودی صاحب کے درمیان ہے لیکن اُن حامیان نظریۂ پاکستان کا مقصودِ حیات جنھوں نے حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں تحریک حصول پاکستان میں حصّہ لیا ہے یہ ضرور ہے کہ اس نظریاتی مملکت کے معاشرہ کا ڈھانچہ اقبالؒ کے نظریات کی روشنی میں تعمیر ہو جیسا کہ ہم بار بار عرض کرتے آئے ہیں۔ پھر عرض گذار ہیں کہ پاکستان میں فسکہ

اقبالؒ کو عام کرنے کے لیے مؤثر تحریکیں شروع کی جائیں تاکہ آدمیت

احترام آدمی کا راز سمجھ سکے۔ مودودی صاحب کے داعیانہ۔ ہادیانہ اور

مفکرانہ اور قائدانہ اسلوب و انداز ہمیں راس نہیں آئیں گے۔ (مرتب)

بشری کمزوریوں کا غلبہ

بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک

دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ (تفہیمات حصہ اول صفحہ ۳۲۰)

مثال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امام حسن ابن علی

رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ کا نام لے کر ان پر یہ جھوٹا الزام

رکھا ہے کہ یہ تینوں بزرگ دوسرے صحابہؓ پر چوٹ کرتے تھے اور ان کو جھوٹا کہتے تھے

سوال پیدا ہوتا ہے۔ جن معصے کے لیے قرآن عزیز کی شہادت موجود ہے کہ

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کیا۔ ان حضرات کا اخلاق اتنا گرا ہوا ہو سکتا ہے۔ کیا

ایسی باتیں کرتے وقت ان کے سینہ کے اندر ان کا ایمان نہیں کانپ اٹھا۔ حیرت

صرف اس ناروا جسارت پر نہیں بلکہ اس پر بھی ہے جو کہ بڑے مزے لے کر وہ

تاریخ بیان کرتے ہیں جو اسلام کے نام پر لکھی گئی ہے۔ جس میں صحابہ کبارؓ کے بارے

میں آپس میں الجھاؤ اور بدنیتی کے قصے کہانیاں بھری ہوئی ہیں۔

ہمیں خوشی ہوئی ہے کہ "جماعت اسلامی کا دینی رخ" کے مصنف مولانا عبدالصمد

رحمانی صاحب نے بھی مولانا مودودی کی اس تحریر پر کہ صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے

پر چوٹیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے تھے لکھا کہ یہ نازیبا الفاظ ہیں جو امیر

امام جماعت اسلامی نے تحریر کیے۔ لیکن ہم مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب سے بصد

ادب درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود اور ان کے ہمنوا ہم مسلک علما اس پر بھی روشنی

ڈالیں کہ وہ تاریخیں جو صحابہ کبارؓ کے بارے میں آپس میں جنگ و جدل کے قصے کہانیاں

واقعات بنا کر پیش کرتی ہیں وہ کہاں تک صحیح ہیں جبکہ قرآن مجید میں صاف وضاحت ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم اور ان کے رفقا آپس میں رحیم ہیں اور کفار کے لیے شدید تر۔

جس کا خلاصہ ہم نے اُوپر پیش کیا ہے "جماعت اسلامی کا دینی رُخ" کے صفحہ ١٦ پر مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ (مرتب)

مولانا مودُودی کی جدّت کی مثال

کے عنوان سے "جماعت اسلامی کا دینی رُخ" کے مصنف مولانا عبدالصمد رحمانی رقمطراز ہیں:۔

مولانا مودُودی کے اس طرز اسلوب پر مرزا غلام احمد قادیانی یاد آگیے۔ کہ وہ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی کہتے تھے اور اپنے کو نبی اور رسول بھی کہتے تھے اور اس کا مقصد یہ بیان کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اب جو نبی آئے گا وہ آپ کی مہر کے چھاپ کے ساتھ آئے گا۔ لہٰذا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم "خاتم النبیین" بھی ہیں اور ہم نبی بھی ہیں اور یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔

اسی طرح مولانا مودُودی ایک طرف تو اسماء الرجال کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ان میں کونسی چیز ہے؟ جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ دُوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ "ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسماء الرجال کا سارا علم غلط ہے"۔ اور سارا علم غلط بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔

یہ فریب در فریب کا معاملہ اور طریقہ، ہم عامیوں کے لیے کتنا پُر خطر ہے کتنا مہلک ہے۔ کتنا ہادیانہ اور کتنا داعیانہ رنگ میں ہے۔ مولانا مودُودی کی اس تنقید پر جو اسماء الرجال کے متعلق انھوں نے کی ہے۔ ہم یہاں نہ ایک حرف عرض کرنا چاہتے ہیں اور نہ یہاں اسماء الرجال کی حمایت میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اُن کی مثالوں

کی غلطیوں پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں انھوں نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا ہے۔ وقت اور فرصت نے مساعدت کی تو اس پر دُوسرے رسالہ میں بحث کریں گے۔ بلکہ اس جگہ ہم صرف مولانا مودُودی کے جدید مسلک کو بتانا چاہتے ہیں اور ان کی رہبری اور رہنمائی کی طرف نشاندہی کرنا چاہتے ہیں تاکہ دُنیا جانے کہ مولانا مودُودی کا دینی رُخ کیا ہے؟ مولانا مودُودی کے اپنے الفاظ میں

"اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسماء الرّجال کا سارا علم غلط ہے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے۔ وُہ بھی تو آخر انسان ہی تھے۔ بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضروری ہے کہ جس کو اُنھوں نے ثقہ قرار دیا ہو وہ بالیقین ثقہ ہو اور تمام روائتوں میں ثقہ ہو اور جس کو انھوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو۔ وُہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روائتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوں۔ پھر ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحتِ ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا اور بھی مشکل ہے۔ الخ (تفہیمات جلد اوّل صفحہ ۲۹۴)

مولانا مودُودی کے ان ارشاداتِ عالیہ کے متعلق ہم بجز اس کے اور کیا عرض کریں ؎

آب و آتش بہم آمیختۂ از لبِ لعل | چشمِ بد دُور چہ خوش شعبدہ باز آمدۂ

اللہ کو بہتر علم ہے۔ کہ مجھ کو دُکھ ہوتا ہے۔ جب میں مولانا مودودی کے مسلک کے پس منظر کو بیان کرتا ہوں۔ مگر کیا کروں کہ مولانا مودُودی کے اس ارشاد کی بنا پر کہ:۔

ہدایت کے لباس میں گمراہی

"گمراہیوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہ گمراہی ہے۔ جو ہدایت کے لباس

میں جلوہ گر ہو۔

مجبور ہو جاتا ہوں کہ ہدایت کے لباس میں "اسمار الرجال" اور اسمار الرجال کے رابطہ سے احادیثِ نبوی کے متعلق بے اعتمادی کی جو گمراہی پھیلائی جا رہی ہے اور جس پُر فریب طریقہ پر پھیلائی جا رہی ہے۔ اس سے عوام مسلمانوں کو بچانے کے لیے حقیقت کا اظہار کر دوں۔ (جماعت اسلامی کا دینی رُخ صفحہ ۳۷، ۳۸ و ۳۹)

آگے چل کر مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب وہی تحریرات نقل کرتے ہیں جو ہم بھی اس کتاب میں درج کر چکے ہیں۔ ہم نے مزاج شناس رسول کے رُوپ میں مودُودی صاحب کو پیش کیا ہے۔ مولانا عبدالصمد صاحب ذوق کی ہمہ گیری کا جو تعارف مودُودی صاحب نے کرایا ہے۔ وہ الفاظ پیش کرتے ہیں:۔

اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے۔ مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر نہیں ہوتا وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف۔ منقطع السند۔ معطون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی نظر اس اُفتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دے کر لیتی ہے۔ اور بسا اوقات وُہ ایک غیر معلل غیر شاذ۔ متصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس جامِ زرّیں میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے۔ وُہ اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ (تفہیمات جلد اوّل صفحہ ۲۹۷)

اس مقام پر آ کر حدیث کی صحت وسقم کا مدار، اسناد اور اسمار الرجال کی شہادتوں پر نہیں رہتا۔ بلکہ صرف ذوق پر رہتا ہے اور اس کو حق حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ غیر معلل۔ غیر شاذ۔ متصل السند۔ مقبول حدیث کو اپنے ذوق کی بنا پر رد کر دے۔ اللہ اللہ اس سے بڑھ کر کھلی چھٹی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مسلک اعتدال گمراہی کا شاہکار ہے

بات تلخ ہے۔ مگر حق یہی ہے۔ کہ مولانا مودُودی کا یہ مضمون "مسلک اعتدال"

گمراہی کا پُر فریب شاہکار ہے۔ جس کو مولانا مودُودی کی ذہین اور رسا طبیعت نے اس طرح ترتیب دیا ہے۔ کہ اس میں فریب کا سارا سامان خوبصورتی کے ساتھ ہدایت اور دین کے رنگ میں جمع کر دیا ہے۔ اور ایسا کشکول بنا دیا ہے کہ اس سے بیک وقت

۱۔ ہم جیسے مقلّد جامد کو بھی فریب دیا جا سکتا ہے۔ کہ ہم محدثین کی جائز خدمات کو قبول کرتے ہیں اور ان کی تحسین کرتے ہیں لیکن ان کو رسول کی مسند پر نہیں بٹھا سکتے۔ کہ ان کی ہر بات اور فیصلہ کو حق مان لیں ہم ان کو انسان سمجھتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے نقد و جرح کا ان کو محل سمجھتے ہیں۔

۲۔ وُہ روشن خیال طبقہ کو بھی فریب دے سکتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک مدار صحت دقیانوسی شہادتیں اور اسماء الرّجال اور سلسلۂ اسناد کا طومار نہیں ہے۔ بلکہ ریسرچ کی رُوح ہے۔ جس کو ہم "ذوق" سے تعبیر کرتے ہیں اور ہم کو حق ہے۔ کہ زائد المیعاد دقیانوسی لوگوں کے فیصلے کو اپنے ریسرچ والے ذوق کی بنا پر رد کر دیں چاہے وہ فیصلہ امام ابو حنیفہؒ کا ہو یا امام شافعیؒ کا یا امام بخاریؒ کا ہو۔

حاصل یہ کہ اس مسلکِ اعتدال میں وہ سب کچھ ہے۔ جس کو پڑھ کر دل بے اختیار پکار اُٹھتا ہے ؎

معشوقِ ما بشیوۂ ہر کس برابر ست با ما شراب خورد بہ زاہد نماز کرد

اہلِ علم کو چاہیئے اس مسلکِ اعتدال کے مضمون سے اپنی بصیرت کی بنا پر متاثر نہ ہوں۔ مگر پُوری دیانت کے ساتھ بار بار سوچنے کے بعد اس کے متعلق میری رائے یہ ہے۔ کہ عوام مسلمانوں کے لیے دین و ہدایت کے لباس میں یہ خطرناک گمراہی ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ احادیث کے متعلق عوام مسلمانوں میں

بے اعتمادی اور سُوءِ ظنی پیدا ہوا اور یہی چیز باعث ہُوئی۔ جس کی بنا پر اس رسالہ کے لکھنے پر ہم مجبور ہوئے۔ واللّٰہ علیٰ مانقول شہید۔ (صفحہ ۴۷ و ۴۸ و ۴۹)

حضرت امام ابُو حنیفہؒ پر اتہام

حیرت ہے۔ کہ مولانا مودُودی نے جہاں فریب کے سارے علمی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ عوام کو فریب میں مبتلا کرنے کے لیے وہ یہاں تک بڑھ گئے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہ الزام تھوپ دیا۔ کہ ان کا مسلک بھی وُہی ہے۔ جس کو مولانا مودُودی اپنے مسلک اعتدال میں ہم کو بتا رہے ہیں۔ ارشاد ہے:۔

اور وُہی مسلک ہے۔ جو آئمہ مجتہدین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھتے ہیں۔ جو مُرسل اور معضل اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر ایک ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا گیا ہے۔ یا جن میں کچھ احادیث کچھ کہتی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کچھ کہتے ہیں۔ (تفہیمات جلد اوّل صفحہ ۲۹۶)

لیکن جب مودُودی صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ امام ابو حنیفہؒ پر جو الزام آپ نے رکھا ہے۔ اس کی کوئی مثال پیش کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت مثال میرے پیش نظر نہیں ہے اور مثال سے خواہ مخواہ بات بڑھتی ہے۔ فالی اللّٰہ المشتکی مولانا مودودی کے الفاظ یہ ہیں:۔

اس وقت میرے پیش نظر مطلوبہ نظیر نہیں ہے اور ویسے بھی نظریں پیش کرنے سے بحث کا سلسلہ دراز ہوتا ہے۔ (تفہیمات جلد اوّل صفحہ ۳۰۰)

(صفحہ ۴۹ و ۵۰ جماعت اسلامی کا دینی رُخ)

آگے چل کر صفحہ ۵۱ پر رقمطراز ہیں:۔

حاصل کیا نکلا کہ منکرین حدیث کی گمراہی ہدایت کے بھیس میں نہیں ہے۔ اور مولانا مودودی کی گمراہی ہدایت کے بھیس میں ہے۔ اب دونوں میں خطرناک کون ہے؟

مولانا مودودی کا یہ فتوٰی آپ پڑھ آئے ہیں کہ

گمراہیوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہ گمراہی ہے۔ جو ہدایت کے لباس میں جلوہ گر ہو۔

آگے چل کر تحریر کرتے ہیں :۔

ان حالات میں اگر کوئی مولانا مودودی کی خدمت میں یہ عرض کرے۔ تو مولانا مودودی اور اُن کے مومنین قانتین کے لیے کتنا تلخ ہوگا۔ کہ حدیث کی بلا واسطہ اور بالواسطہ وُہی لوگ مخالفت کرتے ہیں۔

جو دراصل اسلامی تہذیب کے نظام کو توڑنا چاہتے ہیں وہ اس کے تعینات کی حدُود میں اپنی (ہوا) اور خواہشات کی پیروی کے لیے کوئی گنجائش نہیں پاتے اس لیے انھوں نے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ کہ اس چیز کو ہی مٹا دو۔ جو اس نظام کی حد بندی کرتی ہے۔ پھر ہم آزاد ہو جائیں گے۔ کہ اسلام کے ڈھانچہ پر جس طرح چاہیں گوشت و پوست چڑھائیں اور جیسی چاہیں اس کی شکل بنا دیں۔

(تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۹۰)

"جماعت اسلامی کا دینی رُخ" اس کا تعارف جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند نے لکھا ہے اور اس کی کافی تعریف کی ہے۔ (مرتب)

آگے چل کر مولانا عبدالصمد رحمانی نے "ذوق تفقہ" جو امیر و امام جماعت اسلامی کو کثرت مطالعہ سے حاصل ہوا چند مثالیں پیش کرتے ہیں :۔

پہلی مثال

متحدہ ہندوستان کی جب دو ٹکڑوں میں یعنی ہند یونین اور پاکستان میں تقسیم ہوگئی تو باوجود اس کے کہ پاکستان میں بھی وہی کافرانہ دستور و آئین جاری تھا جو ہند یونین میں جاری تھا۔ مولانا مودودی نے پہلے یہ فتویٰ دیا کہ قرارداد مقاصد کی بنا پر پاکستان دارالسلام ہوگیا اور ہندوستان جس طرح دارالکفر تھا ہنوز دارالکفر ہے۔

اس کے بعد مولانا نے اپنے ذوق تفقہ کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہند یونین اور پاکستان کے مسلمانوں میں آئندہ باہم رشتہ مناکحت کا پیوند نہیں ہونا چاہیئے۔

مولانا مودودی کے الفاظ یہ ہیں :۔

آئندہ شادی بیاہ کا تعلق پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان نہ ہونا چاہیئے۔ (ترجمان القرآن شعبان ۱۳۷۰ھ بمطابق جون ۱۹۵۱ء)

اسلامی قانون شکن

اب مولانا مودودی سے کون کہے کہ حضرت مولانا یہ اسلامی نظام کے ایسے قانون کو توڑنا ہے۔ جو عہد رسالت۔ عہد صحابہ۔ عہد تابعین۔ تبع تابعین اور اُن کے بعد کے سلف صالحین سے لے کر آج تک مسلّم رہا ہے۔ بلکہ آپ کا یہ ارشاد اس ذاتِ اقدس ؐ کے اسوۂ حسنہ کے بھی خلاف ہے۔ جس کی پیروی اور اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور حضورؐ کا یہ اُسوہ حسنہ ایسا ہے۔ جو تقریباً حدیث سیر۔ تاریخ کی تمام معتبر کتابوں میں مذکور ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ ۷ھ میں جب عمرۃ القضا کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گیے تھے تو مقام سرف میں جو مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ مناکحت فرمایا تھا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عقد پڑھایا تھا اور اس وقت مکہ معظمہ دارالکفر تھا اور مدینہ منورہ دارالسلام تھا۔

اب مولانا مودودی سے کون پوچھے۔ کہ ایک متفق علیہ مسئلہ کے خلاف آپ نے کیوں ایسا ارشاد فرمایا۔ کیونکہ اس کے جواب میں مولانا مودودی بلا تردد فرما سکتے ہیں کہ :۔

میرے ذوقِ تفقہ کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ دار السلام اور دار الکفر کے مسلمانوں میں باہم رشتہ مناکحت کا ہونا نہیں ہونا چاہیئے۔ میں مجتہد[1] ہوں اور مجتہد کو حق ہے۔ کہ اپنے ذوق کے مقابلہ میں وہ صحیح حدیث کو بھی رد کر دے۔ چاہے وہ حدیث صحاح ہی کیوں نہ ہو اور "سیر" اور "تاریخ" کی معتبر کتابوں کا واقعہ ہی کیوں نہ ہو اور تمام مجتہدین اور آئمہ کا اس پر اتفاق کیوں نہ ہو اور چاہے اُسوۂ رسول ہی کیوں نہ ہو۔

"بخاری" میں ہے :۔

عن ابن عباس قال تزوج النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم میمونۃ فی عمرۃ القضاء۔

(باب عمرۃ القضاء)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

"ابوداؤد" میں ہے :۔

عن میمونۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم و نحن حلالان بسرف۔ (باب المحرم تیزوج)

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں۔ کہ سرف کے مقام میں حضورؐ نے مجھ سے نکاح فرمایا اور ہم دونوں حلال تھے۔ یعنی احرام میں نہ تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ مولانا مودودی اپنے ذوقِ تفقہ کے مقابلہ میں حدیث۔ سیر۔ تاریخ۔ اسماء الرجال سب کو دفتر بے معنی سمجھتے ہیں اور ان پر یہ الزام اور اتہام نہیں ہے۔ بلکہ امرِ واقعہ ہے۔ (جماعت اسلامی کا دینی رُخ صفحہ ۵۲ تا ۶۳)

[1] مولانا عبد الصمد رحمانی اگر یہاں "مزاج شناسِ رسول" لکھتے تو زیادہ موزوں تھا۔ (مرتب)

"جماعت اسلامی کا دینی رُخ" صفحہ ۷۳ و ۷۴ پر مولانا عبدالصمد رحمانی رقمطراز ہیں:۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض	اگر ان کو ہم جما دیں گے۔ زمین پر تو یہ لوگ
اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ	نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔
وامروا بالمعروف ونھوا عن	اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی
المنکر۔ الخ (حج)	خدمت انجام دیں گے۔

جُرأت کون کرے

اب مولانا مودُودی کی بارگاہ میں اس گستاخی کی جرأت کون کرے؟ کہ ان سے پُوچھے کہ حضرت آپ کے ارشاد پر ایمان لائیں؟ یا قرآن حکیم پر ایمان لائیں؟ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ ان ستم رسیدہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اگر حکومت عطا کرے گا۔ تو ان کا کام یہ ہوگا۔ کہ یہ اقامتِ صلوٰۃ اتیاءِ زکوٰۃ۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر کی خدمت انجام دیں گے یعنی

حکومت کو ان اُمور کے برپا کرنے کا ذریعہ بنائیں گے اور مقصود بالذات اقامتِ صلوٰۃ اور اتیاءِ زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوں گے اور آپ ٹھیک اس کے برعکس اور اس کے خلاف ارشاد فرما رہے ہیں۔

اور اگر کوئی خُدا کا بندہ غیر معمولی جُرأت سے کام لے کر یہ گستاخانہ سوال کر بھی بیٹھے تو پھر اس کا کیا علاج کہ بارگاہ تفقہ سے یہ ارشاد فرما دیا جائے گا کہ ہمارے اجتہاد۔ ہماری دینی مہارت۔ ہمارے ذوق تفقہ کا یہی فیصلہ ہے اور جوہری کی نگاہ ہمارے پاس ہے۔ جو وہ سب کچھ دیکھتی ہے۔ جو تم عامیوں کو مقلّد جامد کو۔ کنز و قدوری پڑھنے والوں کو۔ مدرسوں اور خانقاہوں کی محدُود چہار دیواری میں زندگی گذارنے والوں کو نصیب نہیں لہٰذا جو کچھ ما بدولت فرماتے ہیں۔ وُہی صحیح ہے۔ وہی اصل دین ہے تم کو اسلامی مزاج کی کیا خبر۔

آگے چل کر صفحہ ۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں :-

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں ان کو اس کا بھی لحاظ نہیں رہتا ہے۔ کہ علماء کے عناد میں وہ اپنے مطلق العنان اجتہاد سے قرآن و حدیث اور خدا اور رسول کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ جس کو دیکھ کر ہر دیندار شخص اس کہنے پر مجبور ہے کہ علماء کی مخالفت میں مولانا مودودی اب اس کے مصداق ہو گیے ہیں۔

اُسے بے سوچے سمجھے تیر برسانے سے مطلب ہے
جگر زخمی ہو۔ یا دل ہو نگاہ یار کیا جانے

تیسری مثال

مولانا مودودی نے خطبات میں "تاریخ، حج" کے آخر مضمون میں لکھا ہے کہ :-

وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمہ ہے۔ دُنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کعبۂ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گذرتا وہ توقطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو انھیں مسلمان سمجھتا ہے ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اُٹھتا ہے تو اُٹھا کرے۔ اللہ کی طاعت اور اُس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہر حال اُن کے دل میں نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۷۲)

حدیث کی خلاف ورزی

آگے چل کر مولانا عبد الصمد رحمانی صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں :-

میرے علم میں اہل سُنّت و جماعت میں سے کسی کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ انہوں نے حج میں تساہل کرنے والوں کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہو کہ وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں پھر ایسا فتویٰ دینا صریح حدیث کے بھی خلاف ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلّم ثلث من اصل الایمان الکف عن قال لا الٰہ الا اللّٰہ ولا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام لجمل ۔ الخ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ایمان کی بنیاد سے ہیں لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے رُکنا اور اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ ٹھہراؤ اور کسی غیر شرعی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام کے دائرہ سے خارج نہ کہو ۔

مودودی صاحب کے خبث باطن میں سے جو بات رہ رہ کر نوک قلم پر آتی ہے وہ پاکستانی قیادت کی مخالفت ہے ۔ ان کے نزدیک جو بھی شخص یورپ دیکھ آئے داڑھی منہ پر نہ ہو ۔ انگریزی لباس پہنتا ہو ، جُبّہ وقبہ سے بیگانہ اور بے نیاز ہو وہ مسلمانوں کا ہمدرد نہیں ہو سکتا بلکہ سطور بالا میں تو صاف نہ صرف اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ۔ جو یورپ گیا ہو اور حج نہ کیا ہو بلکہ جو اسے مسلمان بھی سمجھتا ہے وہ بھی قرآن سے جاہل ہے ۔

وُہ حضرات جو اقبالؒ وجناحؒ کے ارشادات ونظریات کو حرزِ جان بنانے کی تمنا رکھتے ہیں ۔ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ امیر دامام جماعت اسلامی کے یہ تیر ونشتر کہیں ان ہی دو برگزیدہ شخصیتوں اور ان کے ہمنواؤں پر تو نہیں برس رہے ۔ جہانتک ہم سمجھتے ہیں ۔ اشاروں میں یہ سب تیر مسلم لیگی اور پاکستانی قیادت پر پھینکے جا رہے ہیں ۔

حضور اکرمؐ کے صریح ارشاد کے باوجود یہ صالحین ومقدسین کا امام کس کس بھونڈے انداز اور کن کن سفلانہ طریق واسلوب سے کارکنان تحریک حصول پاکستان کی اُن عقیدتوں کو جو اُنھیں اقبالؒ وجناحؒ اور مسلم لیگی قیادت سے ہیں مجروح کر رہا ہے ۔ ہماری رائے جو اس نقاب پوش صالحین ومقدسین کے طائفہ کے بارے میں اور ان کے نظریات وخیالات سے متعلق ہے ۔ اوراق سابقہ میں پیش

کر چکے ہیں ہم نے علماء کرام کے ارشادات و آراء کو نذرِ قارئین کرنے کی اُدھوری سعی و کاوش اس لیے کی ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ایک ایسا شخص جو یہ حق نہیں رکھتا مودودی صاحب کے بارے میں ایسے ریمارکس کیوں دیتا ہے۔

ہم قبلہ قاری محمدؐ طیب صاحب کی اُس حوصلہ افزائی کو سراہتے ہیں۔ جو انھوں نے جناب مولانا عبدالصمد رحمانی کی کتاب "جماعت اسلامی کا دینی رُخ حصہ دوم" میں تعارف لکھتے ہوئے کی ہے۔ ہم نے "تضادات" کے بارے میں پہلے عرض کیا ہے۔ کہ ان کا ایک دو جلدوں میں پیش کرنا ممکن نہیں لیکن اس کتاب کے مرتب کرنے کے لیے جب مواد اکٹھا کرنے کے لیے تھوڑی سی کوشش کی۔ تو پتہ چلا کہ ہزاروں علماء کرام کی آراء بھی جمع کی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ میدان انہی حضرات کا ہے۔ ہم نے تو محض اپنی بے بضاعتی کی تائید میں ان حضرات کے فرمودات کی قوت حاصل کی ہے۔ وہ مردان باصفا وہ عاشقانِ رسولؐ اور وہ کارکنانِ تحریک حصول پاکستان جو مسلم لیگی قیادت کی ناعاقبت اندیشیوں اور غفلت شعاریوں اور چشم پوشیوں کی وجہ سے ان سے ناراض و مایوس ہو کر ان مقدسین کی گود و دامن میں چلے جا رہے ہیں۔ وہ اقبالؒ و جناحؒ کے پاکستان کی تزئین و زیبائش اقبالؒ کے فرمودات کے بیل بوٹوں اور اس قصر جناحؒ کی آرائش نظریۂ پاکستان کے خوشنما پھولوں سے کریں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عقیدت آنکھیں نہیں رکھتی۔ وہ ہمارے بھائی جو اسلام کے دلفریب نعروں سے متاثر ہو کر ان صالحین کے پھندے میں پھنسے جا رہے ہیں۔ چشم بصیرت وا کریں۔ اور ان کا چہرۂ کردار و افکار قرآن عزیز کی روشنی اور تحریک پاکستان کی مخالفت میں دیکھیں۔

(مرتب)

فتنۂ مودودیہ اور جہادِ کشمیر

جو جناب حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے بفرمائش دائرۃ التبلیغ پورہ ہیراں سیالکوٹ شہر شائع کیا۔ تاریخ اشاعت ۱۶ر نومبر ۱۹۴۸ء ہے۔ اس کتابچہ میں امیر جماعت اسلامی کی امارت کو شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز ثابت کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسجد مبارک پورہ میں مودودی صاحب کو جناب حکیم صاحب کے سوالات کا کوئی معقول جواب نہ بن آیا۔ پھر مسجد مبارک پورہ میں مودودی صاحب نے تشریف لانے کا وعدہ کر کے ایفا نہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے مریدوں کے اصرار پر چوہدری عبدالحفیظ صاحب وکیل کے مکان پر قریباً پچاس ساٹھ آدمیوں کے مجمع میں امیر جماعت اسلامی نے مناظرہ کیا جس میں مودودی صاحب نے اپنی اس حالت کے عالم میں کہ

پھڑ پھڑاتے ہوئے ہونٹ

چہرہ زرد۔ زبان خشک اور ہونٹ پھڑ پھڑاتے ہوئے جبکہ مودودی صاحب کو پہلے اپنے کو امام جہاد تسلیم کرانے کے لیے مصر تھے۔ پھر یہ الفاظ اس عالم میں واپس لے لیے۔

جناب حکیم صاحب نے شرعی نقطۂ نظر سے امیر و امام جماعت اسلامی کی امارت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ یہ کتابچہ پُراز معلومات ہے۔ فاضل مصنف نے امام کی حیثیت اور جہاد کشمیر کے بارے میں نہایت عالمانہ انداز میں امیر جماعت اسلامی کے دجل و فریب کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور مولانا مودودی کی علمی حیثیت کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ مودودی صاحب کو حضرت شبیر احمد عثمانیؒ نے ہدایت کی تھی۔ کہ وہ اپنے غلط اقدام سے رجوع کریں۔ یہ بھی رنجدہ واقعہ

درج کیا ہے۔ کہ حضرت قائداعظمؒ کی وفات پر جبکہ تمام دُنیائے اسلام حتّٰی کہ ہندوستان کے اُن کے اُن مخالفین نے جن سے قائداعظمؒ نے جنگ پاکستان لڑ کر ملک تقسیم کروایا اظہار افسوس کیا۔ لیکن موُدودی صاحب کی زبان و قلم سے کلمہ افسوس نہ نکلا۔

مولانا موُدودی صاحب مسئلہ جہاد کشمیر کے بارے میں جو قرآنی آیات سے تاویل کرتے ہیں اور اپنے بیان میں فرماتے ہیں۔ کہ میری رائے یہی ہے۔ اس کا جواب جناب حکیم صاحب نے نوائے وقت مجریہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء میں شائع کرایا:۔

زمن گو صُوفی و ملّا سلامے ۔۔۔ کہ پیغامِ خُدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت ۔۔۔ خُدا و جبرئیل و مصطفٰے را

جناب حکیم محمّد صادق سیالکوٹی صفحہ ۳۷ پر رقمطراز ہیں:۔

موُدودی مشرقی پنجاب کے مہاجرین کی ہجرت اور شہادت کا منکر ہے۔

عرفان چغتائی صاحب اور موُدودی صاحب

موُدودی صاحب، طفیل احمد اور نعیم صدیقی کو ہمراہ لے کر سیرت کے ایک جلسہ پر جھنگ گیے۔ موُدودی صاحب کے وُرود کی خبر سُن کر عرفان چغتائی مدیر قلندر۔ غلام محمّد صاحب رنگین مدیر عروج اُن کی ملاقات کو تشریف لے گیے۔ مجلس میں چند مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے طلبار، عبدالکریم صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی اور مولوی منظور علی صاحب مدرسہ اسلامیہ ہائی سکول مگھیانہ موجود تھے۔

"مدیر قلندر" کا موُدودی صاحب سے مکالمہ ہوا۔ جو اختصاراً درج ذیل ہے:۔

سوال:۔ مولانا آج آپ کے رفیق کار امین احسن اصلاحی صاحب کی

کسی تحریر کا اقتباس ایک پوسٹر کی شکل میں نظر سے گذرا جس میں درج تھا۔ کہ مسلمانو! تم نے باطل اُصولوں کی خاطر گھر بار چھوڑا۔ عزیز و اقارب کو ذبح کرایا بتلاؤ نا کیا وہ اُصول باطل تھے۔ جس کے لیے مشرقی پنجاب اور ریاستوں کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے یہاں آنا پڑا؟

جواب:۔ واقعی میرے نزدیک کسی کو مہاجر کہنا از رُوئے شریعت ناجائز ہے۔ کیونکہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا یہ سفر، ہجرت نہیں ہے۔

سوال:۔ تو کیا آپ کے نزدیک مہاجرین کی جانی اور مالی قربانیوں کی کوئی قیمت نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ وہ بھگوڑے اور بزدل ہیں۔ انھوں نے ایک غلط قدم اُٹھایا تھا۔ قومیت کی جنگ لڑی تھی۔ جب اس کی سزا بھگتنے کی باری آئی۔ تو مشکلات سے گھبرا کر فرار کی راہ اختیار کی۔

سوال:۔ گستاخی معاف کیا آپ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں، پٹھانکوٹ سے بھاگ کر پاکستان آئے؟

جواب:۔ خاموشی۔

سوال:۔ مسئلہ کشمیر کے متعلق اخبار میں آپ کا ذکر دیکھا ہے۔ فرمائیے کیا خیال ہے؟

جواب:۔ پاکستانی مسلمان اس جہاد میں حصّہ نہیں لے سکتے۔

سوال:۔ خُدا کے لیے کشمیر کی جنگ کے خاتمہ تک اپنے فتوے کو ترجمان القرآن کے دفتر میں محفوظ رکھئے۔ جب جنگ کشمیر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گی۔ آپ یہ فتویٰ شائع کر دیں۔ "خطاکار" مجاہدین پروردگار عالم سے معافی مانگ لیں گے۔

جواب:۔ آپ معقولیت کی راہ چھوڑ رہے ہیں۔

اس پر مودودی صاحب کی طبیعت متغیر سی ہو گئی۔ شام کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میزبان کی جائے رہائش پر نمازِ مغرب ادا کر کے ہم رخصت ہوئے۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے چند طلبا جو جماعت اسلامی کے اراکین تھے وہ بھی دورانِ گفتگو میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ مودودی صاحب کے دو ارادت کیش جناب عبدالکریم صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی اور محترم مولوی منظور علی صاحب اساتذہ اسلامیہ ہائی سکول جھنگ مگھیانہ بھی شریک صحبت تھے۔ ان اساتذہ کی تمام ترعقیدت ختم ہو گئی۔ اور "ایڈیٹر عروج" سے جب میں نے چلتے چلتے گھوم کر پوچھا۔ بتایئے رنگین صاحب مودودی صاحب کیسے ہیں؟ رنگین صاحب نے سنہرے فریم کی عینک ناک کے بانسے پر جماتے ہوئے کہا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

(نوائے وقت ۲۹ اگست ۱۹۴۸ء)

بھگوڑے اور بزدل کون؟

وہ صاحبان جنہیں خدا نے عقل و بصیرت اور فہم و فراست سے نوازا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ سکھ درندوں اور سفاک ڈوگروں نے مسلمانان مشرقی پنجاب اور ریاستہائے ہند کو اس لیے خاک و خون میں تڑپایا تھا کہ وہ خدا اور رسول کے نام لیوا تھے اور وہ برسوں سے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے جنگ پاکستان لڑ رہے تھے۔

لیکن امیر وا مام جماعت اسلامی ان کو شہید تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور سائل کے جواب میں فرمایا جاتا ہے۔ کہ وہ بھگوڑے اور بزدل تھے کوئی بھلا اس دارالسلام کے بزدل بھگوڑے سے پوچھے کہ خیر جمہور مسلمین

نے تو حضرت قائد اعظمؒ کی قیادت میں حصولِ پاکستان کے لیے جنگ لڑی انھیں حق حاصل تھا۔ کہ جان کے تحفظ کے لیے اپنے حاصل کردہ ملک میں آکر پناہ لیں لیکن اے امیر جماعت اسلامی تمہاری جماعت تو قدم قدم پر اس تحریک کی مخالفت کرتی رہی اور آپ نے بے شرمانہ انداز میں اس پاکستان میں (دارالسلام سے آکر دارالکفر میں) پناہ کیوں لی جس کی فوج میں بھرتی ہونے سے اپنے آدمیوں کو روکتے رہے اور سرکاری ملازمتوں سے منع کرتے رہے جو کہ انگریز کے دورِ حکومت میں آپ نے نہ کیا۔ اور پھر کمال بے شرمی سے جھنگ مگھیانہ پاکستان میں بیٹھ کر پھر عامۃ المسلمین کو پاکستانی قیادت سے بدظن کرنے کے لیے کہتے ہو۔ کہ ان مسلمانوں پر جو کچھ مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔ صرف اس لیے کہ انھوں نے قومیت کے لیے غلط قیادت کے زیر فرمان یہ غلط اقدام کیا تھا (یعنی پاکستان حاصل کیا ہے جس میں خود بھی اس مخالفِ تحریکِ پاکستان نے اپنی جان بچائی)

ہم اُن حضرات سے جو جماعت اسلامی کی پروپیگنڈا کی قوت سے متاثر ہو کر مسحور ہوئے جا رہے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ پاکستان میں آن کر بھی قائداعظمؒ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرنے والے اس نقاب پوش امیر جماعت اسلامی کو کب سمجھو گے؟ جو ہندوستان اور پاکستان میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تھا بلکہ ناپاکستان کہتا تھا اس کی فتنہ پردازیوں کو کس حد تک اور کب تک برداشت کرتے جاؤ گے۔ اور مزید چشم پوشی کب تک کرو گے۔ ہم عمائدین ملت سے ایک سیدھا سا سوال کرتے ہیں۔

ماضی۔ حال۔ مستقبل

کہ جس جماعت کا ماضی داغدار۔ حال مخالف ہو کیا پاکستان کا مستقبل

اس کے سپرد کرنے کی صلاح ہے؟ کیا وہ شخص جو قیام پاکستان کو اپنے ماضی کی تکذیب سمجھتا ہے اور برسوں تک اس کے مرید لوگوں میں یہ تاثر پیدا کرتے رہے ہے کہ یہ سب کچھ غلط قیادت (قائداعظمؒ) کی وجہ سے مصائب ابتلاء کے پہاڑ آپ پر ٹوٹ رہے ہیں

اس دارالاسلام کے بھگوڑے اور بزدل میں تو شرافت کا شائبہ تک باقی نہیں۔ جو پاکستان میں امن وسکون سے زندگی گزارنے کے باوجود بھی پاکستانی قیادت کے خلاف زہر چکانی کرتے رہنا ہی ضروری سمجھتا ہے۔ ہم کچھ مزید کہنا نہیں چاہتے لیکن حامیانِ نظریۂ پاکستان کے اندر وہ حمیت وغیرت کیوں نہیں جو ہونی چاہیئے۔ اب بھی دوست دشمن میں تمیز پیدا کرو۔ کیا مودودی کے خلاف پاکستان اسلام میں اتنا آزما لینے کے بعد اب بھی کوئی خوبی نظر آتی ہے؟

خدارا ہوش میں آؤ

خواب غفلت سے بیدار ہو کر ملک دولت کی فلاح وفوز کے لیے عملی پروگراموں کو سامنے لاؤ۔ وگرنہ آپ کی کاہلی اور ناعاقبت اندیشیوں نے جو خلا پیدا کر رکھا ہے یہ پُر تو ہو کر رہے گا۔ یہ یاد رکھیئے کہ ان ملّائی قوتوں کی حمایت واعانت اپنی ذہنی۔ فکری اور دماغی شکست اور فرض ناشناسی کا کھلم کھلا اعلان ہے۔ یہ ٹھیک ہے ہماری معاشرتی زندگی افراط وتفریط کے جھولے جھول رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ اب ہم میں حضرت قائداعظمؒ ایسا مدبر نڈر اور بے باک لیڈر نہیں لیکن قائداعظمؒ کے بتلائے ہوئے اُصول تو باقی ہیں۔ اقبالؒ کے نظریات تو ہمارے لیے رہنمائی کا کام دے سکتے ہیں۔ آؤ پاکستان کو ایک مثالی مملکت بنانے کے لیے یہ عزم کریں کہ ہم اپنے

سوز و گداز اور جذبہ جہد و عمل سے ملک میں ایسی خوشگواریاں لائیں گے۔ جن سے معاشرتی و معاشی ناہمواریاں ختم ہو جائیں۔ (مرتب)

فتنۂ مودودیہ اور جہاد کشمیر کے صفحہ ۸۹ پر جناب حکیم محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:۔

سکھوں کی طرف سے مودودی صاحب کو "شمع ہدایت" اور مرد مجاہد کے خطاب

عبدالغفار اور مودودی

عبدالغفار تخریبی کارروائیاں کرتے جب پکڑا گیا اور جیل میں پہنچا تو ہندوؤں نے پاکستان کو بہت کوسا۔ دو لاکھ مسلمانوں کا خون بہانے والے راجہ پٹیالہ نے عبدالغفار کی گرفتاری پر بہت احتجاج کیا اور پاکستان کو جلی بھنی سنائیں۔ خدا کی شان مودودی صاحب کی گرفتاری پر بھی تیج دہلی اور ویر بھارت امرتسر نے بہت افسوس کیا اور مودودی صاحب کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے پاکستان کو برا کہا۔ لیکن سکھوں کے اخبار "شیر پنجاب" نے تو حد کر دی لکھتا ہے:۔

پاکستان میں مسٹر جناح کی ڈکٹیٹر شپ قائم تھی۔ انھوں نے خاکساروں کو ختم کیا۔ احراریوں کو محبوس کیا۔ جب تمام سیاسی جماعتیں پاکستان سے ختم ہو گئیں۔ تو کئی نیک نیتی سے اختلاف رکھنے والوں کو جیل میں محبوس کر دیا۔ اور کئی "مرد مجاہد" اب بھی مسلمانوں کے روپ میں ان اسلام کے دشمن مسلم لیگیوں کے مظالم کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان غیر انسانی اور غیر اسلامی کارروائیوں کے خلاف جو مذہب کے نام پر فرضی جہاد کے طور پر کی جا رہی ہیں۔ پاکستان کی جماعت اسلامی کے صدر مولانا مودودی نے زبردست پروٹسٹ کیے اور واضح طور پر اعلان کیا۔ کہ جنگ کشمیر ہرگز جہاد نہیں۔ یہ ایک غیر اسلامی جنگ ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس مرد خدا کی سچائی اور جرأت کے معترف ہوتے اور کشمیر کی جنگ بند کر کے اپنی دیانت داری اور راست بازی کا ثبوت دیتے الٹا انہوں

نے ظلمستان پاکستان میں اس شمع ہدایت کو بجھا دینے کی تدبیریں وضع کرنی شروع کردیں۔ اور بالآخر حکومت نے پاکستان کے اس معزز شہری کو جس نے ظلم اور ریا کی طاقتوں میں رہتے ہوئے بھی صدائے حق بلند کرنے کی جسارت کی اس کے سیکرٹری سمیت اس کو گرفتار کرلیا۔ (شیر پنجاب بحوالہ نوائے وقت۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

حضرات دیکھ لیجے آپ نے مودودی صاحب اپنی جماعت سے جہاد کی بیعت لیتے رہے۔ انگریز کے چلے جانے کے بعد جب کشمیر میں جہاد قائم ہوا تو اس جہاد کی مخالفت شروع کردی۔ اعانت مجاہدین کو شرعًا ناجائز قرار دے کر ہندوؤں اور سکھوں کی حمایت کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج سکھ انھیں "شمع ہدایت" اور مردِ مجاہد کے خطاب دے رہے ہیں۔ اور ہندوستان کے کافروں کے پاس مودودی صاحب کو عزت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے تیبتغون عندھم العزۃ۔ "منافق کافروں کے پاس عزت چاہتے ہیں"۔ مودودی صاحب نے کافروں کے پاس عزت چاہی یا نہ چاہی یہ الگ بات ہے لیکن وہ اپنے عمل سے تمام مسلمان قوم میں ذلیل اور کافروں میں معزز ہوئے۔

افسوس مودودی صاحب ساری عمر جہاد جہاد پکارتے رہے۔ لیکن جب جہاد کا وقت آیا۔ تو سکھوں نے اپنے حق میں انھیں مردِ مجاہد پایا۔ (مرتب)

جنگ کشمیر جہاد ہے اور اس کی امداد لازم ہے
پاکستان کو نقصان پہنچانے والا کافر ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی طرف سے کشمیر اور پاکستان کے سلسلہ میں دو فتوے علمائے عالم اسلام کی خدمت میں پیش ہوئے ہر دو فتوؤں کی تصدیق کے لیے علمائے حرم، علمائے جامعہ از (مصر) شام، حضرموت،

کردستان، ایران تمام علماء کا ایک اجلاس مدرسہ سعودیہ میں حضرت شیخ حسن البناء مدظلہ المرشد عام انجمن اخوان المسلمین کی صدارت میں ہوا اور اس میں تمام علمائے اسلام نے ہردو فتاوٰی کی تصدیق فرمائی۔ یعنی تمام دُنیائے اسلام کے علماء نے جنگ کشمیر کو شرعی جہاد قرار دیا۔

دُوسرے فتوے میں پاکستان کی مدد ہر مسلمان پر لازم قرار دی اور قرار دیا۔ کہ جو پاکستان کی اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچائے وہ کافر ہے اور ایسا فعل حرام ہے۔ (نوائے وقت ۱۴ر نومبر ۱۹۴۸ء)

یہ فتوے اخبار ڈان، پاکستان ٹائمز، زمیندار اور دیگر تمام اخبار و جرائد میں چھپ چکا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو کسی غدار یا گمراہ مجتہد کے فتوے پر لگ کر جنگ کشمیر کو جہاد سمجھنے میں شک و شبہ نہیں کرنا چاہیئے اور مجاہدین کشمیر کی اعانت کو لازم اور واجب سمجھنا چاہیئے۔ نیز پاکستان اسلامی سلطنت کی دفاع و تعمیر کی خدمت کو عبادت جانیں۔ اسے کسی صُورت میں نقصان پہنچانے والے کو دُنیائے اسلام کے تمام علماء نے کافر ہونے کا فتوٰی دے دیا۔ اب جو لوگ پاکستان کو غیر اسلامی سلطنت۔ اس کی فوجی بھرتی کو حرام اس کی حلفِ وفاداری کو خلاف شرع۔ جہاد کشمیر کی امداد کو ناجائز کہہ کر فتوے دیتے ہیں۔ ان سے بڑا پاکستان کو نقصان پہنچانے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

(فافهموا ولا تكن من المودودين۔ صفحہ ۹۱ و ۹۲ فتنہ مودودیہ اور جہاد کشمیر)

صفحہ نمبر ۶۴ پر حکیم مولانا محمد صادق صاحب رقمطراز ہیں:۔

مودُودی صاحب! آپ نے ایک جماعت بنا کر امارت کا جامہ پہن کر اُن کی تو بصارت لے لی۔ کیا اسی طرح آپ ساری دُنیا کو اندھی سمجھتے ہیں۔ کہ جو مُنہ سے نکلے گا۔ قرآن کا درجہ پائے گا اور دُنیا آنکھیں بند کر کے اس

پر ایمان لے آئے گی۔

کتاب و سنّت کے حضور تو سچ مچ کے امیر المومنین دم بخود رہا کرتے تھے۔
اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے اور رائے سے جائز یا ناجائز کہنے والوں
کو اعداء السنن (رسول اللہ کی سنتوں کے دشمن) کہتے تھے۔ لیکن آپ جھوٹ
موٹ کی باطل امارت کے مدعی ہو کر امورِ دین میں "میری رائے" "میرے نزدیک"
کہتے ہو۔ اللہ سے نہیں ڈرتے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

جناب حکیم صاحب مصنّف فتنہ مودودیہ اور جہاد کشمیر جو مسلمانوں کے
فاضل اجل مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے فیض یافتہ ہیں۔ صفحہ ۲۴ و ۲۵ پر
تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ مناظرہ جو وکیل صاحب کے مکان پر ہوا اس میں یہ سوال مودودی صاحب
پر حکیم صاحب نے کیا تھا۔ (مرتب)

کونسا امیر واجب القتل ہے۔

محمّد صادق:۔ مولانا! توجّہ سے سنیں! مرزا بشیر صاحب موجودہ گدّی نشین
کہتے ہیں۔ "مَیں امیر، میری طاعت واجب، میرے بیت المال میں سب زکوٰۃ دو۔"
مولوی محمّد علی امیر جماعت لاہوری پارٹی کہتے ہیں۔ "مَیں امیر، میری اطاعت
واجب اور زکوٰۃ میرے بیت المال کے سوا باہر مت دو"۔ سیّد شریف صاحب
گھڑیالوی اور عبدالوہاب صاحب دہلوی بھی یہی کہتے ہیں۔ اور چشمِ بد دور آپ
بھی ان امیروں کی طرح یہی فرماتے ہیں۔ "مَیں امیر ہُوں۔ میری اطاعت واجب
ہے۔ اور زکوٰۃ میرے ہی بیت المال میں دو۔" (بحوالہ دستور و رُوداد)

مولانا! حضرت مولانا!! سُنیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکوٰۃ شریف میں فرمایا ہے کہ جو امیر شریعت کی شرائط کے مطابق ہو اور اس کو مسلمان امیر بنالیں اس کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اور امیر کھڑا ہو، تو امیر برحق کا فرض ہے کہ وُہ دُوسرے باطل امیر کو قتل کردے۔

جناب موُدودی صاحب! مَیں آپ سے پُوچھتا ہوں۔کہ موجُودہ امارتیں مع آپ کے اس وقت جو ملک میں موجود ہیں۔ان میں کونسی امارت برحق ہے اور بحکم نبی کریمؐ کونسا امیر واجب القتل ہے؟

موُدودی صاحب:۔معاف فرمائیے میرے پاس جواب نہیں ہے۔

سُبحان اللہ دُودھ میں پانی کی بُو تک نہ رہی۔

جناب مصنّف فتنۂ موُدودیہ اور جہاد کشمیر صفحہ ۳۹ پر:۔

موُدودی صاحب سے مکرر خطاب

کے عنوان سے لکھتے ہیں۔فرمائیے جناب! پاکستان کے ساتھ ہری سنگھ کا معاہدہ کب ہوا۔اگر نہیں ہوا۔تو مسلمانان پاکستان اگر اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کو کشمیر ہری سنگھ کے خلاف جائیں۔تو کس طرح ناجائز ہے؟ اور ہندوستان جو بقول آپ کے پاکستان کا حلیف ہے۔اپنے حلیف پاکستان کے حلیفوں کشمیری مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو آئے۔تو جو معاہدہ آپ کی شہادت سے قلمبند ہوا تھا۔فوراً ٹوٹ گیا۔پھر بھی کشمیری مسلمانوں کی مدد جائز ہوئی۔علاوہ ازیں ہندوستان کا اسلامیان کشمیر پر حملہ کرنا ہی معاہدہ (بقول موُدودی صاحب) کو توڑ دیتا ہے۔ کیونکہ مسلمانانِ پاکستان اور مسلمانانِ کشمیر کے درمیان قرآن نے انما المؤمنون اخوۃ کے حکم سے سلسلہ مواخات و موالات قائم کیا ہوا ہے۔تو ہندوستان کا اسلامیان کشمیر پر حملہ کرنا پاکستان کے ساتھ دو اور دو چار کی طرح واضح عذر

(عہد شکنی) ہے۔ پھر بھی مدد جائز ہوئی۔

افسوس مودودی صاحب کو اتنا علم نہیں کہ میثاق شرعی کسے کہتے ہیں۔ جس طرح مسلمان اپنے بدترین دشمن سکھوں سے واہگہ منڈی پر جا کر تجارتی لین دین کرتے ہیں اسی طرح اگر ہندوستان پاکستان کو غلہ چینی۔ لوہا وغیرہ کے عوض کپاس۔ [illegible]ک۔ گندم وغیرہ کا لین دین کرتا ہے تو اس سودے بازی کو اگر مودودی صاحب میثاق کہہ رہے ہوں۔ تو ان کے مبلغ علم کا بھانڈا کٹڑہ جمیل سنگھ کے چوراہے پر پھوٹ چکا ہے۔

پاکستان کی ملکیت جوناگڑھ پر ہندوستان نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ ۵۵ کروڑ روپے پاکستان کے دینے کا اقرار کر کے کئی بار انکار کیا۔ بین الاقوامی قانون کی رُو سے دریا آزاد ہوتے ہیں۔ ہندوستان نے پاکستان کا دریائی پانی بھی بند کر دیا۔ لاکھوں ٹن پاکستان کا اسلحہ باوجود اقرار کے نہیں دیا۔ پاکستانی سرحدوں پر آ کر متعدد مرتبہ حملے کیے۔ ہوائی جہازوں نے بم گرائے۔ باوجود اقرار کے بے شمار مسلمان عورتیں سکھ ریاستوں سے برآمد نہیں کرائیں۔ پٹیل کئی بار جنگ کی دھمکیاں دے چکا ہے۔ حال ہی میں اقرار کے خلاف داخلے کے لیے پرمٹ سسٹم جاری کر دیا۔ اگر مودودی صاحب ان باتوں کو معاہدے کا مواد سمجھتے ہیں۔ تو پھر بھی معاہدہ عہد شکنی کی آغوش میں سو چکا ہے۔

حربی کافر قوم

مودودی صاحب امارت کا نشہ اُتار کر سنیں۔ جو قوم چھ لاکھ مسلمانوں کو ازراہِ ظلم قتل کر چکی ہو۔ پچاس ہزار مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنا کر سکھوں کو دے چکی ہو مشرقی پنجاب کی ہزاروں مساجد کو ویران بنا دیا ہو۔ ان میں نمازیں، خطبے اور اذانیں بند ہو گئی ہوں۔ بے شمار مسلمانوں کو ان کے گھروں سے مار بھگایا ہو۔ ایسی

حبی کافر قوم سے پاکستان کے معاہدانہ تعلقات (دوستی) کی رٹ لگاتے ہوئے آپ کو شرم تک محسوس نہیں ہوئی۔

ان کنت تدری فتلک مصیبۃ　　　وان کنت لاتدری فالمصیبۃ اعظم

مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا آپ ناجائز ٹھہراتے ہیں ؎

علم حق را در قضا انداختی

بر نانے نقد دیں در باختی

مندرجہ بالا سطور سے قارئین کرام امیر و امام جماعت اسلامی کی دینی سیاسی فراست کا اندازہ فرما چکے ہیں۔

نہ خُود شناس نہ خُدا شناس

جب قوموں کی زندگیوں میں ایسے موڑ آتے ہیں۔ تو ان کے اکابرین و قائدین کے لیے یہ ایک آزمائشی مسئلہ ہوتا ہے۔ ایک ہشیار اور زیرک پالٹیشن حضرت قائد اعظمؒ کی طرح قوم کو ساحلِ مُراد تک لے جاتا ہے۔ اپنے مقصدِ جلیل کو پا لیتا ہے۔ لیکن امیر و امام جماعت اسلامی کی طرح کے لوگ عقل و تدبّر اور فہم و فراست اور غور و فکر کے جوہروں سے جن کے دامن تہی ہوتے ہیں۔ بجائے اس کے صحیح رہنمائی کر سکیں۔ مشکلات و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ "فتنہ مودودیہ" اور "جہاد کشمیر" کے مصنف نے جس محققانہ انداز اور مدبّرانہ طریق سے سطور بالا میں حقائق سُپردِ قلم کیے ہیں۔ قابل صد ستائش ہی نہیں۔ بلکہ اس امر کے لیے قابلِ اعتراف بھی ہیں۔ کہ اس قسم کی سطحی عقل و دماغ کے آدمی کے ہاتھ میں قوم کی تقدیر نہیں دی جا سکتی۔ جو نہ خُود شناس ہو نہ خُدا شناس۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ اس کتاب کے

مرتب کی محرک ہے نہ کوئی ذاتی مخالفت یا خدانخواستہ مودودی صاحب سے کوئی پرخاش ہے۔ ایک آرزو ہے۔ ایک تمنا ہے۔ ایک جوش اور ایک ولولہ۔ ایک جذبہ اور ایک جنون ہے کہ اپنے نوجوانوں کے قلوب کے نئے نئے وجدآفریں تاروں کو چھیڑا جائے اور اپنی نوخیز نسل۔ ملت کے برنا و پیر کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ ہر چمکتی ہوئی سنہری چیز کو سونا نہ سمجھ بیٹھیں وہ بصیرتیں اور بصارتیں خدائے عزوجل ہر کہ ومہ کو عطا نہیں کرتا۔ جو اقبالؒ و جناحؒ کو عطا کیں تھیں۔ ہماری حیاتِ نو کا راز اقبالؒ کے الفاظ کی روح میں پنہاں ہے۔ ہم ایک مستقل مزاج۔ ثابت قدم۔ اپنی دھن کی پکی قوم کی طرح اپنی نظریاتی مملکت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے ان مولوی صاحبان سے بے نیاز ہو کر جنھوں نے تحریکِ حصولِ پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی کام کریں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بہت سی مجبوریاں عناں گیر ہوں گی۔ درست ہے حالات کی نامساعدت سدِّ راہ ہوگی۔ اعتراف ہے کہ قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ ہوں گے لیکن وہ با اخلاق لوگ جو سادہ مزاج اور بے غرور ہیں۔ اپنے ناقدردانوں۔ دوست کُشوں اور خیرخواہوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ کر اپنے رفیقوں کی معیت میں اقبالؒ کے دل سوز۔ رقت خیز و درد انگیز حیات آور، پُر اثر اور صاف و شفاف فرمودات کی روشنی میں میدان عمل میں کود یں۔ نوجوانانِ ملت میں پھر نئی روح پھونک دی جائے۔ وہ اغراض و مفاد کے بندے جو عمر بھر نظریہ پاکستان کی مخالفت کرتے رہے اب صرف مطلب براری کے لیے ہمدرد و ہمنوا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی دوستیوں اور رفاقتوں سے سیاسی طور پر پرہیز کیا جائے۔

حالات کا شدید ترین تقاضا سمجھتے ہوئے ہم یہ قصہ درد سنانے کے لیے مجبور ہوئے ہیں۔ اس کا ہمیں اعتراف ہے۔ کہ مسلم لیگ کی قیادت نے اپنی ناعاقبت اندیشیوں۔ گروہ سازیوں اور مفاد پرستیوں کی وجہ سے ملک کو اس نازک مقام پر کھڑا

کر دیا ہے۔ کہ تحریکِ حصولِ پاکستان کے مخلص ترین رُفقا مایوسیوں اور ناامیدیوں کے تاریک غاروں میں چلے گیے ہیں۔ لیکن ایک ہم ہیں ؎

قنوط و یاس کے پنجے بہت مضبوط ہیں لیکن ابھی دل سے اُمیدوں کی فراوانی نہیں جاتی
بھائی گرچہ ہم نے جوئے خوں راہِ تمنا میں مگر پھر بھی ہماری خُوئے قربانی نہیں جاتی
بھری محفل کا سب کچھ لُٹ گیا، دل بجھ گیے لیکن
بس اِک "لا تقنطو" کی شمع نُورانی نہیں جاتی

بس بارگاہ رب العزّت کا یہی فرمان کہ نااُمید نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں بار بار اس اعلان کے لیے دعوت دیتا ہے کہ آؤ

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خُود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

اور ببانگ دُہل اعلان کریں۔ کہ پاکستانی معاشرہ کی تشکیل اقبالؒ وجناحؒ کے فرمودات و نظریات کی روشنی میں ہوگی نہ کہ کسی جماعت کے امیر و امام کے اس اسلام کے مطابق جو قیام پاکستان کا مخالف۔ پاکستان کے حال کا منافق اور مستقبل کے لیے عظیم خطرہ ہے ؎

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی (اقبالؒ)

معلوم ہے کہ بعض حضرات کو ہماری یہ تکرار کہ اقبالؒ وجناحؒ کے نظریات وفرمودات کی روشنی میں ہمارے معاشرہ کی تشکیل ہونی چاہیئے کچھ گراں گذرے گی۔ لیکن وہ دیوانہ رسولؐ جسے اقبالؒ کہتے ہیں۔ اندازہ تو فرمائیے۔ کہ جب اس کے دیدۂ انتخاب نے جناحؒ کو تمام مسلمانوں میں سے انتخاب کیا ہو تو کیا یہ علامہؒ کی نظر کی کوتاہی ہوگی ؟

چند ملاقاتیں

"چند ملاقاتیں" کے عنوان سے سید الطاف حسین ایم۔اے لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ علامہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ چند اور طلبا بھی ساتھ تھے۔ ہم نے سوال کیا۔ ڈاکٹر صاحب فوق البشر کی کیا تعریف ہے کہنے لگے ہر مومن فوق البشر ہے اور اسلام وہ بہترین سانچہ ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں۔ چونکہ کارلائل کی کتابیں ہمارے کورس میں شامل تھیں۔ لہٰذا ضمنی طور پر اُس کے نظریہ ہیرو (HERO) کے متعلق بھی تذکرہ آگیا۔ کہنے لگے ہیرو کی تعریف یہ ہے کہ وہ انسان جس کے اعمال وافعال نوعِ انسانی کے لیے چشمہ ہائے زندگی جاری کرنے والے ہوں۔ شخصیت پرستی (HERO WORSBIP) ہندو قوم کی امتیازی صفت ہے۔ مگر اسلام اس کے خلاف ہے۔ یہاں آپ نے بہ طریق تعلّی نہیں۔ بلکہ گزارش احوال واقعی کے طور پر ایک تقریب کا قصہ سنایا۔ جس پر وائسرائے کے علاوہ ہندوستان کی ریاستوں کے فرمانروا اور دیگر اکابر وزعمائے ملک کا ایک جمِ غفیر رونق افروز تھا۔ کہنے لگے

"جس وقت مہاتما گاندھی اس مجمع میں داخل ہوا۔ تو قریبًا سب لوگ اُس کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جس کے سامنے سے گزرتا وہی احترامًا اُٹھ کھڑا ہوتا۔ مگر جب میرے پاس سے گزرا۔ تو مَیں بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد وائسرائے نے چند لوگوں کی دعوت کی۔ جن میں مَیں بھی مدعو تھا۔ دعوت کے بعد وائسرائے نے مجھ سے تنہائی میں کہا۔ کہ مَیں آپ سے ایک سوال پُوچھنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں۔ مَیں نے کہا کہیئے۔

کہنے لگا کہ تقریب پر مہاتما گاندھی کی تعظیم کے لیے سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہانتک کہ مَیں نے سر شفیع کو بھی اُٹھتے ہُوئے دیکھا۔ مگر آپ اپنی جگہ پر بدستور

قائم رہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

فرمایا ایک دو سیکنڈ تو میں خاموش رہا۔ مگر پھر مجھے دفعتہً جواب سوجھا۔ اور میں نے کہا۔ غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ اس ملک میں کئی مسلمان ایسے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے۔ ان سے اکثر بیشتر ہنوز اپنے آباؤ اجداد کی صفات سے متصف ہیں۔ الحمدللہ میں اُن سے نہیں ہوں"۔

اسوۂ رسول اور شخصیت پرستی

پھر آپ نے کہا۔ "کہ اسوۂ رسول شخصیت پرستی کی مخالفت کا بہترین مظہر ہے۔ رسولِ خداؐ صحابہ کرامؓ کی جماعت کے پاس جب کبھی جاتے تو وہ آپ کو دُور سے دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑا ہو جایا کرتے۔ آپ نے ایک دو مرتبہ دیکھا اور تیسری مرتبہ منع فرمایا۔ خیال کیجئے وُہ ہستی جس کی خاطر اُس کے متبعین اپنے خون کا آخری قطرہ گرا دینا دینی و دنیوی سعادت مندی کا واحد ذریعہ تصور کرتے تھے اُسے اتنا بھی گوارا نہ تھا۔ کہ کوئی اُس کی خاطر اُٹھ کھڑا ہو۔ ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ کہتے ہیں رسولِ خداؐ شام کا کھانا کھانے کے بعد صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عام طور پر صحرا میں برائے سیر جایا کرتے تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ جب آپ مصروف سیر تھے تو چند غزال آپؐ کے پاؤں کو آکر چومنے لگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "قبلہ دو عالم! جانوروں کو تو یہ سعادت نصیب ہو۔ مگر ہم اس کے لیے ہمیشہ ترستے رہیں"، آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔

یہاں ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش ہو گیے۔ جیسے طاقت گفتار یک لخت جواب دے گئی ہو۔ چونکہ ہم نے سُن رکھا تھا۔ کہ ذکر رسولؐ سے آپ کی کیا کیفیت ہُوا کرتی ہے۔ لہٰذا ہم ہمہ تن دیدبن کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ مثالِ مجسمہ جامد و ساکت تھے۔ کمرے میں سناٹے کا عالم تھا۔ خاموشی نے طول پکڑا۔ یہانتک کہ تقریباً ایک منٹ اسی طرح گذر گیا۔ اس کے بعد ان کے چہرہ پر ایک لرزش نمودار ہوئی۔

اور اس کے ساتھ رخساروں پر آنسوؤں کی بارش ہو گئی سسکتے ہوئے کہنے لگے۔ رسول خدا نے فرمایا اسجدوا اللّٰہ اکہا مروا خوا لکم یعنی بزرگوں کی محض واجبی تعظیم کرو۔ سجدے کے لائق صرف خدائے تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ بخدا دنیا بھر کی ادبیات میں اس سے بہتر فقرہ مجھے دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ ہم اس واقعے سے اور ڈاکٹر صاحب کی کیفیت کے مشاہدے سے بے حد متأثر ہوئے۔ اس کے بعد سلسلۂ کلام کو جاری رکھنا بے محل سا معلوم ہوا۔ ویسے بھی کافی دیر ہو چکی تھی۔ لہٰذا مجلس برخاست ہوئی اور ہم اٹھ کر چلے آئے۔ آج تک یاد ہے کہ اس رات دلوں کی میل دھل چکی تھی اور ہم سب اس احساس سے مسرور تھے کہ بہر حال جیتے جی کم از کم ایک مسلمان تو دیکھ لیا۔

اسلام کی موجودہ حالت کے پیشِ نظر یہ واقعہ خرق عادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب بھی یاد آجائے۔ حیرت ہوتی ہے۔ کہ اس کافرستان میں یہ دیوانۂ رسول کس طرح پیدا ہو گیا اور اس ظلمت کدۂ الحاد میں یہ قندیل ایمان کیسے جگمگا اٹھی۔ تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اتنی سیہ کاریوں کے مسلمان اس نعمت سے مشرف ہونے کے لیے دیدۂ قدرت میں کیونکر منتخب ہو گیے۔ اور یقین نہیں آتا کہ ؎

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

(ملفوظات اقبالؒ صفحہ ۲۴۸ تا ۲۵۱)

کور چشمی اور کم نظری

ناظرین کرام پھر اندازہ فرمائیں کہ جناح اس اقبالؒ کے دیدۂ انتخاب کا منتخب شدہ قائد تھا ب امیر و امام جماعت اسلامی حضرت مولانا مولوی

مودودی صاحب نے جس رکیک انداز میں ان کی ذات پر مولویانہ حملے کیے ہیں حتیٰ کہ اسلام ناشناس کہا۔ ان کی نظر کو کہا کہ مسلمان کی نظر نہیں۔ یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب تو دہی فیصلہ فرمائیے مسلمانوں کے لیے کیا ان کی قائدانہ صلاحیتوں نے کچھ نہیں کیا اور کیا اس دیوانہ رسولؐ اقبالؒ کا یہ انتخاب غلط تھا۔ ہمیں جو رہ رہ کر اس تکرار کے لیے مجبور کرنے والی جو بات ہے۔ وہ امیر و امام جماعت اسلامی کی کوتہ چشمی اور کم نظری ہے جو جناحؒ کو نہ پہچان سکی۔ بدیں وجہ ہمارے لیے اب بھی قابل اعتماد نہیں۔ (مرتب)

ہفت روزہ المنیر ۱۸ اگست ۱۹۵۸ء لائل پور

جماعت اسلامی اور نظام اسلام کا معاہدہ

پاکستان ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ اس معاہدہ کی تفصیلات قارئین تک پہنچ چکی ہیں جو جماعت اسلامی اور نظام اسلام پارٹی کے مابین ہوا ہے۔ اس معاہدہ میں واضح کیا گیا ہے کہ چونکہ نظام اسلام پارٹی اور جماعت اسلامی پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کی مخلصانہ خواہش رکھتی ہیں اور حالات کا تقاضا یہ ہے کہ لادین طبقات کے بالمقابل اسلام پسند عناصر متحد ہو جائیں۔ اس لیے یہ دونوں جماعتیں باہمی اتحاد کا فیصلہ کرتی ہیں۔ آگے چل کر اتحاد کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے۔ کہ دونوں جماعتیں باہم مشترک امور کو عملی جامہ پہنائیں گی۔ اپنے منشوروں کے اختلاف کو باہمی گفتگو کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کریں گی۔ انتخابات کے لیے بے داغ کیریکٹر رکھنے والے ایسے لوگوں کو کامیاب کرانے کی کوشش کریں گی۔ جو آگے چل کر بے لوث ثابت ہو سکیں۔ اور کہ یہ دونوں جماعتیں انتخابات میں ناجائز طریقوں مثلاً جعلی ووٹ بھگتانے اور روپے سے ووٹ خریدنے وغیرہ سے اجتناب کریں گی۔

آگے چل کر ایڈیٹر المنبر رقمطراز ہیں :-

اسلام کا احیاء؟

سب سے پہلا مسئلہ جو اس معاہدہ سے حل ہُوا۔ وہ یہ ہے کہ ایک طویل مُدت سے جماعت اسلامی یہ دعویٰ کر رہی تھی کہ اس دُنیا میں بالعموم اور اس ملک میں بالخصوص وہ واحد جماعت ہے جو "اقامت دین" کے لیے معرضِ وُجود میں آئی ہے.. .. .. اس معاہدہ کی رُو سے نظام اسلام پارٹی بھی اسی طرح خلوص دل سے اسلامی نظام کا قیام چاہتی ہے۔ جس طرح جماعت اسلامی —— لہٰذا جماعت اب یہ ادعا نہیں کر سکتی کہ وہ واحد جماعت ہے جو یہاں اسلام کا احیاء چاہتی ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس ایک مسئلہ کے حل ہونے سے ضمنی مسائل حل ہو جائیں گے مثلاً اب کوئی ذی عقل شخص جماعت اسلامی میں شمولیت کو وہ مقام نہیں دے گا۔ جو مقام کارِ نبوت کو انجام دینے والی جماعت میں شرکت کو دیا جاسکتا ہے۔

نظری و فکری کشمکش

دُوسرا مسئلہ جو اس معاہدہ سے حل ہوا ہے وُہ یہ ہے کہ جماعت کے اندر ایک عرصہ سے جو نظری اور فکری کشمکش پائی جاتی تھی اگرچہ بہت دن ہوئے وہ اپنے انجام تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن اکثر لوگ اس سے کماحقہ آگاہ نہ ہو سکے تھے. مگر اب اس کا خاتمہ اس انداز سے ہو گیا ہے کہ اندھے بھی اسے دیکھ سکتے ہیں۔

جماعت کے اندر یہ اختلاف مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودُودی صاحب نے جس "صالح جماعت" کے قیام کی دعوت دی تھی وہ ایک "اسلامی انقلابی پارٹی" تھی جو عالمی انقلاب کی داعی جماعت تھی۔

آگے چل کر :-

جماعت کا یہی بنیادی مقصد تھا جس کے پیش نظر جماعت نے اپنے ابتدائی دَور میں ان تمام مسائل میں دلچسپی لینے سے انکار کر دیا۔ جو براہِ راست اس کے اصل مقصد سے متعلق نہ تھے۔ حد یہ ہے کہ فلسطین پر کفار کے قبضہ ہندوستان میں ایک مسلم سٹیٹ کے قیام اور اسی طرح بعض اہم مسائل سے نہ صرف بلکہ قطع تعلق کیا بلکہ ان میں سے بعض کی مخالفت بھی کی اور اس مخالفت کا سبب یہ قرار دیا کہ اس کا اصل کام صرف یہ ہے کہ نسلی مسلمان اصلی مسلمان نہیں اگر یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو تمام دوسرے مسائل از خود حل ہو جائیں گے اور اگر یہی کام نہ ہو سکا تو خواہ ان مسلمانوں کی ہزاروں ریاستیں زمین پر قائم ہو جائیں۔ ان سے نہ اسلام کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اقامتِ دین کی جدوجہد کو مدد ملے گی اس لیے جماعت "نسلی مسلمانوں" سے قومی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔

مودودی صاحب کا مُوقف

تقسیم ہند کے بعد مولانا مودودی صاحب نے (مرکزی شوریٰ اس سے بری ہے) جو مُوقف اختیار کیا۔ اس نے بتدریج جماعت کو اس عالمی انقلاب برپا کرنے والی جماعت کے بجائے "ایک مسلم سیاسی پارٹی" کے مقام پر پہنچا دیا۔ اور جماعت نے پاکستان کے "نسلی مسلمانوں" کے مسائل کو اسی انداز سے حل کرنے کی کوشش شروع کر دی جس کا ان دنوں رواج تھا۔

تیسرے مرحلہ پر جماعت اسلامی ایک درجہ اور نیچے اُتری اور اس نے ایک "قومی مسلم جماعت" کی حیثیت اختیار کر لی اور اس نے یہ مُوقف اختیار کیا کہ یہ مسلمان جو آٹھ دس برس پہلے "نسلی مسلمان" تھے اور انھیں صحیح اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اب اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ کہ وہ اسلام کو اپنانے اور اسے اپنی زندگیوں اور اپنے ملک کا دین ماننے کے لیے بے چین ہیں۔ نہ ان کے خلوص میں شبہ

ہے اور نہ اُن کی اسلامی تڑپ کسی درجہ میں مخدوش ہے۔

البتہ جو قیادت ان مسلمانوں پر مسلط ہو گئی ہے۔ وہ اسلام سے منحرف اور اسلام کی دشمن ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس میں بھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا موقف یہ تھا اور ہے کہ جو لوگ آج برسرِ اقتدار ہیں وہ اسلام دشمن ہیں اس لیے انھیں محروم اقتدار کرنا اقامت دین کا سب سے پہلا اور بڑا کام ہے۔ لیکن جونہی یہ لوگ اپنی اکھاڑ پچھاڑ سے از خود محروم اقتدار ہو جائیں تو ان سے مصالحت مصلحت دین ہے اور جو لوگ فی الوقت برسرِ اقتدار ہوں تو ان کو شکست دینے کے لیے ان کے ساتھ مشورے، تعاون۔ پیکٹ اور معاہدے کیے جا سکتے ہیں۔

عظیم تبدیلی

جماعت کے مؤقف میں یہ عظیم تبدیلی تھی اور دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ جماعت کے سربراہ کار اپنے مؤقف کی تبدیلی کا اعتراف کرتے بلکہ ان کا یہ بھی فرض تھا کہ جس طرح انھوں نے آغازِ کار میں اس نوع کے طرزِ عمل اختیار کرنے والی پارٹیوں کو غلط اور ان کے مسلک کو خلاف اسلام قرار دیا تھا۔ اب یا تو وہ یہ اعلان کرتے کہ ان کا یہ فکر غلط تھا اور اب انھوں نے دلائل کی بنا پر انہی لوگوں کا مسلک اختیار کر لیا ہے۔ اور یا پھر وہ یہ اعتراف کرتے کہ اوائل زمانہ میں ان کا پیش کردہ فکر تھا تو درست لیکن اُسے اختیار کرنے میں جو مشکلات سامنے آئیں اور جن صبر آزما مراحل سے گذرنا ناگزیر تھا وہ اس کے متحمل نہیں ہو سکے اس لیے انھوں نے جماعت کو "انقلابی اسلامی پارٹی" کے مقام سے گرا کر "قومی مسلم پارٹی" کے درجے تک پہنچا دیا ہے (صفحہ ۳۰۴ و ۳۰۵)

۱۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کے المنیر میں:۔

تحلیل و تجزیہ

ووٹوں کی خرید و فروخت!

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور ووٹوں کی خرید و فروخت۔

کراچی ۲۹ اگست ۱۹۵۸ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

خدا اور رسول کا خوف

المنیر مورخہ ۱۱ اگست کے اداریہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے بعض باتیں کھٹکیں۔ ان میں سب سے زیادہ یہ کہ مولانا مودودی اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے روپے دے کر ووٹ حاصل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے مرکزی شوریٰ کے گذشتہ اجلاس میں یہ فتویٰ صادر فرمایا اور دلیل کے طور پر قرآن مجید کی ایک آیت بھی پیش کی۔ اتفاق سے مولانا موصوف ان دنوں کراچی میں سرگرم عمل ہیں۔ اور آج انھوں نے کراچی کے کارکنوں کو خطاب کیا اس موقعہ پر میں نے آپ کے اداریہ کی مذکورہ تحریر مولانا کو لکھ بھیجی اور دریافت کیا کہ کیا یہ تحریر درست ہے؟ مولانا نے اسی اجتماع کارکنان میں اس کی پُرزور تردید فرمائی اور فرمایا کہ آپ لوگ کسی بھی مرکزی شوریٰ کے رکن سے اس بارے میں معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ چوہدری غلام محمد صاحب بیٹھے ہیں آپ ان ہی سے دریافت کر لیں پھر مولانا نے بہت ہی افسوس کا اظہار کیا کہ وہ لوگ مرکزی شوریٰ میں تھے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جماعت سے علیحدہ ہونے کے بعد یہ لوگ اتنے گر گیے ہیں کہ اب انھیں خدا اور رسول کا خوف تک نہ رہا اور اب اس قسم کے الزامات لگانے پر اُتر آئے ہیں۔

یہ الفاظ سارے کے سارے مولانا کے نہیں ہیں۔ البتہ بہت سے الفاظ اور مفہوم قریب قریب یہی ہے۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ بتائیں کہ صحیح بات کیا ہے۔ میں کم از کم اس مؤقف میں نہیں ہوں۔ کہ آپ کو یا مولانا کو جھوٹا گردانوں۔ اگر آپ نے یہ بات غلط کہی ہے۔ تو اس کی تردید ہونی

چاہیئے۔ اور اگر ٹھیک وُہی کچھ ہے جو آپ نے بتایا ہے تو اس کا واضح ثبوت ہونا چاہیئے۔ گول مول بات سے کبھی بات نہیں بنتی ۔۔ ۔۔۔ مولانا نے سارے کراچی کے کارکنوں کے سامنے ایسی بات کہہ دی ہے۔ جس کی زد ہر اُس شخص پر پڑتی ہے۔ جس نے جماعت سے علیٰحدگی اختیار کر لی ہے۔

امید ہے کہ آپ جواب سے نواز کر مشکور فرمائیں گے۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ مولانا عبدالغفار حسن کو میرا اسلام کہہ دیجئے گا۔ احقر۔ ۔۔۔ کراچی

نوٹ:۔ مولانا عبدالرحیم اشرف "المنبر" ان کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے اور مولانا جماعت اسلامی سے جو حضرات مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی معیت میں الگ ہوئے ایک تھے کراچی سے جس صاحب نے خط لکھا ہے جو مولانا اشرف صاحب کے نام ہے اب مولانا جواب تحریر فرماتے ہیں:۔

مکرمی و محترمی۔ مزاج گرامی ۔۔ ۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے گرامی نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ

۱۔ روپے دے کر ووٹ حاصل کرنے کے سلسلے میں مولانا مودودی صاحب کے بارے میں المنبر میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وُہ ایک واقعہ ہے جو مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں ظہور پذیر ہوا۔ اصل قصہ یُوں ہے کہ بہاولپور کے گذشتہ انتخابات کے موقع پر وہاں کی جماعت نے بعض ایسے اقدامات کیے تھے۔ جو مرکزی پالیسی کے خلاف تھے۔ ان میں حسب ذیل امور خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔

الف:۔ ووٹروں کے لیے سواریاں مہیا کی گئیں۔ (ب) ووٹروں کو کھانا کھلایا گیا (ج)، بعض ووٹروں کو نقد پیسے دئے گیے۔ یہ تینوں باتیں متعدد بار مرکزی شوریٰ

میں زیرِ بحث آئیں۔ اسی دوران بعض امور کے متعلق جماعت بہاولپور نے مرکز سے استفسارات بھی کیے۔

ایک شوریٰ میں دورانِ بحث معلوم ہوا کہ ووٹروں کے لیے سواریاں مہیا کرنے کے سلسلے میں امیر جماعت سے ان کے دورۂ بہاولپور کے موقع پر اجازت حاصل کی گئی تھی۔

ووٹروں کو نقد پیسے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ ووٹروں کو جو نقد پیسے دئے گیے تھے۔ وہ "نشے پانی" کے لیے تھے۔ اس طرح یہ انکشاف بھی ہوا کہ انتخابات کے جو حسابات جماعت بہاولپور نے الیکشن کمشنر کو دئے وہ درست نہ تھے۔ اور یہ اس لیے کہ اگر صحیح حسابات دئے جاتے تو مصارف سرکاری متعینہ رقم سے زیادہ تھے اور اس بنا پر جماعت کے نمائندوں کے خلاف پٹیشن کامیاب ہو سکتی تھی۔

نقد پیسوں کے متعلق امیر جماعت نے فرمایا۔ کہ دراصل واقعہ یہ ہوا تھا۔ کہ ووٹروں کو صبح سے شام تک پولنگ اسٹیشن پر بیٹھنا پڑا تھا۔ اس لیے انھیں کھانے وغیرہ کے لیے پیسے دئے گیے تھے۔ اس پر ایک رکن شوریٰ نے یہ کہا تھا۔ کہ یہ بات سوچنے کی ہے۔ اگر فریق مخالف ووٹروں کو تنگ کرنے کے لیے انھیں پورا دن پولنگ پر رکھے۔ تو غریب لوگوں کو ایک دن کی اُجرت کے طور پر پیسے دے دینے میں کیا حرج ہے؟ ایک دوسرے صاحب نے فرمایا کہ آخر اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے اس میں حرج بھی کیا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے۔ کہ اس موقع پر امیر جماعت نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب کا جو حصّہ رکھا گیا ہے۔ اس کا مصرف یہ لوگ کیوں نہیں ہو سکتے؟

آہ سرد

میں نے اس پر ایک سرد آہ بھری اور ورطۂ حیرت ہی میں گم ہو گیا۔ اس کے بعد

اسی شوریٰ کے موقع پر شوریٰ کے اجلاس کے باہر اکثر ارکان شوریٰ ... ... کے سامنے میں نے اس بات کا بڑے افسوس کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ اب ان باتوں کے لیے قرآن سے استدلال کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ واقعہ مجھے صرف یاد ہی نہیں کی درد اور ٹیس بھی اس وقت سے آج تک اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔

تالیف قلب اور طلوع اسلام

ایک دوسرا واقعہ بھی تھا اور وہ یہ کہ میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے ۲۰ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ملتان جیل میں ملاقات کی اس موقعہ پر منجملہ دوسرے اُمور کے "منکرین سنت" کے فتنہ اور ان کی کوششوں کا بھی ذکر آیا۔ اس پر مولانا ممدوح نے اشاعت لٹریچر کی ایک اسکیم بتلائی اور اس کی تکمیل کے سلسلے میں فرمایا۔ کہ آپ چوہدری غلام محمد صاحب سے کہیں۔ کہ وہ دفتر طلوع اسلام سے رابطہ پیدا کریں اور وہاں کسی شخص کی تالیف قلب کر کے اس سے طلوع اسلام کے پتے حاصل کریں اور یہ لٹریچر ان پتوں پر مفت ارسال کیا جائے۔

میں نے چوہدری صاحب موصوف سے مولانا کی اس تجویز کا ذکر کیا۔ تو انھوں نے اس انداز سے اس پر تصویب کا اظہار کیا کہ یہ بات اس سے پہلے بھی اُن تک پہنچ چکی ہے۔ اب یہ بات چوہدری صاحب کے علم میں ہی ہو سکتی ہے۔ کہ انھوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے یا نہیں۔ بعض واقعات سے میرا گمان ہے کہ یہ پتے حاصل کیے گیے ہیں۔

مولانا مودودی کے بارے میں مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کا فرمان

مجھے اس امر کا اعتراف ہے۔ کہ جیل میں مولانا نے جب یہ بات کہی۔ تو میں نے اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دی۔ لیکن جب شوریٰ میں مذکورہ بات سامنے

آئی تو میں نے ان دونوں کو ایک دُوسرے کی موید پا کر یہ محسوس کیا کہ مولانا کا ذہن اس بارہ میں وُہی ہے۔ جس کا ذکر میں نے المنیر میں کیا ہے۔ مجھے اس بارہ میں زیادہ اضطراب پیدا ہو۔ تو میں نے چاہا کہ اس موضوع پر مولانا کی رائے ان کی تفسیر سے معلوم کروں۔ جب میں نے تفہیم القرآن کو اس مقصد کے لیے دیکھا۔ تو وہاں اُن کی رائے حسب ذیل الفاظ میں لکھی پائی۔

تالیف قلب کے معنی ہیں دل موہنا۔ اس حکم سے مقصود یہ ہے کہ

۱۔ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں اور مال دے کر ان کے جوشِ عداوت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو یا جو لوگ کفّار کے کیمپ میں ایسے ہوں کہ اگر مال سے انھیں توڑا جا سکے تو ٹوٹ کر مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور اُن کی سابقہ عداوت یا اُن کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر مال سے اُن کی استمالت نہ کی گئی۔ تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو مستقل وظائف یا وقتی عطیے دے کر اسلام کا حامی و مددگار یا مطیع و فرماں بردار یا کم از کم بے ضرر دشمن بنا لیا جائے۔

(تفہیم القرآن صفحہ ۲۰۶ جلد دوئم)

ان تین شہادتوں کی بنا پر مجھے اپنی روایت پر اصرار ہے۔

چشمِ ما روشن دل ما شاد

لیکن اگر مولانا مودُودی صاحب اس سے انکار فرماتے ہیں اور وُہ اعلان کرتے ہیں کہ اسلامی نظام کے لیے ووٹروں کو روپے دے کر ووٹ حاصل کرنا ان کے نزدیک حرام ہے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ آپ یہ اعلان اُن سے لے کر بھجوا دیں۔ مَیں اسے المنیر میں من و عن شائع کر دوں گا۔ اس میں ذرّہ برابر بھی تامّل نہ ہوگا۔

رہا یہ کہ مولانا ممدوح نے فرمایا ہے کہ جماعت سے علیٰحدہ ہونے کے بعد یہ لوگ اتنے گر گیے ہیں کہ اب انھیں خُدا اور رسُول کا خوف تک نہ رہا۔" تو میں اس کے جواب میں اس کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ مولانا نے یہ فرما کر کوئی نئی بات کا اضافہ نہیں فرمایا ہے وہ کم از کم دو برس سے علیٰحدہ ہونے والوں کو جب کہ وُہ ابھی جماعت میں تھے اور ان سے صرف یہی جُرم سرزد ہوا تھا کہ وُہ مولانا سے اختلاف کر رہے تھے، نجوی کے مرتکب، ضعفِ ارادہ مرکب کے مریض، یک رُخے۔ تحریک اسلامی کے ناداں دوست جماعت کے غدّار۔ اقامتِ دین کی جدّ وجہد کے روڑے، خُدا کے خوف سے عاری، خائن، انتشار پسند نا معلوم کیا کیا کچھ ثابت کر رہے ہیں۔ اگر مولانا محترم کی ہم میں کوئی کسر ابھی باقی ہے۔ تو وہ اُسے پُورا کر لیں۔ علیٰحدہ ہونے والے آخر اس بات کے تو مُجرم ہیں کہ اُنھوں نے مولانا مودُودی صاحب کی دعوت کو کتابوں میں پڑھ کر ہی لبیک کہہ دیا اور ایک طویل عرصہ تک اہم ترین اُمور پر اختلاف کا اظہار صرف شورٰی میں کرتے رہے اور اقامتِ دین کی جدّ وجہد کے احترام اور اجتماعی ڈسپلن کی پابندی کی وجہ سے انھوں نے یہ غلط پالیسی اختیار کی کہ جن باتوں کی وہ شورٰی میں شدید مخالفت کرتے تھے جب اکثریت رائے سے فیصلے ان کے خلاف ہوتے تو یہ لوگ شورٰی سے باہر آکر اس طرح ان فیصلوں کی تائید کرتے کہ انھیں نہ صرف یہ کہ ان سے اختلاف نہیں بلکہ وہ ان کے زبردست مؤید و حامی ہیں۔ بہت اچھا ہوا کہ اس جُرم کی سزا ان لوگوں کو خود مولانا کے ہاتھوں اس دُنیا میں مل گئی۔ رہے مولانا تو ہم دل سے دُعا کرتے ہیں۔ اللّٰہ رب العزّت اُن کی فکری وعملی غلطیاں ان پر واضح فرمائے اور انھیں توفیق دے کہ وُہ دین کے لیے کوئی مضر پہلو اختیار کرنے کے بجائے دین کے خادم

کی حیثیت سے اپنے رب کے پاس جائیں۔

ووٹوں کی خرید وفروخت جائز ہے

بخدمت مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر المنیر لائلپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے المنیر میں مولانا مودودی صاحب کی ایک اجتہادی اور استنباطی رائے پر تنقید کی ہے۔ حالانکہ مولانا مودودی نے اپنی رائے کو قرآن کریم سے مستنبط فرمایا ہے۔ مولانا موصوف نے کمزور ایمان بے شعور ووٹروں کو مولفین القلوب کی فہرست میں شمار کرکے ووٹ کی خرید و فروخت جائز قرار دی ہے۔ اب ہمیں دیانت داری کے ساتھ غور وفکر کرنا ہوگا۔ کہ حضرت مولانا مودودی کا مدارِ استدلال غلط ہے یا صحیح ہے اور مولانا کو اللہ تعالےٰ نے جو بلند علمی مقام عطا فرمایا ہے۔ تو کیا انھیں حق استدلال حاصل ہے یا نہیں۔

۱۔ مؤلف القلوب کون لوگ تھے۔ تفسیر ابن کثیر سورہ توبہ میں ہے:۔

ترجمہ:۔ مؤلف القلوب لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض ایسے لوگ تھے جن کو حضور علیہ السلام صدقات ومالِ غنیمت اس لیے عطا فرماتے تھے تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ جیسا کہ صفوان بن اُمیہ کو حضور علیہ السلام نے حنین کے مال غنیمت سے بہت کچھ عطا فرمایا۔ حالانکہ صفوان ابن امیہ نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال غنیمت وصدقات عطا فرماتے رہے۔ یہانتک کہ وہ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گیے اس سے پہلے میں ان کا بدترین دشمن تھا۔ بعض لوگ وُہ تھے۔ جن کے ایمان ذرا کمزور تھے۔ حضور علیہ السلام ان کو اس لیے دیتے تھے۔ تاکہ ان کا اسلام پختہ ہو جائے اور تذبذب رفع ہو جائے۔ جیسا کہ حنین کے مال غنیمت میں سے مشرکین کے بڑے بڑے لیڈروں اور چودھریوں کو سو سو اونٹ دیا گیا اور ساتھ ہی حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جن کو میں

مال غنیمت دے رہا ہوں یہ مجھے محبوب نہیں ہیں ان کو اس لیے دے رہا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ آگ جہنم میں اُوندھے مُنہ نہ پھینک دے۔ بعض لوگوں کو حضور علیہ السّلام اس لیے دیتے تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو مال کا لالچ دے کر خوب [illegible] بیان کر کے اسلام کی دعوت دیں۔ بعض وُہ لوگ تھے کہ جن کو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم دیتے تھے۔ کہ یہ لوگ اپنے قبائل و خاندان میں بارسوخ ہیں۔ لہٰذا اپنے خاندانوں سے مال صدقات وُصول کر کے لائیں گے اور اپنے زیرِ اثر علاقہ سے اعدائے اسلام کو دُور رکھیں گے۔

ضعیف الایمان اور لالچی ووٹر

اب قابلِ غور معاملہ یہ ہے کہ ضعیف الایمان اور لالچی ووٹر اس فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں تو بات صاف ہے کہ جب ایمان جیسی قیمتی اور عزیز ترین متاع پیسوں سے خریدی جا سکتی ہے تو ووٹ کا معاملہ تو اس سے بالکل فروتر ہے۔ ایک ووٹر کو ایک بے دین دولت مند چند ٹکے دے کر خرید رہا ہے اس کے بالمقابل ایک دین پسند دیندار خلوصِ نیت کے ساتھ نظام اسلامی کے قیام کے لیے کچھ معاوضہ دے کر اپنے یا دُوسرے اُمیدوار ساتھی کے لیے ایک ووٹر کی رائے خرید لے تو اس میں ہرج کی بات کیا ہے اور کون سا اسلامی ستون گر جائے گا۔

میری رائے تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میرے ہاتھ میں ایک بہت بڑا خزانہ دے دے۔ تو میں وُہ خزانہ دیہاتی غربا میں تقسیم کر دوں اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے ان سب کے ووٹ حاصل کر لُوں بے دین لوگ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں اور ان کو بُری طرح ناکامی و ذلّت کا مُنہ دیکھنا پڑے۔ اسلام کے اعزاز و اکرام کے لیے جائز ذرائع و وسائل استعمال کیے جائیں تو اسلام

دُنیا میں غالب ہو سکتا ہے۔

بعض علماء آیت مذکورہ کے نسخے کے قائل ہیں دلیل ان کی یہ ہے۔ کہ اسلام اب مکمّل اور غالب ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب تالیفِ قلوب کا مصرف ختم ہو چکا ہے لیکن دیگر علماء جن کے اسماءِ گرامی ابن کثیر میں مذکور نہیں ہیں وہ اسی مصرف کو تا قیامت بحال رکھنے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فتح مکّہ اور شکست قبائل ہوازن کے بعد بھی تالیفِ قلوب کے لیے مذکورہ بالا اقسام کے لوگوں کو مالِ غنیمت و صدقات سے عطا فرمایا۔ حالانکہ فتح مکّہ کے بعد اسلام غالب ہو چکا تھا اور کفّار مرعوب ہو چکے تھے۔ کفر کو مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی تھی پھر بھی یہ مصرف جائز قرار دیا گیا۔

مکرّمی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسلامی حکومتیں اس آیت پر عمل کریں تو آج رُوئے زمین کی اکثر آبادی مسلمان نظر آتی لاکھوں کی تعداد میں اُچھوت اور دیگر کفّار قوموں کے غُربا صرف معاشی خطرہ کو سامنے رکھ کر اسلام قبول نہیں کرتے ورنہ دل سے وہ صداقت اسلام کے قائل ہیں۔ عیسائی اقوام اشاعت عیسائیت کے لیے بے بہا روپیہ صرف کر رہی ہیں اور روپے پیسے کے زور سے عیسائیت کو پھیلایا جا رہا ہے۔ اگر نو مسلم افراد و قبائل معاشی خطرہ سے بے فکر ہو جائیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم بھُوکے نہیں مریں گے اور اہل اسلام ہماری معاش کے ذمّہ دار ہوں گے تو اسلام کا نور سب رُوئے زمین پر چمک اُٹھے گا۔

باقی رہا مولانا مودُودی صاحب کا علمی مقام تو یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ میں ان کو معصوم نہیں سمجھتا۔ ان سے علمی اور عملی لغزشیں اور کوتاہیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس وقت دُنیائے اسلام میں مولانا مودُودی جیسا متبحر عالم اور مفکرِ اسلام

اور مخلص ہمدردِ دین محمدیؐ ملنا مشکل ہے انشاء اللہ مستقبل اس حقیقت کو ثابت کر دے گا۔ ... ... خطیبِ مسجد ... ... لائل پور۔

جماعت اسلامی اور نظامِ اسلام کا معاہدہ

المنبر۔ آپ نے المنبر کے جس مقالہ پر یہ گرامی نامہ ارسال فرمایا ہے۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ اس میں زیر بحث مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے۔ اس مقالہ میں اس کا محور وہ معاہدہ ہے۔ جو جماعت اور نظامِ اسلام پارٹی کے مابین ہوا ہے۔ اس معاہدہ میں ووٹوں کے متعلق چار باتیں کہی گئی ہیں۔

اوّل یہ کہ دونوں جماعتیں اس امر کی پابند ہوں گی کہ انتخابات میں جعلی ووٹ نہ بھگتائیں۔

دُوسری بات یہ ضروری قرار دی گئی ہے کہ جاہلی تعصّبات کو اُبھار کر ووٹ حاصل نہیں کیے جائیں گے اور تیسری یہ کہ دباؤ سے ووٹ نہ دلوائے جائیں۔ اور چوتھی یہ کہ لالچ اور روپیہ پیسہ دے کر ووٹ خریدے نہیں جائیں گے۔

ہم نے چوتھی بات کے ضمن میں لکھا تھا۔ یہ بات کچھ زیادہ موزوں نظر نہیں آتی کہ جب مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودُودی صاحب اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے روپے دے کر ووٹ خریدنے کو جائز سمجھتے ہیں تو محض اس لیے کہ عُرفِ عام میں ووٹ خریدنا معیوب یا ناجائز ہے۔ مولانا اور ان کے ساتھی اس مرحلہ پر اپنے اُوپر پابندی لے لیں اور جب عملاً اس کی خلاف ورزی ہو تو پھر وہ ایسے استدلالات کریں جن سے ان کی عملی پوزیشن مجروح ہو۔

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ہم ووٹوں کی خرید و فروخت کے شرعی پہلو پر بحث نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ چونکہ مولانا مودُودی صاحب نظام اسلامی کے لیے ووٹوں کی خرید و فروخت کو جائز سمجھتے

ہیں اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جس چیز کو وہ جائز سمجھتے ہیں اسے اس معاہدے میں حرام قرار دیں۔ اور یہ بات بھی مخفی نہیں کہ اگر انسان ایک بات کو جائز سمجھتا ہو تو ضرورت کے باوجود تا دیر اس کی حرمت پر عمل پیرا نہیں رہ سکتا۔

یہ تو زیر بحث مقالہ میں ہمارا مؤقف۔ لیکن آپ نے نفس مسئلہ کو شرعی دلیل بلکہ قرآنی آیت سے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ تو مناسب ہے کہ اس موضوع پر ذرا تفصیل سے گفت گو ہو جائے۔ ہمارے نزدیک اس بحث کو فیصلہ کن مراحل تک پہنچانے کے لیے حسب ذیل پہلوؤں پر غور کی ضرورت ہے۔

(۱) سب سے پہلے نفس مسئلہ پر غور کیجیے! "ووٹ جمہوری دنیا کے نزدیک ضمیر کی آواز ہے اور اسلام کے نزدیک ایک امانت کی حیثیت رکھتا ہے اس سے حکومتوں کو پُر امن انقلاب کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ آپ کا استدلال یہ ہے کہ کیوں نہ اس ہتھیار کو چند روپوں کے عوض خرید کر "اسلامی نظام" قائم کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس کا جواب پانے کے لیے موجودہ صورت حال کا جائزہ لیجیے۔

اس وقت میدان انتخاب میں تین قسم کی پارٹیاں موجود ہیں۔ ایک تو وہ جو اس ملک کو سیکولر (لادین یا کم از کم دین و سیاست کی علیحدگی کے تصور پر قائم) بنا دینے کا عزم رکھتی ہیں۔ دوسری وہ جو اس بارے میں کوئی واضح رائے نہیں رکھتیں اور محض گروہی مفادات ان کے پیش نظر ہیں اور تیسری قسم ان جماعتوں کی ہے جو یہ دعویٰ لے کر میدان انتخاب میں کودی ہیں کہ وہ اس ملک پر اسلامی حکومت یا ایسی حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں۔

فتویٰ سے استفادہ

اب اگر آپ قرآن کی بنا پر جماعت اسلامی کے محاذ کے لیے یہ جائز قرار

دیتے ہیں کہ وہ کمزور عقیدہ مسلمان ووٹروں کو پیسے کا لالچ دے کر ان کے ووٹ خریدے۔۔ ۔۔ ۔۔ تو آپ اس امر پر بھی مجبور رہوں گے۔ کہ اس فتویٰ سے استفادہ کا موقع اس محاذ کی مخالف جماعتوں کو بھی دیں اور یا پھر یہ صورت اختیار کرنا ہوگی کہ ان سب کو غیر اسلامی جماعتیں قرار دیں اور ان کے دعوٰی کی تکذیب کریں۔ کہ وہ اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

ضمیر فروشی کی مارکیٹ

اگر آپ پہلی شکل اختیار کریں۔ تو یہ ملک اسلام کے نام پر ضمیر فروشی کی سب سے بڑی مارکیٹ ہوگی۔ اور اسلامی نظام قائم کرنے کے مدعی حضرات اس مشغلہ کو بھی "شہادتِ حق" سے تعبیر کریں گے۔ اور اگر آپ نے "اسلامی نظام" کو صرف اپنے لیے مخصوص قرار دیا تو آپ کی حیثیت فی سبیل اللہ مجاہد کی ہوگی اور آپ کے حریف۔۔ ۔۔ ۔۔ اس فتویٰ بازی کا اثر اس ملک کے تعلیم یافتہ طبقات پر کیا پڑے گا اور اس ملک میں اسلام کا مستقبل اس سے کتنا تاریک ہو جائے گا۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کے نزدیک اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کا مفاد اپنی جماعت کے مفاد سے مقدّم ہو۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیے گا کہ اگر ایک مرتبہ اس ملک میں ووٹ فروشی کو دینی فتویٰ کی امداد حاصل ہوگئی تو پھر جمہوری طریقہ پر حکومت کے بدلنے کے امکانات یہاں ہمیشہ کے لیے ختم سمجھنے چاہئیں۔ ہر بوالہوس اسلام کا نعرہ بلند کرے گا اور چند سرمایہ داروں کو ساتھ ملا کر ووٹ خریدنے کا کاروبار شروع کر دے گا اور عوام علماء کرام اور دین کی علمبردار جماعتوں کے فتویٰ کی بنا پر "مؤلّفۃ القلوب" بننے کا لطف حاصل کریں گے۔

ووٹ تھوک کے بھاؤ

یہ بات بھی اسی مقام پر کماحقہ سمجھ لینے کی ہے کہ اگر یہ دروازہ کھلا۔ تو

مولفتہ القلوب میں صرف ووٹر ہی نہیں آئیں گے۔ ووٹروں کے چوہدری دینی وسیاسی پارٹیوں کے کارکن، لیڈر، حکام اور بڑے بڑے زمیندار بھی مولفتہ القلوب کی صف میں شامل کیے جائیں گے اور وہ اس لیے کہ اگر ایک ووٹر کو دس روپے دے کر اس کا ووٹ خریدنا جائز قرار پائے تو جو شخص ایک سو ووٹروں کا چوہدری ہے۔ اسے پانچ سات سو روپیہ دے کر سو ووٹ تھوک کے بھاؤ کیوں نہ خریدے جائیں پھر مخالفوں کا زور توڑنے کے لیے حریف جماعتوں کے لیڈروں اور آخر الامر بعض جماعتوں کو بھی خریدا جا سکتا ہے اور واضح رہے کہ انتخابات میں عین الیکشن کے دن ہزاروں سودے اس قسم کے ہوا کرتے ہیں اور بعض لوگ اُمیدوار کھڑے ہی اس ہوتے ہیں کہ ایک دو ہزار روپیہ اپنے پروپیگنڈے پر خرچ کر کے دس پندرہ ہزار نقد یا کسی کارخانہ کی الاٹ منٹ یا کوئی رُوٹ پرمٹ یا کسی قسم کا درآمدی لائسنس حاصل کر کے کسی کے "حق" میں بیٹھ جائیں گے۔

اور پھر چونکہ ارکان اسمبلی بہرحال ووٹروں سے زیادہ بااختیار رہوں گے اور اُن کی رائے براہِ راست "اسلام" پر اثر انداز ہوگی۔ اس لیے اس کو تالیف قلبی کے اُصول کے تحت زیادہ داموں خریدنا "اسلامی نظام" کے لیے ووٹروں کی رائے خریدنے سے بھی زیادہ اہم قرار دینا پڑے گا۔ اور یہ بات کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں رہ سکتی کہ اگر ایک مرتبہ اس جواز کا فتوٰی صادر کر دیا گیا تو انتخابات کے ہنگاموں اسمبلیوں اور پارلیمان کی حیثیت دو کوڑی کے برابر بھی باقی نہیں رہیگی عوام میں جمہوری طریقوں سے اعتماد اُٹھ جائے گا اور ملک ایسی خوفناک انارکی سے دوچار ہو جائے گا۔ جن کا آخری انجام فوجی انقلاب کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور اس انقلاب کی پہلی زد ان لوگوں پر پڑے گی۔ جنھوں نے اس ملعون کاروبار کو اسلام اور قرآن کے سہاروں پر فروغ دینے کی کوشش کی ہوگی۔ (العیاذ باللہ)

ضمیر خریدنے اور فروخت کرنے کو دین سے ثابت کرنے کا مقام

اسلام کے بارے میں آپ بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ اس کا زیادہ بھرم اخلاقیات سے ہے (اگرچہ صحیح الفرت کے نزدیک عقائد کو اساسی حیثیت حاصل ہے) اور اخلاقیات میں ابتداءِ آفرینش سے آجتک لوگوں نے ضمیر کی آزادی کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ اگر آپ ضمیر خریدنے اور فروخت کرنے کو دین سے ثابت کرنے کے مقام پر آجائیں۔ تو غور کیجئے کہ اس کے بعد دین کی وقعت اخلاقی نقطۂ نظر سے کیا باقی رہ جائے گی۔ اور اسلام کی اس بے وقاری کے بعد "اسلامی نظام" کی قدروقیمت کا اندازہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے اسلام کا کونسا ستون گر رہا ہے اور ہماری رائے ہے کہ اس کے بعد اسلام کا پورا قصر ہی دھڑام سے زمین پر آرہے گا اور اس کے ملبے کے نیچے وہ پارٹیاں اور افراد دب کر رہ جائیں گے۔ جو ضمیر کی خرید و فروخت کو قرآن سے ثابت کرنے کی مخلصانہ کوشش فرما رہے ہیں۔ (صفحہ ۵ و ۶ و ۷ تا ۱۱)

مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب

مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ مرکزیہ کے ذی وقار رکن تھے اور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے ساتھ ہی جماعت اسلامی سے الگ ہوئے پہلے (المنیر ہفت روزہ) اب المنبران کی ادارت میں لائل پور سے شائع ہوتا ہے مندرجہ بالا سطور میں امیر دامام جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب کی جو تصویر کشی کی گئی ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہم آئندہ اوراق میں ان کی رائے پہلے مودودی صاحب کے بارے میں کیا تھی انشاءاللہ پیش کریں گے چونکہ یہ حضرات بھی ایک عرصہ تک جماعت

اسلامی کے ممبر رہے اور مودودی صاحب کے رفقا میں سے تھے
لہٰذا ان کے تضادات بھی ناظرین دیکھ سکیں گے۔ بہرحال اس موقع
پر آپ حضرات اندازہ فرمائیں کہ حصولِ اقتدار کے لیے اسلام کے مقدس
لباس میں کیا کیا فقہی موشگافیاں کی جا رہی ہیں اور مسند اقتدار حاصل
کرنے کے لیے کیا کیا شرعی حیلے تراشے جا رہے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق (اقبالؒ)

المنیر، فروری ۱۹۵۸ء :-

مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب

جماعت اسلامی سے الگ ہونے والوں کے متعلق

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ارشاد گرامی کے عنوان سے صفحہ ۱۴۰ پر
لکھتے ہیں :-

ہم انتہائی ادب کے ساتھ مولانا کی توجہ دو اُمور کی جانب دلانا چاہتے
ہیں۔ ایک تو یہ کہ اختلاف کا اظہار کیا صرف علیحدہ ہونے والوں کے لیے ہی
حرام ہے یا سب مسلمانوں کے لیے۔

اگر یہ شرعی مسئلہ سب کے لیے ہے۔ تو مولانا غور فرمائیں۔ کہ سیدنا عثمان
ذوالنورین سے حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ تک کے اتقیاء، صلحاء، مجددین
اور خلفاء سب پر تنقید ان کے اعمال پر گرفت اور ان کے نظریات و افکار پر
بحث تو اقامتِ دین کی جدوجہد کا اہم باب قرار پائے۔ لیکن مولانا سید
ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کے افکار اور ان کے طرزِ عمل اور ان
کی طرزِ عمل اور ان کی پالیسیوں پر گفتگو شرافت سے محرومی کا ذریعہ بنے۔ اس سے

دین پسند عناصر کے حوصلے پست ہوں اور اقامتِ دین کی جد و جہد کو اس سے نقصان پہنچے۔ ہم اپنے نقص علم و فہم کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں باتوں میں باہم توافق ہماری سمجھ میں نہیں آسکا۔

آگے چل کر صفحہ ۱۵ پر رقمطراز ہیں:۔

شرافت سے محروم

اگر مولانا کے نزدیک علیحدہ ہونے والے شرافت سے بھی محروم ہیں تو انھیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ انھیں دین کے لیے مثبت کام کرنے کا مشورہ کس بنا پر دے رہے ہیں۔ کیا شرافت سے تہی لوگوں نے دین کے لیے مثبت کارنامہ کبھی انجام دیا ہے؟ اور پھر یہ پہلو بھی تو قابل غور ہے۔ کہ کیا یہ لوگ آج تک مولانا کی صحبت سے شرافت بھی حاصل نہیں کر پائے۔

ساتھیوں سے خطاب

مولانا عبد الرّحیم اشرف صاحب ۹ رمئی ۱۹۵۸ء کے المنبر میں

جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والوں کے نام کے عنوان سے رقمطراز ہیں:۔

آج بصراحت ان ساتھیوں سے خطاب کرنا مقصود ہے۔ جو جماعت اسلامی سے اس کی موجودہ پالیسی کے غلط ہونے کی وجہ سے الگ ہوئے ہیں۔ ہم خود انہی میں سے ایک ہیں اس لیے یہ خطاب خود ہم اپنے آپ سے بھی کر رہے ہیں اور دوسرے رفقاء سے بھی اور جب "ہم" کہا جائے گا۔ تو اس میں ہم سب شریک متصوّر ہوں گے۔

رفقاءِ محترم! ہم سب نے علی وجہ البصیرت یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کرتے ہیں اور اس کے حصول کا متعین راستہ ہمارے نزدیک وہی تھا جو خدا کے اولوالعزم نبیوں، صدیقوں، شہدا اور صالحین

کے نقوش پا سے آراستہ تھا۔

آگے چل کر:۔

بیسوں قافلے اپنے سفر کو کھوٹا اور محبوب منزل کو گم کر چکے ہیں

ہم نے اس مقصد کے لیے ایک قافلہ کی رکنیت قبول کی۔ جب تک دل و دماغ مطمئن رہے۔ ہم یکسوئی کے ساتھ چلتے رہے۔ جب ہمیں بعض باتیں غلط محسوس ہوئیں تو ہم نے اصل مقصد (اقامتِ دین) سے تو اتفاق رکھا لیکن ان باتوں کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔ جن کو ہم دیانتہً غلط سمجھتے تھے۔ ہمارے پیشِ نظر اس عرصہ میں اپنے آقا کا یہ فرمان تھا کہ "دین کو قائم کرنے کے کام میں لگے رہو۔ اور تفرقہ وعلیحدگی سے باز رہو۔ (واقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ)

ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کچھ ایسے لوگ جو اس راہ سے ناواقف ہیں وہ اس قافلے کو بدراہ کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن ہم نے ان کی اس حرکت کو ان کے علم کی کمی پر محمول کر کے اصلاحِ احوال کی کوشش کی۔ مگر ہم ناکام رہے اور حالات اس حد تک پہنچ گیے کہ اس قافلے کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا گیا۔ جو نہ صرف کہ اقامتِ دین کی منزل تک پہنچانے والا راستہ نہیں تھا بلکہ ہم نے آغاز سفر کے وقت ہی اس غلط راستہ کی نشاندہی کر دی تھی۔ اور یہ بات صفائی کے ساتھ سب کو کہہ دی تھی۔ کہ اس غلط راستہ پر پڑ جانے سے بیسوں قافلے اپنے سفر کو کھوٹا اور اپنی محبوب منزل کو گم کر چکے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

قافلہ کو بدراہ کرنے کی مساعی

لیکن ہم نے اس ادائیگیٔ فرض کا آغاز بھی نہیں کیا تھا کہ جو عنصر اس قافلہ کو بدراہ کرنے کی مساعی ایک عرصہ سے کر رہا تھا اس نے اپنے ترکش کا ایک اور

تیر پھینکا اور ہمارے خلاف نفرت، حقارت، بدگمانی، جھوٹ، افترا پردازی کے وہ سارے حربے استعمال کر لیے۔ جن سے ایک طرف تو ہم اپنی رائے کو یقین میں بدلنے پر مجبور ہو گیے۔ کہ اس قافلہ کو فی الواقعہ راہِ راست سے ہٹانے میں کامیابی حاصل کی جا چکی ہے اور دُوسری جانب ہمارے لیے ممکن نہ رہا۔ کہ ہم پُوری وضاحت سے اپنے عزیز ساتھیوں کو اصل صُورتِ حالات سے آگاہ کر دیں۔ لیکن یہ شر ہمارے لیے ایک دوسرے خیر کا ذریعہ بنا۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

راہروؤں کا اعلان

رہروی میں پردۂ رہبر کھُلا

ظاہر ہے یہ لوگ اسی بنا پر تو اس قافلہ میں شریک ہوئے تھے کہ شہیدین علیہم الرحمۃ کی شہادت اور اس عہد کے ایک عظیم عبقری (مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے مقام دعوت و عزیمت سے ہٹ جانے کے بعد یہ قافلہ مجتمع ہوا تھا اور اس کے راہروؤں نے اعلان کیا تھا۔ کہ یہ خاتم النبیین کے اسوہ کی پیروی میں از سر نو تجدید و احیاء دین کے فرض کو ادا کرنے کی جدوجہد میں اپنی جانیں کھپا دے گا۔ لیکن ابھی چند قدم ہی اُٹھائے گیے تھے کہ اسے بھی وہی حادثہ پیش آیا۔ جو داعیٔ حزب اللہ کو پیش آیا تھا اور مزید برآں یہ کہ اس حادثہ کی یہ نوعیت بڑی ہی صبر آزما تھی۔ کہ اس قافلہ کے راہ نما حضرات اپنے مؤقف کی تبدیلی اور مقصد سے انحراف کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انھوں نے مغالطوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جس نے ہر اُس شخص کے اعتماد کو متزلزل کیا جو از سر نو اس دعوت کا داعی ہو کر اقامتِ دین کے

لیے طریق نبوّت کی پیروی کے لیے جمع ہوا۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

جھوٹے پروپیگنڈے کا طلسم

جھوٹے پروپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اور پھیلائی ہوئی بدگمانیاں اپنے فطری زوال سے ہمکنار ہو رہی ہیں۔ الگ ہونے والے حضرات مثبت طور پر گفتگوئیں کر چکے ہیں اور بڑی حد تک ایک دوسرے کے نکتۂ نظر سے آگاہ ہو کر قدر مشترک کو مربُوط کرنے کے لیے ہمکنار ہو رہے ہیں۔

مولانا عبدالرّحیم اشرف صاحب پھر صفحہ ۷ پر تحریر فرماتے ہیں :-

ہم ان تمام رفقاء کی خدمت میں جو اس قافلہ سے الگ ہوئے یا اس سانحہ سے بد دل ہو کر یاس و قنوطیت کا شکار ہوئے اور جن پر اس حادثہ کی وجہ سے کوئی بھی بُرا اثر پڑا یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ہم سب اپنے مالک و آقا کے حضور زندگی کے ایک ایک لمحہ کے متعلق سوال کیے جائیں گے۔

آگے چل کر :-

ہمّتیں پست کیوں ہو گئیں

تم کیوں سُست پڑ گیے؟ تمہاری ہمّتیں پست کیوں ہو گئیں؟ تم نے اس حادثہ سے اتنا شدید اثر کیوں لیا کہ تمہارا احساس فرض تک مجرُوح ہو کر رہ گیا؟ اور اس کا بھی جواب دو کہ تم نے نہ کھانا چھوڑا۔ نہ پینا ترک کیا، نہ تم نے کاروبار معطل کیا۔ نہ تم نے اعزہ و اقربا سے میل جول میں کمی کی۔

یہ سوال یقیناً ہم سے ہوگا اور ہم سب کو علیحدہ علیحدہ اس کا جواب دینا ہوگا۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کی ایک ہی صُورت ہے۔ کہ ہم آج ہی سے عہد کریں کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کام کو انجام دینے میں مصروف ہو جائیں گے۔

اس جواب کے سوا کوئی دُوسرا جواب اس سوال کا ممکن نہیں۔
(صفحہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷)

۲۸ فروری ۱۹۵۸ء کے المنیر کے صفحہ ۱۵ و ۱۹ پر عبدالقیوم صاحب کا ایک طویل تحریر مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف نے شائع کیا ہے۔ جس میں عبدالقیوم صاحب نے مولانا اشرف اور ان کے رفقا کو غلط کار نا تجربہ کار اور کیا کیا کہا ہے اور مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی کی تعریف و تائید کی ہے یہ بھی دھمکی دی ہے۔ کہ المنیر کو ہماری تائید اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آپ اپنی موجودہ روش سے باز نہیں آئیں گے۔

علاوہ ازیں تحریر فرماتے ہیں:۔

آپ کو بالکل بھکا ہُوا پاتے ہیں

آپ کے المنیر۔ ترجمان اسلام احراری پرچہ منکر حدیث کا طلوعِ اسلام۔ قادیانیوں کی پیغام صلح و الفضل امروز سب کی ایک ہی رٹ ہے کہ جماعت گمراہ ہو گئی ہے۔ آپ کس مُنہ سے گذشتہ المنیر کی ابتدا سے آپ تک ان لوگوں سے لڑتے رہے ہیں۔ اب ان کی صف میں شریک ہو کر جماعت کے آگے روڑے بن رہے ہیں۔

آپ کے سابقہ پرچے ہمارے پاس موجود ہیں اور آپ کی کتابیں بھی ان کو دیکھ کر ہم آپ کو بالکل بھکا ہوا پاتے ہیں۔

اُمید ہے۔ کہ بندہ کی معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔ اور اپنے منیجنگ ایڈیٹر مصطفےٰ صادق کو بھی کچھ تعلیم دیا کریں گے۔ جماعت کے خلاف جب سے المنیر میں لکھنے لگا ہے۔ نہایت اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آیا ہے۔

مولانا مودودی امیر و امام جماعت اسلامی کے بارے میں جناب عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنیر حال المنبر کی جو رائے ہے۔ وہ ناظرین حضرات دیکھ چکے لیکن جب مولانا جماعت اسلامی میں شریک تھے۔ اُنھوں نے جماعت اسلامی کا عقیدہ۔ دعوت اور طریق کار کے عنوان سے ایک کتابچہ تحریر فرمایا جو مکتبۂ تہذیب ملّت لائل پور کی طرف سے شائع ہُوا۔ اس کے صفحہ ۲۴ پر مولانا مودودی کے بارے میں اُن کی کیا رائے تھی۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:۔

منکرِ سنّت

جو لوگ جماعت اسلامی کو منکرِ سنّت ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں یا جن کا سب سے بڑا دینی کارنامہ آج کل یہ ہے۔ کہ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کو محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی توہین کا مرتکب ثابت کیا جائے۔ انھیں خداوند ذوالجلال کے حضور ان الفاظ کے کہنے والے کو استغاثہ کے جواب کی تیاری بھی ابھی سے کر لینی چاہیئے۔

مولانا موصوف کی ایک تحریر جس میں اُنھوں نے اشارہ کیا ہے کہ مودودی صاحب حضرت عثمانؓ تک پر تنقید کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم مودودی صاحب اور ان کے رفقا پر تنقید کرتے ہیں۔ تو وہ ہمیں شرافت سے محروم بناتے ہیں۔ قارئین کی نظر سے گذر چکی ہوگی۔ اصل بات ہے کہ مولانا بھی کافی سال مودودی صاحب کے ساتھی رہے ہیں۔ تضادات کا کچھ نہ کچھ حصّہ تو آخر ان کی قسمت میں بھی تو تھا۔ مولانا اگر آپ کی چشم بصیرت مودودی صاحب کے علمی و عملی، فکری و نظری جوہروں کو اتنی جلدی بھانپ سکتی تو اتنے سال آپ بھی کیوں اس جماعت میں صرف کرتے۔ (مرتّب)

مولانا امین احسن اصلاحی ایک طویل خط میں جو سائیکلو سٹائل کیا ہُوا ہے۔

کے صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں :-

شق نمبر ۱- ان سارے تجربات کے بعد اب میں کس مقصد کے لیے جماعت میں پڑا رہتا۔ میں نہ تو انقلاب قیادت کے نعرہ کو اسلامی انقلاب کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور نہ ووٹ حاصل کرنے کی بھاگ دوڑ کو اصلاح معاشرہ کا واسطہ۔ جماعت کا موجودہ دستور میرے نزدیک نہ شورائی ہے نہ جمہوری پھر سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ مجھے امیر جماعت کے نہ عدل پر بھروسہ ہے نہ اُن کی تنہا بصیرت پر نہ دستور جماعت کے ساتھ اُن کی وفاداری پر۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

بعض ناداں حامیوں کی طرح

مجھے یہ توقع نہیں ہے۔ کہ آپ جماعت کے بعض نادان حامیوں کی طرح جماعت اسلامی کو وہ الجماعت سمجھتے ہوں۔ کہ جس سے نکلنا جہنم کی وعید کا مستوجب ہو یا جس کو چھوڑنے کے لیے جماعت کی طرف سے کسی کفر صریح کا اعلان ہو۔ یہ جماعت اقامتِ دین کے لیے اُٹھی تھی۔ اگر کسی پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ کہ اس کے لیڈروں نے اس کو اس راہ سے ہٹا کر غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ تو اس کا فرض ہے، کہ وہ اُس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر دیکھے کہ اس کی کوشش کی راہ مسدود ہو چکی ہے۔ تو اس سے الگ ہو جائے۔ مَیں نے اپنے امکان کی حد تک اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ لیکن جب مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ تو اس سے الگ ہو گیا ہوں۔

مجھے خدا نے دین اور دُنیا کا تھوڑا بہت جو علم دیا ہے۔ مَیں نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کی رہنمائی میں کیا ہے۔ مَیں اگر ایسا نہ کرتا۔ تو میری رُوح خدا سے شرمندہ ہوتی اور میرا ضمیر مُردہ ہو جاتا اور شاید آئندہ نسلیں مجھ پر لعنت بھیجتیں کہ میں نے

جماعت کی خیر خواہی کا حق ادا نہیں کیا۔ اپنے علم و یقین کی حد تک میرا دل پوری طرح مطمئن ہے اور جب میرا دل مطمئن ہے۔ تو مجھے اس کی خس برابر بھی پروا نہیں ہے۔ کہ کون مجھے منافق سمجھتا ہے اور کون مومن؟

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب ۱۳ جنوری ۱۹۵۸ء کو ایک خط امیر جماعت کو لکھتے ہیں۔ جس میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مجھے جماعت کی موجودہ پالیسی اس کے موجودہ نظام اور اس کے موجودہ دستور سے اتفاق نہیں ہے۔ اور بد قسمتی سے آپ پر بھی آپ کے بعض اقدامات کے سبب سے مجھے اعتماد باقی نہیں رہا ہے۔ جماعت کے کچھ مخلصین جو اصلاح احوال کی کوشش کر رہے تھے۔ اب وہ بھی اپنی کوششوں میں ناکام ہو کر مجھے اپنی مایوسی کی اطلاع دے چکے ہیں۔ اس وجہ سے نہایت افسوس کے ساتھ اب میں جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ دیتا ہوں۔

مولانا مودودی صاحب ایک خط جو چوہدری غلام محمد صاحب کو لکھتے ہیں۔ اس میں شق نمبر ۷

مولانا کو ہم پہلے بھی سر آنکھوں پر بٹھاتے رہے ہیں اور اب بھی اس کے لیے تیار ہیں لیکن بہت فرق ہے اس بات میں کہ کسی کو اس کے مرتبے اور خدمات کی وجہ سے سر پر بٹھایا جائے اور اس میں کوئی اپنے مرتبے اور خدمات کی دھونس سے ہمارے سر پر سوار ہونے کی کوشش کرے۔ مولانا کو پہلی ہی صورت پر قناعت کرنی چاہیئے۔ اور ایسی باتیں نہ کرنی چاہیئں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو دستور نظام جماعت اور امیر جماعت سب سے بالاتر رکھنا چاہتے ہیں۔

شق نمبر ۸۔ آخری اور میرے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ مولانا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس جماعت میں اگر وہ میرے ساتھی اور مددگار

کی حیثیت سے رہیں۔ تو میری اور ان کی طاقت مل کر ایک بڑی طاقت بنتی ہے۔ جو جماعت کے لیے بھی مفید ہے اور تحریک اسلامی کے لیے بھی۔ اور اگر وہ میرے مدمقابل اور زعیم حزب اختلاف کی پوزیشن اختیار کریں۔ تو یہ ہر حیثیت نقصان دہ ہے۔ جماعت کے لیے بھی اور تحریک اسلامی کے لیے بھی۔

اسی چوہدری غلام صاحب والے خط کے جواب میں مولانا امین احسن اصلاحی مودودی صاحب کو خط لکھتے ہیں:۔

خوشامدیوں کی جماعت

شق نمبر ۵۔ میں جماعت کے متعلق یہ خیال نہیں رکھتا کہ وہ خوشامدیوں کی جماعت ہے یا آپ کے مریدوں کی ہے۔ میں جماعت کے اندرونی احساسات سے آپ سے زیادہ واقف ہوں۔ میں خوشامدی صرف انہی افراد کو سمجھتا ہوں جو فی الواقع خوشامدی ہیں اور جن کے کارنامے ان کے اس وصف کے گواہ ہیں اور پیری کی گدی اس جدید نظام کو سمجھتا ہوں۔ جس کی بساط اب آپ نے بچھائی ہے اور جماعت جس کے نتائج سے بے خبر ہے۔

نکلے یا نکالے گیے

شق نمبر ۶۔ جو لوگ جماعت سے نکلے یا نکالے گیے ہیں۔ میرا ان کے ساتھ تعلق ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ میں ان سے برأت کرنا گناہ سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ سب لوگ آپ کے استبداد کے شکار ہوئے ہیں اور اگر ان میں سے کسی نے کوئی غلط حرکت کی بھی ہے۔ تو محض آپ حضرات کی بے تدبیریوں سے مشتعل ہو کر کی ہے۔ میرے نزدیک آپ لوگوں نے ملک سعید کے ساتھ بھی سخت زیادتی کی ہے۔ ان کی غلطی اگر کوئی ہے تو یہ انھوں نے آپ کی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی کوشش کی۔ میں نے اگر ان کی کسی بے جا حرکت پر پیٹھ ٹھونکی ہو تو

مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

شق نمبر ۷ ۔ آپ اپنے کو نہ صرف جماعت اسلامی کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ بلکہ خود اسلام کا بھی قائم مقام سمجھنے لگے ہیں۔ آپ کے نزدیک اگر آپ کی کسی حرکت پر کسی کو اعتراض ہو تو وہ جماعت پر اعتراض ہے اور جب یہ جماعت پر اعتراض ہے۔ تو اسلام پر اعتراض ہے۔ اس طرح آپ اپنا یہ ذہن بنائے بیٹھے ہیں۔ کہ آپ کی ذات اگر کبھی زیر بحث آئی۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس ملک میں اقامت دین کا سارا کام درہم برہم ہو جائے گا اور لادینی طاقتیں غالب ہو جائیں گی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ سوچنے کے اس انداز کو بدلیں۔ خدا نے اسلام کو نہ آپ کے ساتھ باندھا ہے نہ جماعت اسلامی کے ساتھ اور نہ کسی اور کے ساتھ اگر آپ اسلام کا کام کرنے اُٹھے ہیں تو خدارا اس کی یہ قیمت نہ مانگیئے۔ کہ اگر آپ اسلام پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگ جائیں تو بھی لوگ اس کو جاننے کے باوجود چُپ رہیں۔ کیونکہ اس سے اقامتِ دین کے جہاد کو نقصان پہنچ جائے گا۔

مزاج شناس رسول سمجھنے والے اصلاحی

جناب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی مودودی صاحب کو مزاج شناس رسولؐ کا خطاب دے کر یا سمجھ کر اب یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسلام پر بھی ہاتھ صاف نہ کریں زیادتی فرما رہے ہیں۔ مولانا گو ہم جناحؒ اور مودودی کے تقابل کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ لیکن صرف اس لیے کہ آپ کے توسط سے اور بھی آپ ایسے حضرات سمجھ سکیں۔

آپ دیکھیں کہ دیوانہ رسولؐ حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کی نگہ بصیرت نے مسلمانوں کی قیادت کے لیے جناحؒ کو منتخب کیا اور وہ ملت

کی کشتی رواں کو ساحل مُراد تک لے آیا۔ کیا مزاج شناس رسولؐ ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے آپ کے سابق ساتھی جناب مودُودی صاحب مولانا آپ آج سمجھ سکے۔ کہ یہ اسلام کے نام پر پیری کی گدّی مضبوط کر رہے ہیں۔ حقیقت بین نگاہوں نے جنھوں نے اقبالؒ سے اسلام سیکھا، برسوں پہلے سمجھ لیا اور ملّت اسلامیہ کو اس امیر و امام جماعت اسلامی کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب ان کی خُداداد بصیرت و فراست پر رشک کرو جنھوں نے برسوں پہلے جناب مودُودی کے حصول اقتدار کے عزائم کو اور وہ بھی اسلام کو زینہ بنا کر بھانپ کر فریب خوردہ اصحاب اور عامۃ المسلمین کو ان کی فریب کاریوں سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مقام شکر ہے کہ آپ حضرات نے بھی یہ اعتراف کیا ہے۔ کہ مودُودی صاحب اسلام پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں ویسے مولانا آپ کے لیے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں آپ کا کافی حصّہ ہے اس عادت کو بنانے میں کہ مودودی صاحب اپنے آپ کو ہی اسلام سمجھ بیٹھے ہیں۔

ایک اور مکتوب میں مولانا امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں:۔

معاملہ مستقبل کے مورّخ کے سُپرد

آپ اس کارنامہ کی مصلحتیں مجھے سمجھانے کی بجائے بہتر ہے۔ کہ اب معاملہ کو مستقبل کے مورّخ کے حوالہ کیجئے۔ اس کے سامنے ہم سے زیادہ واضح نتائج ہوں گے۔ اور وُہ زیادہ بہتر طریقہ پر فیصلہ کر سکے گا کہ آپ نے جو کچھ کیا اس سے کیا برکتیں ظہور میں آئیں مجھے اپنی سیاسی بصیرت پر اتنا اعتماد نہیں ہے کہ کوئی بات آپ کی طرح دعوے کے ساتھ کہہ سکوں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ کے سوا شاید کوئی ایسا بدقسمت لیڈر ہو جس نے ایک معمولی CRisis سے عہدہ برآ

ہونے میں وہ بے بصیرتی دکھائی ہو۔جو آپ نے دکھائی۔آپ نے میری لیڈری
کے موہوم خطرہ سے لڑنے میں برسوں کے اس کیے کرائے پر پانی پھیر دیا جس
میں آپ کی طرح دوسروں کی محنتوں کا بھی بہت کچھ حصہ تھا۔

مندرجہ بالا سطور جناب مولانا مودودی صاحب سے متعلق جو مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے تحریر کی ہیں۔قارئین کی نظر سے گذریں اب آپ سہ روزہ انصاف مورخہ ۱۱ جون ۱۹۵۱ء بحوالہ ترجمان القرآن مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا بیان پڑھیئے:۔

مولانا مودودی کے علم وفضل کا کیا مرتبہ ہے۔اس کے متعلق امام التفسیر مولانا حمید الدین فراہی کے تلمیذ رشید اور فیض یافتہ مولانا امین احسن اصلاحی کا بیان قابل ملاحظہ ہے۔

مولانا مودودی کا علم ومطالعہ مدرسی اور خانقاہی حلقوں میں اکثر زیر بحث رہا ہے اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ اس مطالعہ میں لوگوں کا غرور علم اکثر اعتراف حق پر غالب آیا ہے۔میں یہ تو نہیں جانتا۔کہ مودودی صاحب نے کہاں پڑھا ہے۔لیکن میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ نہایت ذہین آدمی ہیں۔نہایت قابل آدمی ہیں اور نہایت وسیع النظر عالم ہیں ان کا مرتبہ صرف اس پہلو ہی سے اونچا نہیں ہے کہ وہ جدید علوم وافکار پر نہایت وسیع نگاہ رکھتے ہیں اور ایک بلند پایہ انشا پرداز ہیں بلکہ ان کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت پر گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔

قرآن کا انھوں نے ایک اسکالر کی طرح مطالعہ کیا ہے اور وہ برابر اس پر تدبر کرتے رہتے ہیں۔صرف بیضاوی اور جلالین بقدر نصاب پڑھ کر مفسر نہیں بن بیٹھے ہیں۔انھوں نے حدیث کی تمام مستند کتابوں کو حرف بحرف غور کے ساتھ پڑھا ہے صرف ان کے دورہ پر اکتفا نہیں فرمایا ہے۔اسی

طرح فقہ و اُصول سیرت و رجال کی تمام ضروری کتابیں اُن کی نگاہوں سے گذری ہوئی ہیں۔ ان کے مطالعہ کا طریقہ بھی محققانہ ہے۔ مَیں بیس ماہ ان کے ساتھ جیل میں رہا ہُوں اور مَیں نے نہایت قریب سے ان کو دیکھا ہے کہ وُہ کس طرح کی چیزیں پڑھتے ہیں اور کس قدر پڑھتے ہیں۔ اُنھوں نے جیل کے قیام کے دوران میں عام علوم وفنون کے علاوہ تفسیر حدیث، فقہ، سیرت اور رجال کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ کہ میں پُورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو حضرات ان کے مطالعہ کتب وسنّت پر باندازِ استخفاف تبصرہ فرماتے ہیں ان کو شاید مدّت العمر اتنی کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ مَیں نے جب کبھی کوئی ان کی پڑھی ہُوئی کتاب کسی ضرورت کے لیے اُٹھائی تو حدیث اور فقہ کی موٹی موٹی کتابوں پر بھی دیکھا ہے۔ کہ ان کے تمام اہم یا قابلِ تنقید مقامات پر حاشیہ میں خود ان کے مفید قلم سے مفید نوٹ موجُود ہیں۔ وُہ عربی زبان کو عالمانہ طور پر سمجھتے ہیں۔ حاطب اللیلوں کی طرح تیر تکے نہیں چلاتے۔ جیل کے دوران قیام میں مجھے بعض اوقات عربی کی بعض مشکل یا غلط چھپی ہُوئی عبارتوں کے بارے میں ان کے مشوروں سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا ہے اور میں نے ہر مرتبہ یہ محسوس کیا۔ کہ وُہ عبارت کا تجزیہ کرنے اور کلام کی نحوی تالیفات کو سمجھنے میں مدرسی مولویوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ پھر کام کو جس ذمہ داری کے ساتھ وہ کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی تقریر بھی اس وقت تک کرنا پسند نہیں فرماتے جب تک اس کے لیے اچھی تیاری نہ کرلیں۔ اگر ایک ایسے شخص پر بھی کتاب و سنّت کے بارے میں ہم اعتماد نہیں کر سکتے۔ تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ کتاب و سنّت کے بارے میں اس ملک میں کس شخص

پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اب مولانا اصلاحی صاحب خود ہی اعتماد نہیں کر رہے

مولانا اب آپ ہی اس شخص پر کتاب و سنّت کے بارے میں اعتماد نہیں کر رہے اور نہ آپ کے وہ رفقا جو آپ کے ساتھ جماعت اسلامی سے نکلے یا نکالے گیے۔

آپ کو ان کی ہمہ دانی پر پہلے اعتماد تھا اور اب اُٹھ گیا ہم تو نہ انھیں مفسّر نہ محقق اور نہ ہی مفکّر تسلیم کرتے ہیں ایک اچھے جرنلسٹ کا درجہ دے سکتے ہیں وہ بھی اگر آپ اجازت دیں۔ (مرتّب)

امیر و امام جماعت اسلامی جو انھوں نے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی طرف لکھا ہے۔

شق نمبر ۳ میں رقمطراز ہیں :۔

کوئی بلّی تھی

کوٹ شیر سنگھ کے اجلاس شوریٰ میں میری افتتاحی تقریر کے متعلق آپ کا تصوّر یہ ہے کہ یہ کوئی "بلّی" تھی۔ جو بہت دنوں سے تھیلے میں چھپی ہوئی تھی اور اس روز مناسب موقع دیکھ کر تھیلے سے باہر آگئی ہے۔ اپنے پُرانے دوست پر آپ کی یہ بڑی نوازش ہے کہ آپ اس کے متعلق اتنے بلند اور پاکیزہ خیالات رکھتے ہیں۔ ان خیالات سے واقف ہو جانے کے بعد میرے لیے یہ اُمید کرنا مشکل ہے۔ کہ آپ کبھی میرے کسی قول کو اچھے معنوں میں بھی لیں گے۔ تاہم میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اپنا ما فی الضمیر صحیح صحیح بیان کر دوں۔ درحقیقت میرے پاس کبھی کوئی "بلّی" نہ تھی۔ جسے تھیلے میں چھپا کر رکھنے کی ضرورت مجھے محسوس ہوئی ہو اور اگر کوئی بلّی تھی۔ تو اگست ۱۹۴۱ء میں جس روز پہلی مرتبہ جماعت بنی تھی اور

کسی امیر کا انتخاب ہوا بھی نہ تھا۔ اُسی وقت میں نے اسے تھیلے سے نکال کر سب کے سامنے رکھ دیا تھا۔

جواب آں غزل

آپ نے اپنی "بلی" کی تاریخ پیدائش ناحق بیان کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ مَیں اس بات سے ناواقف نہیں ہُوں۔ کہ یہ "بلی" آپ کے تھیلے میں روزِ اوّل سے موجود ہے۔ لیکن آپ کو یاد ہو گا کہ تقسیم سے پہلے الٰہ آباد کی شوریٰ کے اجلاس میں مَیں نے اس کا گلا دبانے کی کوشش کی۔ یاد نہ ہو تو مذکورہ شوریٰ کی رُوداد پڑھ لیجئے۔ اس وقت تو یہ نہ مر سکی۔ لیکن مَیں اور جماعت کے دوسرے اہل نظر برابر اس کی فکر میں رہے اور شوریٰ میں اس کی موت وحیات کا مسئلہ بار بار چھڑتا رہا۔ یہاں تک کہ تقسیم کے بعد ہم نے جو دستور بنایا اس میں اس کی موت کا آخری فیصلہ ہو گیا۔ واضح رہے کہ جب اس کے قتل کا فیصلہ ہوا تھا تو اس وقت شرع شریف، مصلحت زمانہ اور اسلامی جمہوریت سب کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہوا تھا۔ اس کی تائید میں علماء کے فیصلے بھی حاصل کیے گیے تھے۔ اور اہل نظر کی رائیں بھی جمع کی گئی تھیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

بے بصیرتی کا ثبوت

اس میں شُبہ نہیں کہ آپ اپنے عمل سے وقتاً فوقتاً اس کو زندہ بھی کرتے رہے لیکن ہمارے دستور نے اس کی زندگی تسلیم نہیں کی۔ اس سلسلہ میں جب کبھی آپ نے دستور کی مخالفت کی تو عموماً اپنے اقدامات میں بے بصیرتی کا ثبوت دیا۔ جس سے جماعت کے اہل الرائے اس بارہ میں یکسُو ہو گیے کہ یہ "بلی" مُردہ ہی رہے تو اچھا ہے لیکن آپ پر اس کی موت بڑی شاق تھی آپ اس کو حیاتِ تازہ

بخشنے کے لیے برابر بے چین رہے۔ اسی کے عشق میں آپ نے استعفیٰ دے دیا۔
ماچھی گوٹھ میں آپ نے اس کے لیے رازداروں کو خلوت میں بلا کر سازش کی۔
پھر شیر کوٹ میں اس پر مسیحائی کا آخری افسوں پڑھا اور یہ واقعی زندہ ہوگئی۔
اب آپ مجھے دعوت دیتے ہیں کہ میں پھر شوریٰ میں آؤں اور اس کے اندر رہ
کر اس کو مارنے کی کوشش کروں تو میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔
ایک "بلّی" برسوں کی محنت سے میں نے ماری۔ آپ نے وہ پھر زندہ کردی۔
اور اب آپ کی مجلس عاملہ نے اس کی رضاعت و پرورش کی ذمّہ داری بھی
اٹھالی۔ اب میں پھر اس کو مارنے لگوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ساری
زندگی اس "گربہ کشی" ہی کی نذر کردوں آخر یہ کونسا شریفانہ پیشہ ہے۔

(از مولانا امین احسن اصلاحی صاحب شق نمبر ۳)

رازداروں کو خلوت میں بلا کر سازش

مولانا اصلاحی مودودی صاحب کی بے بصیرتی کا جو اعلان فرما رہے ہیں۔ قارئین کرام کی نظر سے گذر چکا ہے۔ اور ماچھی گوٹھ میں رازداروں کو خلوت میں بلا کر سازش کرنے کا جرم بھی امیر و امام جماعت اسلامی کے پلّے باندھ چکے ہیں اور مولانا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی "بلّی" کے عشق ہی میں مودودی صاحب نے استعفیٰ بھی دے دیا تھا۔

بلّی تھی اور بلّی ہے

مولانا کونسی بلّی کیسی بلّی ہم عامیوں کو کیا معلوم لیکن حالات و واقعات کا جہاں تک تعلق ہے ہم بھی آپ کی ہمنوائی کے لیے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ کہ مولانا مودودی صاحب کے پاس اب بھی کوئی "بلّی" ہے۔ ضرور جسے اب آپ بھی مارنا نہیں چاہتے اس معاملہ میں ہم آپ اور آپ کے حامی ہمنظر

اور اہل الرائے حضرات سے اتفاق کرتے ہیں۔ رہا یہ کہ آپ نے اپنے مؤقف کی تائید میں علماء کے فیصلے بھی حاصل کیے تو انسان اپنی دانست میں جب اپنے کسی پرانے رفیق کو راہِ راست سے بھٹکا ہوا پاتا ہے تو ایسی ہزاروں کوششیں کرتا ہے۔ جیسی آپ نے کیں بہرحال یہ تو خلوتیاں راز کا معاملہ ہے ہمارا مقصود تو صرف ان سطور کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا تھا کہ آپ انہی مودودی صاحب کی "بے بصیرتی" کے معترف ہیں۔ جن کو کسی زمانہ میں مزاج شناس رسول۔ قابل۔ وسیع النظر عالم۔ قرآن و سُنّت کے حامی اور اس حد تک کہ اگر دین کے معاملہ میں اُن پر اعتماد نہ کیا جائے تو اس ملک میں کوئی اور ایسا آدمی ہے ہی نہیں یہ حیثیت دئے ہوئے تھے۔ کیونکہ ہماری کتاب کا موضوع ہی ایسا ہے جس کی وجہ سے ہم مودودی صاحب کے اُن رفقائے کار کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ روشنی ڈال رہے ہیں جو کبھی ان کے ساتھی تھے اور اب ہیں، رہا "بلی" کا معاملہ تو ہم کیا لوگوں کی اکثریت آپ کے ساتھ اس بارے میں متفق ہے کہ امیر و امام جماعت اسلامی کے پاس ایسی "بلی" ہے اور یقیناً ہے جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے اور ممکن ہے جس کے عشق میں مولانا نے استعفیٰ بھی دے دیا تھا۔ اس "بلی" کے سامنے کبھی کبھار علامہؒ کا یہ شعر بھی الاپتے ہوں ے

تجھ کو دوز دیدہ نگاہی یہ سکھا دی کس نے
رمزِ آغازِ محبت کی بتا دی کس نے (اقبالؒ) (مرتب)

روزنامہ کوہستان ۲، نومبر ۱۹۶۲ء

امیر جماعت اسلامی سرگودھا مولانا اسعد گیلانی لائل پور کے حالیہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

۱- پاکستان کے باشعور عوام ووٹ کے صحیح استعمال سے پُوری طرح واقف ہیں اور

۲- اگر عوام میں سیاسی شعور نہ ہوتا تو آج پاکستان کا وجود نہ ہوتا۔

باشعور عوام

مولانا پاکستان کے "باشعور عوام" نے اس حد تک تو اپنے باشعور بلکہ غیور و جلیسور ہونے کا عملی ثبوت تو اُس وقت دیا تھا۔ جب آپ نے الیکشنی مہم پر فتح حاصل کرنے کے لیے اپنے صالحین کو اُمیدوار کھڑا کیا تھا۔ عامۃ المسلمین کی اُن بصیرانہ نگاہوں نے جو انھیں حضرت قائداعظمؒ کی قیادت نے بخشی تھیں فوراً تاڑ لیا کہ یہ وُہی نقاب پوش ہیں جنھوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے ملّی استحکام کی تحریک حصول پاکستان کی مخالفت کی تھی اور آپ کے امیدواروں کو بُری طرح ناکام بنایا اور آئندہ بھی انشاراللہ العزیز آپ کو سمجھتے ہی رہیں گے۔ اور آپ کے تقدّس کا وہ طلسم ٹوٹ کر رہے گا۔ جس پر آپ نازاں و فرحاں ہیں۔

آپ کا یہ فرمان کہ اگر عوام میں سیاسی شعور نہ ہوتا تو آج پاکستان کا وجود نہ ہوتا۔ ہم اس سے صد فی صد اتفاق کرتے ہیں لیکن قبلہ ان عوام کے بارے میں اپنے امام و مرشد کی جو رائے تھی اور اس قیادت کے متعلق بھی ان کی تحریر پیش کرنے کی اجازت فرمائیے۔

دین سے بے بہرہ قیادت اور بے دین قوم

میرے نزدیک یہ صُورت حال اسلام کے لیے وطنی قومیت کی تحریک سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ لوگوں کی قیادت میں ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا علیحدہ وُجود برقرار رکھا بھی (جیسا کہ ٹرکی اور ایران میں برقرار رکھے ہوئے ہیں) تو اُن

کے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فنا ہو جانے میں آخر فرق ہی کیا ہے۔ (موجودہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصّہ سوئم صفحہ ۱۳۱ و ۱۴۰ از مولانا مودودی)

حضرت مولانا یہ تھے وہ عوام جنھوں نے پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کی قیادت میں حاصل کیا جنھیں آپ کے پیر و مرشد نے "بے دین قوم" کا خطاب دیا اور مسلم لیگی قیادت کو دین سے بے بہرہ قیادت کا ہاں یہاں تک الی عامتہ المسلمین کے سیاسی طور پر باشعور ہونے کا تعلق ہے۔ آپ کا فرمان درست ہے۔

سیاسی شعور رکھنے والے

حقیقت میں یہی سیاسی شعور رکھنے والے عامتہ النّاس تھے جنھوں نے قائد اعظمؒ کی قیادت پر پُورا پُورا بھروسہ کیا اور مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر حصول پاکستان کی جنگ لڑی۔ اور پاکستان حاصل کیا۔

مودودی صاحب کی تمام مخالفانہ۔ معاندانہ۔ صحافیانہ اور عالمانہ کوششوں کے باوجود ان باشعور جمہور اسلام نے قائد اعظمؒ کے ہر فرمان کو بسر و چشم قبول کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی ان کا وُہی شعوری جذبہ اس اسلام کے علمبردار متقدسین و صالحین کو اُسی طرح مایوس و ناکامیاب بنادے گا۔ جس طرح پہلے بنایا تھا اور انہی نظروں سے ان نقاب پوش مصلحین کو پہچان لے گا جن سے پہلے پہچانا تھا۔ اور آپ کے امام و امیر جن کو تحریک پاکستان "وطنی قومیت" کی تحریک ہی طرح خطرناک لگتی تھی اور جن کے نزدیک ان کا الگ وجود اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فنا ہو جانا ایک برابر تھا۔

فریب کارانہ ہتھکنڈوں کو سمجھنے میں پہلے کی طرح کوئی کوتاہی نہیں کرے گا اور آپ کی عقل عیّار کے سو بھیس بھی عامۃ المسلمین کا شعور پہچان کر رہے گا۔ اور کیا آپ نے سمجھ لیا ہے۔ کہ حامیان نظریۂ پاکستان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے میدان آپ کے ہاتھ رہے گا تو یہ خام خیالی دل سے نکال دیجئے ؎

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں (اقبالؒ)

اور یہ کارواں انشاء اللہ العزیز اسی منزل کی طرف بڑھیں گے جس کا تعین اقبالؒ نے کیا ہے۔ (مرتب)

مولانا مودودی صاحب کا خط بنام چوہدری غلام محمد صاحب رقمطراز ہیں :۔

میرا طرز عمل

آپ لوگ جانتے ہیں کہ پچھلے پندرہ سولہ برس کے دوران میں میرا طرز عمل مولانا امین احسن صاحب کے ساتھ کیا رہا ہے۔ جماعت میں مجھے سب سے بڑھ کر انہی پر اعتماد تھا۔ ہر معاملہ میں ان کی رائے کو میں سب سے زیادہ وزن دیتا تھا۔ ہر معاملہ میں ان کے مشورے ان کی شرکت اور ان کی معاونت کو ضروری سمجھتا تھا۔ ان کو بجا طور پر جو جماعت میں جو اہمیّت حاصل ہے۔ وہ میرے علی الرغم حاصل نہیں ہوئی بلکہ ان کی قابلیت اور جماعت کی قدر شناسی کے ساتھ میری دلی خواہش اور کوشش کا بھی اس میں دخل ہے۔ میں نے ہمیشہ جماعت کے اندر بھی اور باہر بھی ان کو آگے رکھنے کی کوشش کی ہے اور قولاً وعملاً اپنے بدل کی حیثیت سے پیش کیا ہے تاکہ جماعت میں

کم از کم ایک آدمی تو ایسا رہے جس پر میرے بعد جماعت پورے اعتماد کے ساتھ جمع ہو سکے۔ یہ بات بھی وہ سب لوگ جو شوریٰ کے رُکن رہے ہیں اپنے تجربات و مشاہدات کی پر جانتے ہوں گے کہ میں نے بارہا ان کی ناگوار باتیں ٹھنڈے دل سے برداشت کی ہیں۔ ان کی ناز برداری خود ہی نہیں کی ہے دوسروں سے بھی کروائی ہے۔ پھر یہ بات آپ خود مولانا ہی سے پُوچھ لیجئے کہ اس سالہا سال کی رفاقت کے دوران میں کیا، کبھی مَیں نے ان کو کوئی سخت بات کہی یا لکھی ہے یا ان کے متعلق کوئی ایسا اظہار خیال کیا ہے جو ان کے لیے موجب شکایت ہو۔

بے اعتمادی کا اظہار

لیکن اب یہ میرا نہیں ان کا رویہ ہے۔ جس کی بدولت میرے اور ان کے درمیان تعاون مشکل ہو گیا ہے[1]۔ بے اعتمادی کا اظہار میری طرف سے نہیں اُن کی طرف سے ہوا ہے اور ایسی سخت بے اعتمادی کا اظہار ہوا ہے ایسی بدترین

لہ ۱۔ اس سے مُراد وہ خاص تعاون ہے۔ جو اب تک میرے اور ان کے مابین رہا ہے ورنہ دستور جماعت کے تقاضوں کے مطابق ایک رکن جماعت اور رکن مجلسِ شوریٰ کا امیر جماعت کے ساتھ جو تعلق ہونا چاہیئے۔ وہ بہر حال عملاً رہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے۔ کہ مولانا کے ساتھ جو طرزِ عمل اب مَیں نے اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جماعت کا جو کام وہ خود بخوشی کرنا چاہئیں۔ وُہی ان سے لیا جائے اور کسی ایسے کام کے لیے سرے سے ان کو کہا ہی نہ جائے جسے کرنے کے لیے وہ راضی نہ ہوں۔

۲۔ اس کا شاہد ان کا وہ خط ہے جو انھوں نے جائزہ کمیٹی کے سلسلہ میں مجھے لکھا تھا۔ اس نے مجھ پر یہ بات واضح کردی ہے کہ انھوں نے ان کے نزدیک میں ایک نہایت بے ایمان اور بدفطرت انسان ہوں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد اب میرے لیے کس طرح ممکن ہے۔ کہ میں اُن سے اطمینان کے ساتھ کسی معاملہ میں بات کر سکوں؛

شکل میں ہوا ہے جس کے بعد اب کبھی میں اس اطمینان کے ساتھ ان سے بات نہیں کر سکتا۔ کہ وہ مجھے نیک نیت اور ایماندار آدمی سمجھتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں۔ مایوسی اگر ان کو مجھ سے ہوئی تو یہ عجیب بات ہے۔ انھوں نے تو سارے اسباب وہ جمع کیے ہیں۔ جو مجھے ان سے مایوس کر دینے کے لیے کافی ہیں۔

رنج اگر انھیں مجھ سے ہے۔ تو یہ حیران کن بات ہے واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے میرے تحمّل کو اس آخری حد پر پہنچا دیا ہے۔ جس کے بعد جائز اور بجا تحمّل کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ نہ اس کے آگے کوئی شخص مجھ سے تحمل کے مطالبہ کا حق رکھتا ہے۔ انھوں نے میرے متعلق جتنے برے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے واقف ہونے کے بعد میں حیران ہوں۔ کہ ان سے میرا تعاون آخر کیسے ہو سکتا ہے؟

آگے چل کر:۔

اخلاقی حملوں کی بوچھاڑ

اسی خط کی شق نمبر ۵ مولانا مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مولانا نے پچھلے دنوں مسلسل یہ طرز عمل بھی اختیار کیے رکھا ہے کہ جماعت میں ہر اس شخص کی انھوں نے حوصلہ افزائی کی ہے جو مجھ پر کسی طرح حملہ کر سکتا ہو۔ اس کی ابتدا پچھلے سال آپ سب لوگوں کے سامنے مجلس شوریٰ میں ہوئی تھی۔ جب ملک سعید صاحب نے میری دیانت پر سراسر بے بنیاد حملہ کیا اور مولانا نے اس وقت ان کو حق گوئی کی داد دی۔ اس کے بعد سابقہ مجلس شوریٰ کے اس معرکتہ الآرا اجلاس میں مولانا جس جس طرح ان سب اصحاب کی پیٹھ ٹھونکتے رہے جنھوں نے مجھ پر اعتراضات، الزامات اور صریح اخلاقی حملوں کی بوچھاڑ کی تھی اسے آپ لوگ چاہے بھول گئے ہوں۔ مگر میں کبھی نہیں

بھول سکتا۔ کیونکہ نہ میں اندھا ہوں کہ اس وقت کا ان کا انداز نہ دیکھ رہا ہوں نہ بے وقوف ہوں۔ کہ ان کی باتوں کے معنی نہ سمجھتا ہوں اور نہ بے حس ہوں کہ ان باتوں کو بھول جاؤں

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا جواب

۱ - اس خط میں آپ نے جماعت کے اندر میرا اعتبار و وقار قائم کرنے کے لیے میرے اوپر اپنے جن احسانات کا ذکر کیا ہے۔ میں اُن کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر یہ ضرور عرض کروں گا کہ اس اہتمام سے ان احسانات کے جتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس سے آپ کے اجر میں کمی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایک نا اہل پر اوّل تو یہ احسانات کرنے نہ تھے اور اگر آپ نے کر ہی ڈالے تھے تو کریم النفسی کا تقاضا یہ تھا کہ میرے کفرانِ نعمت کے باوجود ان کو بھول جاتے اور اگر آپ ان کو بھول نہیں سکتے تھے۔ تو کم از کم یہ توقع تو مجھ سے نہ رکھتے۔ کہ میں ان کے بدلہ میں ضمیر فروشی کروں گا۔

جو دھمکیاں دی ہیں

۲ - اس میں آپ نے مجھے جو دھمکیاں دی ہیں وُہ بھی کچھ غیر ضروری سی ہیں اگر آپ یہ دھمکیاں نہ بھی دیتے جب بھی میں آپ کی طرف سے اسی طرزِ عمل کی توقع رکھتا ہوں جس کے اختیار کرنے کی آپ نے دھمکی دی ہے۔ میں زمانہ اور اہل زمانہ سے اتنا بے خبر نہیں ہوں۔ ان دھمکیوں کے جواب میں صرف یہ گذارش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے برابر دُعا کر رہا ہوں۔ کہ وُہ اس سلسلہ میں مجھے کسی ابتلا میں نہ ڈالے اور اگر ڈالے تو ایک مردِ حق کی طرح اس سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت توفیق اور قابلیت عطا فرمائے۔

چشمِ بینا سے جوئے خوں جاری ہے

پندرہ سولہ سال کی رفاقت کے بعد دو مولاناؤں کی رائے ایک دوسرے کے بارے میں آپ دیکھ چکے ہیں مولانا امین احسن صاحب کو امیر داما م جماعت اسلامی اپنے بعد جماعت کا دوسرا آدمی بلکہ اپنا "بدل" کہتے ہیں اور مودودی صاحب تو امیر جماعت اسلامی ہیں دونوں نے ایک دوسرے کی جو تصویر کشی کی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یہ بزرگ کس علمی۔ اخلاقی اور دینی سطح کے بزرگ ہیں۔ بہرحال ان تحریرات میں ان کی پہلی اور حالیہ آرا کا تضاد اور واضح تضادات نظر آرہا ہے۔ چشمِ بینا سے جوئے خون جاری ہے کہ ہمارے سادہ لوح بھائی ایسے ایسوں کو بھی ہادی و رہنما بنا بیٹھتے ہیں۔ اور یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ ان کی رہنمائی میں اسلام کو سرسبز و شاداب دیکھیں گے

یہ پیرانِ کلیسا و حرم! اے وائے مجبوری

صلہ ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری (اقبالؒ) (مرتب)

اگر عوام میں سیاسی شعور نہ ہوتا تو آج پاکستان کا وجود نہ ہوتا۔

(تقریر مولانا اسعد گیلانی لائل پور روزنامہ کوہستان ۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

المنیر یکم اگست ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۹:-

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

جو لوگ رُوح داخلاق کے اعتبار سے مُسلم نہ ہوں بلکہ محض اصطلاحی و نسلی حیثیت سے مسلمان ہوں۔ ان کو اگر بیرونی اثر و اقتدار سے کامل آزادی نصیب بھی ہو جائے اور اگر ان کے جمہور کو خود اپنی پسند کے مطابق نظام حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار بھی حاصل ہو تب بھی حکومت الٰہی وجود میں

نہیں آسکتی۔ وُہ اپنے دُنیوی مفاد کے پرستار ہوتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں حق اور صداقت کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس جب کبھی اُن کی اغراض دُنیوی سے حق اور صداقت کا تصادم ہوتا ہے۔ وُہ حق کو چھوڑ کر ہمیشہ اس طرف جاتے ہیں جس طرف اُن کی اغراض پُوری ہوتی ہیں۔ جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو وہاں کبھی یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ عام انتخاب میں ان کے ووٹوں سے وہ صالحین منتخب ہوں گے۔ جو منہاج نبوّت پر حکومت کرنے والے ہوں۔ جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دُودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا۔ قدرتی بات ہے کہ وہ دُودھ زیادہ زہریلا ہو گا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہوئی ہو۔ اس کے ووٹوں سے وُہی لوگ منتخب ہو کر برسر اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشاتِ نفس سے سندِ قبولیت حاصل کر سکیں گے۔ (سیاسی کشمکش جلد سوئم صفحہ ۱۷۵۔ مؤلفہ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ کے نظریہ کی مخالفت

المنیر جناب مولانا حکیم عبدالرّحیم اشرف صاحب کی زیرادارت شائع ہوتا تھا اب المنبر ہو رہا ہے۔ یہ ہفت روزہ ایک معیاری مضامین کا رسالہ ہے۔ قارئین پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مولانا موصوف بھی جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اور جماعت کے اوّلین قائدین میں سے تھے جب امیر امام جماعت اسلامی جناب مودُودی صاحب اور ان حضرات کے درمیان اختلافات رُونما ہوئے تو مولانا نے یہ تأثر دینے کے لیے کہ قیام پاکستان سے قبل کا مودُودی کیا کہتا تھا اور اب حصول اقتدار کے لیے کیسے کیسے پنترے بدل رہا ہے اُن کی سابقہ تحریر کو اس جلی عنوان کے ساتھ بلاک کی شکل میں دیا

ہے لیکن ہم جو کچھ اس معاملہ میں بار بار عرض کر چکے ہیں اس کا پر اد عا کرتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اس نظریہ کی مخالفت کے لیے کہ جہاں مسلمانوں کی ہندوستان میں اکثریتی آبادی ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جس کو پاکستان کا نام دیا گیا صالحین کے امیر دامام مودودی صاحب نے اپنا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا کہ یہ نسلی مردم شماری کے بے دین قوم دین سے بے بہرہ قیادت کے زیر اثر اگر اس مقصد میں کامیاب بھی ہو جائے کہ ایک ایسی حکومت قائم کرے تو ہمارے نزدیک ہندوستان اور اس "ناپاکستان" میں کوئی فرق نہیں۔ مودودی صاحب نے تحریک حصول پاکستان کی مخالفت میں اس خبثِ باطن کا اظہار جس شدت سے موجودہ مسلمان اور سیاسی کش مکش حصہ سوئم میں کیا ہے۔ وہ ظاہر باہر ہے۔

اب وُہی عوام ہیں وُہی نسلی و اصطلاحی حیثیت کے مسلمان ہیں جنھوں نے حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں پاکستان حاصل کیا ہے۔ جنھیں اب مولوی مودودی کے چیلے چانٹے ان کی ہدایات کی روشنی میں باشعور ہونے کی ذہنی رشوت دینے اور اپنی مطلب براری کے لیے میدان میں آگیے ہیں۔

ہم مولانا اور ان کے صالحین و مقدسین کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ تو زہریلے بے دین دُودھ کو بلوکر زہریلا مکھن نکالا ہوا ہے۔ یہ بیچارے تو وہی مسلمان اور ان مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ جن کے تحفظ کے لیے اقبالؒ و جناحؒ تو الگ مملکت قائم کرنے کے لیے راہِ عمل دکھا رہے تھے اور آپ اور آپ کے ہمنوا اپنی پوری مولویت اور مومنانہ صُورتوں کے ساتھ جامۂ تقدس زیب تن کیے پُوری طاقت کے ساتھ اس تحریکِ حصول پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے یہ وُہی گنہگار مسلمان ہیں جن کا وُجود و عدم وجود آپ کے لیے برابر تھا

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کے دام فریب میں پھنس جائیں گے تو یہ آپ کا خواب انشاءاللہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا۔ اگر اقبالؒ و جناحؒ کے دیوانوں میں سے تحریک پاکستان کے سپاہیوں میں سے ۔ ملتِ پاکستانیہ کے جاں نثاروں اور جانبازوں میں سے ایک بھی آمادۂ عمل نہ ہوا تو یقین جانیے کہ

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو

شرر نشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

ہمیں یقین ہے کہ تحریک حصول پاکستان کے کارکنان میں سے اب بھی ہزاروں ایسے ہونگے ۔ جو آپ کی پاکستان میں فریب و دجل کی پھیلائی ہوئی تاریکیوں سے متأثر ہو کر پکار اٹھیں گے ؎

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر   بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

اور

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں   خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

دین و دانش

مولانا ہم واشگاف الفاظ میں کہہ دینا چاہیئے ہیں اقبالؒ و جناحؒ کے پاکستان کو ان قوتوں کے سپرد کر دیں جو اسلام کے مقدس نام پر تحریک حصول پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش رہی ہیں ہم اپنی عقل و شعور دین و دانش اور فہم و فراست کی توہین سمجھتے ہیں ۔ اقبالؒ و جناحؒ کے وہ دیوانے و فرزانے جو اب تک تمہاری جماعت اسلامی کی معاندانہ سرگرمیوں کا جائزہ لے رہے تھے ۔ انشاءاللہ العزیز میدانِ عمل میں نکلیں گے اور اب غفلت و مدہوشی کاہلی و ناامیدی مایوسی و ناکامی ان کے سدِّ راہ نہیں ہو سکے گی

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک

بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی
راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

اور

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی (اقبالؒ) (مرتب)

المنیر یکم اگست ۱۹۵۶ء کے صفحہ نمبر ۱۳ پر:-

اسلامی انقلاب اور آئندہ انتخابات

کے زیر عنوان مصطفےٰ صادق لکھتے ہیں۔ جو تسنیم کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اب سرگودھا سے وفاق نکالتے ہیں۔ اور جماعت اسلامی کے رُکن رہ چکے ہیں۔

دُوسری بات جس کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ آئندہ انتخابات میں جماعت اسلامی کا حصّہ لینا اسلامی انقلاب کی ضمانت ہوگا۔ میرا مُوقّف یہ ہے کہ جماعت اسلامی آئندہ انتخابات میں حصّہ لے کر اسلامی انقلاب کی طرف چند قدم بڑھانے میں کامیاب ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ اب تک کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت اسلامی کے بارے میں اس رائے پر قائم رہنا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اس جماعت نے حال ہی میں انتخابی پالیسی کے لیے اپنے بنیادی اُصولوں میں واضح قسم کا تغیر و تبدل کر لیا ہے اور تازہ ترین اطلاعات کے مطابق یہ جماعت ملک کی بعض دُوسری پارٹیوں کے ساتھ مل کر انتخابات لڑنے کے لیے متحدہ محاذ بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے اور قیم جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد کی ایک حالیہ تقریر کے مطابق اس کوشش میں نمایاں کامیابی حاصل

کی جاچکی ہے۔ اگر صورت حال یہی ہے۔ جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تو پھر یہی نہیں کہ اسلامی انقلاب کی طرف پیش قدمی کے امکانات کم ہو جانے کا اندیشہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر جو حادثہ پیش آنے والا ہے وہ یہ ہے کہ یہ جماعت اپنے اصل محاذ سے پسپائی اختیار کر لینے کے بعد اسلامی انقلاب کی منزل سے اور بھی دُور ہٹ جائے گی۔

آگے چل کر:۔

پالیسی کو عقیدہ کی حیثیت

شروع شروع میں جماعت اسلامی اپنی اس پالیسی کو عقیدہ کی حیثیت سے اختیار کیے ہوئے تھی کہ جب تک وسیع پیمانہ پر دعوت و تبلیغ کا کام کر کے معاشرہ میں سے صالح عناصر کو الگ چھانٹ کر انھیں منظم نہیں کر لیا جاتا اور ایک تنظیم میں مربوط کر لینے کے بعد کماحقہ صحیح اسلامی خطوط پر ان کی تربیت نہیں جاتی۔ اس وقت تک اسلامی حکومت کے قیام کی طرف کوئی عملی قدم بڑھانا ایک احمقانہ فعل بھی ہوگا اور اس کا نتیجہ خیز ثابت ہونا بعید از قیاس ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

پنجاب اور ریاست بہاول پور کے انتخابات

پنجاب کے بعد جب ریاست بہاول پور کے انتخابات کا موقع آیا تو جماعت اسلامی اپنے اُن اُصولوں پر قائم نہ رہ سکی۔ جو ان کی سب سے بڑی اتھارٹی (مرکزی مجلسِ شوریٰ) نے طے کیے تھے۔ مَیں یہاں ان بے قاعدگیوں کی نشاندہی کرنا تو مناسب نہیں سمجھتا۔ جو بہاولپور کے انتخابات میں جماعت اسلامی کے کارکنوں سے انفرادی طور پر یا بحیثیت مجموعی سرزد ہوئیں اور نہ ہی یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اس لیے کہ ماچھی گوٹھ کے تاریخی اجتماع میں راقم الحروف

نے جماعت کے ارکان کے سامنے ان بے قاعدگیوں کی تفصیل بیان کر دی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ جماعتِ اسلامی کے ارکان کے علاوہ ان امور کا تذکرہ کسی دوسرے شخص کے سامنے کرنا نہ مفید ہے اور نہ ضروری۔ ہاں البتہ حالات نے کبھی اس کا تقاضا کیا تو اظہارِ حق کے لیے ایسا بھی کیا جا سکتا ہے۔ (صفحہ ۱۳ و ۱۴)

آگے چل کر صفحہ نمبر ۲۴ پر تحریر کرتے ہیں:۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے یہی جماعت جن اُمور کو اسلامی انقلاب کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتی تھی آج انھیں اسلامی انقلاب برپا کرنے کا ذریعہ قرار دے چکی ہے۔

ساری تگ و تاز حصولِ اقتدار کے لیے ہے

اتنے واضح اور کھلے تضادات کے بعد جن کا اعتراف کیا جا رہا ہے اگر اب بھی کوئی یہ سمجھے کہ جماعت اسلامی کا مقصد کبھی اسلامی انقلاب برپا کرنا تھا تو اس سادگی پر انسان قربان نہ جائے تو کیا کرے۔ قبلہ مصطفےٰ صادق صاحب تب بھی اور اب بھی جناب مولانا مودودی صاحب کی ساری تگ و تاز اقتدار کے زینے تک پہنچنے کے لیے ہے۔ پہلے اگر (قیام پاکستان سے قبل) یہ مسلم لیگی قیادت کی مخالفت اسلام کے نام پر کرتے رہے تو محض اپنی قیادت بنانے کے لیے چشم بینا اُس وقت بھی دیکھ رہی تھی کہ اس اسلام کے علمبردار کے نزدیک ملی استحکام اتنا ضروری نہیں تھا۔ جتنا عامی مسلمان کے پیشِ نظر تھا یہ اپنی قیادت کی دوکان چمکانے کے لیے ہوسِ اقتدار میں اس قدر اندھے ہو چکے تھے کہ اقبالؒ ایسے مفکر کے اس نظریہ کا ابطال کرنے کیلئے جہاں مسلمانوں کی کثرتی آبادی ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو۔ دن رات ایک کر دیا۔ اور اب کیا یہ کمالِ ڈھٹائی و بے شرمی نہیں ان مخلص سادہ لوح مسلمانوں کی تحریک

سے الگ کر کے جو حقیقتاً اپنی دانست میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے اس جماعت میں آئے تھے ان راستوں پر چل کھڑے ہوئے ہیں جن سے بہتر راستوں پر اُس نازک دور میں جبکہ مسلمان موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا تھے تیار نہ ہوئے تھے۔ رہی یہ اسلام اسلام کی رٹ تو اگر مودودی صاحب اتنے ہی اسلام شناس ہوتے تو اقبالؒ کے نظریہ اور ان کے منتخب کردہ جناحؒ کی قیادت کی مخالفت کیوں کرتے اور اگر اتنے ہی نیک نیت ہوتے تو آج سہروردی کے ساتھ سیاسی سمجھوتہ کرنے والے امیر صالحین قائد اعظمؒ سے اس نازک ترین وقت میں سمجھوتہ کیوں نہ کر لیتے۔ یہ اُن کی نگاہ کا قصور ہے کہ جنھوں نے ایک غلط کار غلط بین انسان کو قیادت کا اہل سمجھ لیا ہے۔ (مرتب)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا خط بنام مودودی صاحب

مَیں نے آپ کے مذکورہ نوٹس (جس کو اس کے مزاج اور انداز کے لحاظ سے ایک فرمان کہنا شاید بے جا نہ ہوگا) کو گھر پر آ کر دوبارہ پڑھا اور اس کے تمام پہلوؤں پر بار بار غور کیا۔ اس بار بار غور و فکر کے بعد بھی میری رائے وہی ہے جو مَیں آپ سے زبانی عرض کر چکا ہوں۔ میرے نزدیک آپ کا یہ پورا نوٹس استدلال و استنتاج کے لحاظ سے بالکل غلط۔ مصالح کے اعتبار سے جماعت کے لیے نہایت مہلک۔ عدل و انصاف کے لحاظ سے یہ ان کے ابتدائی تقاضوں کے احترام سے بھی خالی ہے اور دستوری و آئینی نقطۂ نظر سے تو جب میں اس پر غور کرتا ہوں تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ ہم جو اسلامی جمہوریت و شورائیت کی ایک مثال قائم کرنے کا حوصلہ لے کر اُٹھے تھے اور اس کی پہلی جھلک بھی ہم کو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھی کہ شاید ہمارے جی اس سے بھر چکے اور ہم اس کی جگہ پر ایک ایسی فسطائیت کا تجربہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ جس کی نظیر کم از کم

ماضی وحاضر میں تو کوئی اور نہ مل سکے۔ جب میں آپ کے نوٹس کے اس پہلو پر غور کرتا ہوں تو دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شائد اسلامی جمہوریت اور شورائیت کی شان میں اپنی تحریروں میں ہم اب تک جو قصیدہ خوانیاں کرتے رہے ہیں وہ محض مشق سخن کے طور پر تھیں یا محض اپنے ملک کے ارباب اقتدار کو ہدف ملامت بنانے کے لیے ورنہ اس اقدام سے پہلے آپ اس سوال پر ضرور غور کرتے کہ آپ کے اس اقدام کے بعد اس شوریٰ اور دستور کا کیا حشر ہوگا۔ جس پر ہم نے جماعت کی عمارت کھڑی کی تھی۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

تبصرہ مختلف پہلوؤں سے عجیب و غریب

مجھے جائزہ کمیٹی پر آپ کا یہ تبصرہ مختلف پہلوؤں سے عجیب و غریب معلوم ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ارکان، جماعت میں کوئی نو وارد ارکان نہیں تھے۔ بلکہ ان میں سے تین تو وہ ہیں جو اغلباً ابتدا سے یا کم از کم تقسیم کے پہلے سے نہ صرف جماعت کے رکن ہیں۔ بلکہ ہر مرحلہ میں مجلس شوریٰ میں آپ کے ساتھی اور رفیق رہ چکے ہیں۔ ایک صاحب اگر ابتدا سے نہیں تو کم از کم آٹھ نو سال سے تو جماعت میں ضرور ہیں اور اس دوران میں ان کی زندگی کا بڑا حصہ ایسا گذرا ہے جس میں شوریٰ میں ہم ان کے نظریات وخیالات کا برابر تجربہ کرتے رہے ہیں۔ پھر ان میں سے دو وہ ہیں جو نہ صرف جماعت کی تمام اہم ذمہ داریوں کے اٹھانے میں آپ کے دست وبازو رہے ہیں بلکہ انھوں نے نہایت نازک ادوار میں جماعت کی امارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور ایسی خوبی سے نبھائی ہیں کہ پوری جماعت نے ان کے استقلال ان کی اصابت رائے اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے ان میں سے مولانا عبدالغفار حسن صاحب ابھی چند ماہ ہوئے ہیں کہ آپ کے سفر حج

موقع پر خود آپ ہی کے انتخاب سے جماعت کے قائم مقام امیر رہ چکے ہیں۔ آپ کے شعبۂ تربیت کے ناظم اور شوریٰ کی مقرر کردہ ایک اہم عدالت کے صدر رہیں۔ اگر اتنی گوناگوں آزمائشوں سے گذرنے کے بعد بھی آپ اور ارکانِ شوریٰ اپنے ان دیرینہ رفیقوں کی "شدت" "انتہا پسندی" اور ان کی "انتہائی بے اطمینانی" کا کوئی اندازہ نہ کر سکے تو میں نہایت ادب سے یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ان ارکان کی بے اطمینانی پر افسوس کرنے کی بجائے اپنے کودن ہونے پر سر پیٹنا چاہیے اطمینانی و بے اطمینانی اور شدت و انتہا پسندی ایسے اوصاف نہیں جو صبح و شام کے اندر پیدا ہوتے اور ختم ہوتے ہیں بالخصوص ان لوگوں کے اندر جو اپنی زندگی کے تلون کے زمانے گزار چکے ہوں اور جماعت کی خدمت میں جن کے سیاہ بال اب یا تو سفید ہو چکے ہیں یا سفید ہو رہے ہیں۔

آزمودہ لوگوں کے بارے میں

ان آزمودہ لوگوں کے بارے میں آپ کا یہ کہنا نہ صرف آپ کو بلکہ شوریٰ کے دوسرے ساتھیوں کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ انتہائی غیر مطمئن اور انتہا پسند ہیں، لیکن جب ان لوگوں نے جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کی تب یہ انکشاف ہوا کہ یہ لوگ سخت غیر مطمئن اور انتہا پسند تھے آخر کس معقول آدمی کے ذہن میں یہ بات اُتر سکتی ہے۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

بسلامتی ہوش و حواس

مارچ ۱۹۵۶ء کی شوریٰ میں یہ کمیٹی توڑ دی گئی اور اس کی جگہ پر آپ نے اور پوری شوریٰ نے بسلامتی ہوش و حواس ایک دوسری جائزہ کمیٹی مقرر کی جو تمام غیر مطلوب عناصر سے پاک تھی۔ اس کے ارکان پوری اتفاق رائے سے

منتخب کیے گیے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ غازی صاحب اور حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کسی طرح بھی اس کمیٹی میں شریک ہونے پر راضی نہیں تھے۔ لیکن ان کو شوریٰ اور آپ کی طرف سے راضی کیا گیا اور سلطان صاحب تو غالباً شوریٰ میں موجود بھی نہیں تھے ان کا انتخاب ان کی عدم موجودگی ہی میں ہوا (یہ صحیح ہے کہ اس شوریٰ کے اجلاس میں سلطان صاحب سرے سے شریک نہیں تھے۔ (مرتب) مجھے یہ بات بھی اچھی طرح یاد ہے کہ اس کمیٹی کے حدود کار بھی آپ نے خود قلمبند کرائے ہیں۔ لیکن ان تمام ترمیمات و اصلاحات کے بعد بھی جو اصحاب پہلی کمیٹی سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ اس دوسری کمیٹی پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور اس کے خلاف مہم چلاتے رہے۔

آگے چلیئے :۔

بہتوں کو رُلایا

سلطان صاحب کو تقریر کرتے وقت میں نے پہلی بار جماعت کی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا اور ان کے رونے نے بہتوں کو رُلایا۔ غازی صاحب اس قدر روئے کہ ایسی حالت میں ان پر دل کا دورہ پڑا اور اُن پر تشنج کے ایسے سخت حملے ہوئے کہ ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو گیے۔ شب کے بارہ بجے ڈاکٹر بلانا پڑا۔ میں نے یہ ماجرا شوریٰ کی پوری تاریخ میں پہلی بار دیکھا۔ لیکن آپ کے فرمانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ آپ کا منہ بند کرنے کے لیے ایک ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ یہ سب کچھ ایک ڈرامہ تھا یا حقیقت۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

ذرا سوچیئے تو کہ شوریٰ کی قرارداد میں ایسی کونسی ہلاکت چھپی ہوئی ہے جس کے

خطرہ نے آپ کو اتنے بڑے اقدام پر آمادہ کر دیا۔ کیا یہ خطرہ کہ انتخابی سرگرمیوں میں بھر دست آپ حصّہ نہ لیں گے بلکہ زیادہ زور تعمیری کاموں پر صرف کریں گے؟ اگر "اس وقت انتخابی سرگرمیوں سے صرف نظر کر کے تعمیری پروگرام پر زور لگائیں گے۔ تو آخر جماعت تباہ کیوں ہو جائے گی؟ کیا انتخابی سرگرمیوں میں حصّہ لینا اور وہ بھی اس مرحلہ میں کوئی دین کے واجبات میں سے ہے؟

کیا تعمیری جدّوجہد آپ کے نزدیک انتخاب کے لیے میدان ہموار نہیں کرے گی؟ کیا لوگ موجودہ قیادت کو آپ کی قیادت سے بدلنے کے لیے اتنے بے تاب و بے قرار ہیں کہ اگر آپ نے میدان میں اُترنے میں دیر لگائی تو کفر بازی لے جائے گا اور اسلام ہار جائے گا؟ موجودہ حالات میں تو آپ اگر انتخاب لڑیں گے اور اپنے اُصولوں پر قائم رہ کر لڑیں گے۔ انتخاب جیتنے کے لیے اب اُصول ترک ہونے شروع ہو گیے ہیں۔ چنانچہ اُمیدواری جو قرآن و حدیث کے دلائل کی بنیاد پر قطعی ناجائز قرار دی گئی تھی۔ اب کتاب و سنّت کے دلائل پیش کیے بغیر اس کے جواز کی گنجائش پیدا کر لی گئی ہے۔ لیکن اس کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ ابھی یہ بات صرف جماعتی حلقوں تک ہی محدود ہے۔ (مرتّب)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

جماعتی زندگی کی نزاکتیں

آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ جماعتی زندگی کی نزاکتوں کو نہیں سمجھتے، جن کے نزدیک جماعت اسلامی نام ہی آپ کی ذات کا ہے۔ ان کو تو میں کچھ کہنا بے فائدہ سمجھتا ہوں لیکن آپ کی اس قلابازی نے معاف کیجئے میرے اس حسن ظن کو بڑا ہی نقصان پہنچایا ہے۔ جو میں آپ سے رکھتا تھا۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا سطور میں جہاں جہاں (مرتّب) لکھا ہے اس

سے مُراد وہ صاحب ہیں جنھوں نے ان خطوط کا مجموعہ مرتب کیا ہوا ہے:

جمہوریت و شورائیت

مولانا آپ فرما رہے ہیں کہ اسلامی جمہوریت و شورائیت کے بارے میں جو قصیدہ خوانیاں کرتے رہے ہیں۔ کیا وہ محض مشق سخن کے طور پر تھیں اور آپ نے گلہ یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے بال جماعت کی خدمت کرتے ہوئے سیاہ سے سفید ہو چکے ہیں اور جو سالہا سال سے اعلیٰ سے اعلیٰ ذمّہ دار حیثیتوں سے جماعت کی ذمّہ داریاں نبھاتے رہے ہیں وہ یکایک انتہا پسند اور غیر مطمئن کیسے بن گئے یہ اوصاف ایسے نہیں جو صبح و شام کے اندر پیدا ہو سکتے ہیں اور آپ نے مولانا مودودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی سے یہ بھی استفسار کیا ہے کہ آپ جو انتخاب کے میدان میں اُترنا چاہتے ہیں کیا لوگ اس حد تک مضطرب ہیں کہ موجودہ قیادت کو بدل کر اس کی جگہ آپ کی قیادت قائم کریں۔ اور کیا اگر آپ نے انتخاب میں حصہ نہ لیا تو اسلام ہار جائے گا اور کفر فتحیاب ہوگا۔ آپ نے اُصول پرستی کا واسطہ بھی دیا ہے۔ مولانا اصل حقیقت یہ ہے کہ ایسی شخصیت کا امارت و امامت کے لیے انتخاب آپ کی اور آپ کے اصحاب کی غلط بینی تھی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اور آپ کے رفیقوں کو اس حادثہ سے جو جماعت پر گزرا اتنا صدمہ ہوا کہ ایک بزرگ دل کے دورہ کا شکار ہو گیے اور رات کے بارہ بجے ڈاکٹر بلانا پڑا۔

مذہبی سیادت و قیادت

ہمارے نزدیک جب مذہبی سیادت و قیادت تقدس کے روپ میں رگِ انسانیت کا خون پینے کے لیے اپنے مضبوط پنجے گردن انسانیت میں

گاڑھ دیتی ہے۔ تو اس مضبوط گرفت سے نجات حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا
دُوسری جتنی بھی قوتیں ہیں انسان ان کے خلاف سینہ سپر ہو تو عوام کی تائید
بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دُرست بات پر کانی ہمنوا پیدا ہو جاتے ہیں لیکن
جہاں بقول آپ کے کہ پہلے الیکشن میں اُمیدواری قرآن و سُنّت کی رُو
سے ناجائز پھر مذہبی حیثیت سے جائز قرار دی جاسکتی ہو وہاں آپ
ایسے مولاناؤں کو بھی ناکامی و مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑے تو عامیوں اور عاصیوں
کے لیے کہاں گنجائش ہے۔ آپ اب جتنی باتیں ایک ایک کرکے فرما رہے ہیں
دراصل اس گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک نظر آتے ہیں آپ نے امیر جماعت
اسلامی کی تعریف کچھ ایسے ایسے انداز میں کی کہ وہ سنبھل نہ سکے اب جبکہ آپ
ہی نے انھیں مزاج شناس رسولؐ بنا دیا تو پھر ان کو یہ سند بھی عطا ہو گئی
کہ جونسی بات کو وہ اسلام کہہ دیں وہی اسلام ہے تو آپ کا یہ گلہ فضول سا
نظر آتا ہے کہ وہ تمام اُصولوں کو ترک کرتے چلے گئے اور ان تمام اصحاب سے
گلو خلاصی کرلی جو انھیں راہِ ہدایت دکھاتے رہتے تھے۔ اپنے کیے پر پچھتانا
نادانی کہنا تو آپ کے حضور گستاخی سمجھتا ہوں۔ لیکن یہ عرض ضرور کروں گا

ان کی عادت کو ایسا بنا دیا
بندہ پرور یہ کہیں آپ ہی کا کام نہ ہو

عملی خام کاریوں کی گلکاریاں

ہمارے نزدیک یہ علمی خام کاریوں کی گلکاریاں ہیں جو آپ مودودی صاحب
میں دیکھ کر واضح کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن کسی کو غلط فہمی میں مبتلا کرکے پھر
انسان خود بھی اُسے اُس کی جگہ پر لانے کی کوشش کرے تو اکثر ناکامی ہی ہوتی
ہے۔ مولانا یہ خُدا کی دین ہے جسے چاہے وہ بصیرت عطا کر دے جو ہزاروں پردوں

کے اندر چھپی ہوئی خباثتوں اور ہوس اقتدار کی خواہشوں کو دیکھ لیتی ہے وہ قلندران اقبالؒ جو حکیم الامت کی فیض نظر سے فیضیاب تھے انھوں نے آغاز ہی میں مودودی صاحب کی نیتوں کا جائزہ لے لیا تھا یہ خدا کا خاص فضل وعنایت تھی کہ وہ ان کے ہم رنگ زمین دام میں نہ پھنسے جس کے اندر اسلام کا دانہ ڈالا ہوا تھا۔ کیا دین و دانش ہماری اتنی رہنمائی بھی نہیں کرسکتا۔ کہ جو اسلام قیام پاکستان کے خلاف تھا جس اسلام نے عامۃ المسلمین کو نامسلمان اور مسلمانوں کی قیادت پر رکیک حملوں کا کام دیا۔ وہ اسلام کبھی پاکستان میں بامراد ہو سکے گا

جو ہم برسوں سے سمجھتے تھے خدا نے اب آپ کو سمجھ دی ؎

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
الفاظ و معنی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذان اَور مجاہد کی اذاں اور

اَور

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

(مرتّب)

اَے ز راز زندگی بیگانہ خیز
از شرابِ مقصدے مستانہ خیز
مقصدے مثلِ سحر تابندۂ
ماسوائے را آتش سوزندۂ
مقصدے از آسمان بالاترے
دلربائے دلستانے دلبرے
باطل دیرینہ را غارت گرے
فتنہ دَر جیبے سراپا محشرے
ما ز تخلیقِ مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

(اقبالؒ)

جب مسلمانوں میں بے دلی اور بے ہمتی پھیلتی جارہی تھی

جب حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں میں بے دلی اور بے ہمتی پھیلتی جارہی ہے اور ملی شیرازہ کافی حد تک بکھر چکا ہے اور سمجھا کہ اگر یہی لیل ونہار رہے تو ہماری یہ روش ہمیں اتنا ذلیل وضعیف کردے گی کہ پھر اُبھرنا مشکل ہو جائے گا۔ تو علامہؒ نے اپنی قلندرانہ اداؤں۔ مفکرانہ نواؤں اور مدبرانہ صداؤں سے احساس زیاں دلانے کی بھرپور سعی کی۔ اُنھوں نے شاعری کو ملی تعمیر کا ذریعہ بنایا۔ اس لیے فرماتے ہیں ؎

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست

سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

اس مردِ خود آگاہ و خدا آگاہ نے ہمیں بتلایا کہ قوموں کی زندگی سہاروں سے نہیں، کسی قطعی اور واضح نصب العین۔ اپنے مستقبل کے واضح تصوّر اور اس کے لیے عزم اور عملی جدّوجہد سے قائم رہتی ہے اس دانائے راز نے ہمیں ماضی کی درخشاں وتابناک تاریخ یاد دلا کر ہمارے اندر خوداعتمادی پیدا کی۔ سیاست کے بدلتے ہوئے احوال کو مدّنظر رکھ کر ملّت کی اجتماعی فضا کو یقین وثبات کے جوہروں سے معمور کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ یہ زمانہ بڑی تشویش اور پریشانیوں کا تھا۔ یہ صُورت حالات بڑی یاس انگیز تھی اور اس میں سب سے بڑا خطرہ یہ تھا۔ کہ عین موقع پر مسلمانوں سے کوئی انصاف نہیں کرے گا نہ ہندُو نہ انگریز

اس واقفِ رموزِ حیات نے ہماری اس ضعیفی۔ لاچاری اور کمزوری و ناداری کا علاج یہ تجویز کیا۔ کہ مسلمان اپنی سیاسی جدّوجہد کا دارومدار صرف

اسلام پر رکھیں نہ ہندو کانگریس کا ساتھ دیں نہ انگریز کا۔ اقبالؒ نے ملّت کے اندر یہ یقین و اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اسلام بجائے خود ایک ریاست، ایک تہذیب، ایک معاشرہ، ایک ہیئت اجتماعیہ اور سیاسیہ ہے۔ یہ ہیئت برقرار رہے تو اسلامی تہذیب و تمدّن کو فروغ ہوگا۔

علاّمہؒ کی نگہ دُور رس نے ملّت کی قیادت کے لیے سالار کارواں جناحؒ کو منتخب کیا جس نے مسلمانوں کی پریشان خیالی اور سوئے فکر و نظر کو ایمان و ایقان میں تبدیل کر دیا۔ اور یہ قائداعظمؒ کشتی ملّت کو ساحل مراد تک لے گیا۔ تنگ ذہنوں اور تعصّب سے بھرپور دماغوں نے مختلف لبادوں میں قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ تنگ نظر مولویوں نے اسلام ناشناس تک کہہ دیا لیکن ملّت کا یہ فرزند اعظمؒ اسلام کے نام لیواؤں کا محافظ ثابت ہوا۔

گو ہمارا موضوع کتاب مودُودی صاحب اور ان کے رفقا کے "تضادات" ہے لیکن ہم حضرت حکیم الامّت کے مکتوبات میں سے چند تبرکاً قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ بھی مسموم کردہ فضا کو بدلنے میں مؤثّر ثابت ہونگے اور ان سے یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ انھیں حضور ختم المرتبتؐ سے کتنا عشق تھا اور وہ سالارِ انسانیتؐ کے اُمّتی ہونے کی نسبت سے انسان کے مسائل حیات کا حل کس طرح پیش کرتے ہیں۔

۲ ستمبر ۱۹۲۵ء

پروفیسر صُوفی غلام مصطفےٰ تبسّم کے نام

۱۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانۂ حال کے "جورس پروڈنس" پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا۔ وُہی اسلام کا مجدّد ہوگا اور بنی نوعِ انسان کا سب سے بڑا

خادم بھی وُہی شخص قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران و افغانستان کے) مگر ان ممالک میں بھی امروز و فردا یہ سوال پیدا ہونے والا ہے۔

مگر افسوس کہ زمانۂ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانہ کے میلانِ طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ ایران میں مجتہدین شیعہ کی تنگ نظری اور قدامت پرستی نے بہاء اللہ پیدا کیا جو سرے سے احکام قرآنی کا ہی مُنکر ہے۔ ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔

مَیں نے ایک بڑے عالم کو یہ کہتے سُنا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا نظیر ناممکن ہے غرض کہ یہ وقت عملی کام کا ہے۔ کیونکہ میری رائے ناقص میں مذہب اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

(مکاتیب اقبالؒ مرتبہ شیخ عطا اللہ ایم۔ اے صفحہ ۵۰ و ۵۱)

۲ - میرا ذاتی خیال ہے کہ رُوسی فطرتاً لامذہب نہیں ہیں بلکہ میری رائے میں وہاں کے مرد اور عورتوں میں مذہبی میلان بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ رُوس کے مزاج کی موجودہ منفی حالت غیر معیّن عرصہ تک نہیں رہے گی یہ اس لیے کہ کسی سوسائٹی کا انتظام دہریت کی بُنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ حالات کے اپنے معمول پر آ جانے کے بعد جونہی لوگوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کا موقع ملے گا انھیں یقینی طور پر اپنے نظام کے لیے مثبت بنیاد کی تلاش کرنی ہوگی۔

اگر بالشیوزم میں خُدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشیوزم اسلام کے بہت ہی قریب آ جاتا ہے اس لیے میں متعجب نہ ہوں گا۔ کہ اگر کسی زمانہ میں اسلام رُوس پر چھا جائے یا رُوس اسلام پر اس چیز کا انحصار زیادہ تر اس حیثیت پر ہو گا۔ جو نئے آئین میں ہندوستان کے مسلمانوں کی ہو گی

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اُچھلتا ہے کیا؟
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا (اقبالؒ)

(اقبال اور سیاستِ ملّی رئیس احمد جعفری صفحہ ۲۴۷)

بنام پروفیسر الیاس برنی

۳ر جُون ۱۹۳۶ء

۳ر اپریل کی رات تین بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سرسیّد علیہ الرّحمۃ کو خواب میں دیکھا، پُوچھتے ہیں تم کب سے بیمار ہو۔ میں نے عرض کیا دو سال سے اُوپر مدّت گذر گئی۔ فرمایا حضورؐ رسالتمآب کی خدمت میں عرض کرو۔

میری آنکھ اُسی وقت کھُل گئی اور اس عرضداشت کے چند شعر جو اب طویل ہو گئی ہے۔ میری زبان پر جاری ہو گئی۔ انشاء اللہ ایک مثنوی فارسی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" نام کے ساتھ یہ عرضداشت شائع ہو گی۔ ۴ر اپریل کی صبح سے میری آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رنگ (RING) عود کر رہا ہے۔ جو انسانی آواز کا خاصہ ہے گو اس ترقی کی رفتار بہت سُست ہے۔ جسم میں بھی عام کمزوری ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

(مکاتیب اقبال مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔ اے صفحہ ۲۱۴)

بنام سید سلیمان ندوی

۴ - خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ گیا ہے یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں مَیں خود بیعت رکھتا ہوں۔ حالانکہ حضرت محی الدین[1] کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔

(مکاتیب اقبالؒ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔اے صفحہ ۷۹)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام

۵ - حضورؐ نے اذان کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ یہ مشورہ نبوت کے تحت میں آئے گا یا امامت کے تحت ہیں[2]۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام

۶ - ایک نیشلسٹ اخبار جس کے چار ایڈیٹر ہیں اور چاروں مسلمان ہیں اور جس کا پہلا نمبر لاہور سے آج ہی نکلا ہے۔ لکھتا ہے کہ اقبالؒ نے جو وطنیت پرستی کا عذرلنگ تراشا ہے۔

دیکھا مغربی کالجوں کے پڑھے ہوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار سے کتنے فرومایہ ہیں ان کو معلوم نہیں اسلامیت کیا ہے اور وطنیت کیا چیز ہے، وطنیت ان کے نزدیک لفظ وطن کا محض ایک مشتق ہے اور بس اُمید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ (مکاتیب اقبالؒ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔اے صفحہ ۲۴۲)

---

[1] حضرت محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ۔

[2] آنحضرتؐ کو بعض روایات کی رُو سے خود بھی اللہ تعالےٰ نے اس طریقہ کی تعلیم دی تھی اور دُوسرے صحابہؓ نے بھی خواب میں دیکھا تھا۔ البتہ اس باب میں صحابہؓ سے مشورہ کرنا باب امامت سے تھا نہ کہ نبوت سے کہ احکام نبوت میں مشورہ نہیں۔ (صفحہ ۱۵۴ مکاتیب اقبالؒ)

بالِ جبریل

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اَے ساقی!

ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اَے ساقی!

تین سَو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اَے ساقی

میری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی

شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اَے ساقی!

شیر مردوں سے ہُوا بیشۂ تحقیق تہی

رہ گیے صُوفی و مُلّا کے غُلام اَے ساقی!

عشق کی تیغِ جگر دار اُڑا لی کس نے

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اَے ساقی

(اقبالؒ)

حرفِ آخر

گذشتہ صفحات میں مودودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی اور نقاب پوش مصلحین کے عزائم و مقاصد اور تضادات کے کافی گوشے آپ کے سامنے آگیے۔ کس کس انداز اور کن کن پہلوؤں سے انھوں نے تحریک حصول پاکستان اور قائد تحریک کی راہ میں مشکلات و موانعات کے پہاڑ کھڑے کیے اور اسلام کے نام پر مقدس فتنے اٹھائے۔ قارئین اس سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔

اب جبکہ ان کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود خدائے لم یزل کی مہربانیوں سے پاکستان معرضِ وجود میں آگیا ہے۔ تو یہ پاکستانی قیادت کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کے لیے بھی کوشاں ہیں۔ کہ مسندِ سیادت و قیادت پر قبضہ جما کر یہاں اُس اسلام کو نافذ کریں۔ جس کا نام لے کر یہ قیام پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔

ہم واضح، غیر مبہم اور صاف و صریح الفاظ میں یہ عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہماری اُمنگیں اور ہماری آرزوئیں یہی ہیں کہ اس نظریاتی مملکت میں اقبالؒ و جناحؒ کے نظریات و ارشادات کی روشنی میں معاشرہ متشکل ہو اور وہ اسلام جو تحریکِ قیام پاکستان میں ہمارے خلاف صف آرا تھا اور پاکستان کا قیام جن لوگوں کی ماضی کی تکذیب ہے اور اُس طائفہ کی تاریخ ہمارے ساتھ تصادم اور پیکار سے تحریر ہے۔ ہمیں ہر مؤثر کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہماری نوخیز نسلوں کی دماغی و ذہنی فضا کو مسموم نہ کرنے پائے۔

اس تمنّائے معصوم میں ہم نے نقاب پوش مصلحین کے اعمال و کردار اور اقوال و افعال کی جو اسلام کے مقدّس پردوں میں ہمارے خلاف صف آرا رہے پردہ دری کرنے کی ہمّت کی ہے۔

گلستان اقبالؒ میں زندگی مسکرائے

ہم دل و جان سے چاہتے ہیں کہ گلستانِ اقبالؒ میں زندگی مسکرائے اور دلوں کی دُنیا جگمگا اُٹھے، ہو سکتا ہے کہ مودودی صاحب کے مُریدان با صفا کے جذبات و احساسات کو ٹھیس لگے اور کچھ جبینیں شکن آلود ہو جائیں اور ان کے غیظ و غضب کی آنکھیں ہمارے لیے قہر آلود ہوں اور یہ حضرات بدگمانیوں پر محل تعمیر کریں۔ ہماری اس نیک نیتی پر مبنی اور پُر خلوص سعی و کاوش کو مذموم قرار دیں اور ہمارے خلاف حسب عادت سب و شتم کے پُرانے حربے استعمال کریں۔ اور ہمیں جنّت سے نکلا ہوا انسان سمجھیں۔ کیونکہ کارگہ عناد میں فتویٰ کفر کو ڈھلنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

احتمال اس امر کا بھی ہے اپنے بھی خفا ہوں اور بیگانے بھی سب ناخوش لیکن ہم نے بحضور رب العزّت یہ ذہنی و ایمانی اقرار کیا ہے۔ کہ ان دریدہ دہنوں جنھوں نے حضرت قائداعظمؒ اور اقبالؒ کے نظریۂ پاکستان کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے اسلام کو بطور حربہ استعمال کیا۔ ان کے نظریات و خیالات کے انجر پنجر ڈھیلے کرنے کے لیے ضرب کاری لگاتے رہیں گے۔ ناممکن نہ ہوگا کہ گاہے گاہے وقتاً فوقتاً اُن کے طلسم فریب کی قلعی کھولتے رہیں۔ ملّت کے حضور اُن کی اُن شرمناک و ناپسندیدہ جسارتوں کو جو انھوں نے قیامِ پاکستان کی مخالفت اور عدم استحکام کے لیے کیں۔ منظرِ عام پر لانے کے لیے حتی المقدور کوشش کرتے رہیں اور مسلسل و پیہم اپنی اُبھرتی ہوئی نوخیز نسل

کے سامنے ان کے عقائد و تصورات جنھوں نے حال و مستقبل کی ذمّہ داریوں کو سنبھالنا اور نباہنا ہے پیش کرتے رہیں۔ ان کی عقل و ضمیر کی آنکھوں کے سامنے ان کے اعمال قبیحہ پیش کرتے رہیں۔

کسی کی عیب چینی ہمارا مقصود و مطلوب نہیں

حاشا و کلاّ کسی کی عیب چینی ہمارا مقصود و مطلوب نہیں اور ہماری اس کوشش میں جذبۂ عناد و تحقیر کا کوئی دخل نہیں۔ ہاں یہ اقرار و تسلیم ہے کہ جس جماعت کا ماضی ہمارا مخالف و دشمن۔ حال منافق و غدّار ہے۔ پاکستان کا مستقبل اس کے ہاتھوں میں دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم ایسے صالحین و مقدّسین کی مزعومہ گمراہیوں اور خام خیالیوں۔ ان کی مخالفانہ و معاندانہ روش کو ضرورتوں اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر طشت از بام کرنے کے لیے نہ صرف اپنی خُداداد صلاحیتوں کو بُروئے کار لائیں گے۔ بلکہ نوجوانانِ ملّت اور اکابرینِ عمائدین سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ اقبالؒ کے پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے ان کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کریں۔

ہم مُو بمو۔ نقطہ بہ نقطہ تو نہیں لیکن ان کی تحریروں کے اقتباسات اور تقریروں میں کیے گیے ارشادات کو سنجیدگی و معقولیت کے ساتھ حضورِ ملّت پیش کرتے رہیں گے۔

ان کی فنکاریوں اور اشتعال انگیزیوں کا پُورا پُورا علم ہے

ہمیں ان حضرات کی فنکاریوں اور اشتعال انگیزیوں کا پُورا پُورا علم ہے۔ لیکن ہم اپنا فرض بلا خوف و جھجک ادا کرتے رہیں گے۔ ہم شعور و استدلال کی دُنیا میں اپنی غلطیوں اور خامیوں کا اعتراف کریں گے۔ کیونکہ ہم ان سے مبرّا و منزّہ نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ بارہا عرض کیا ہے۔ دعویٰ ہمہ دانی بھی نہیں۔

اس لیے ہم ذراسی غلطی۔ لغزش یا چوک اگر کہیں ہوگئی ہوگئی ہو تو آگہی پر فوراً اس کی طرف توجہ دیں گے اور آئندہ کے لیے محتاط رہنے اور درستی کی کوشش کریں گے۔

بعض کہنہ مشق ادیب و صحافی (اگرچہ ان کا قلم پاکستان ہی کی مخالفت میں انگارے برساتا رہا ہو) اس بات کو اُچھالیں گے کہ تم نے فلاں فلاں جگہ پر جو طرزِ انتشار اختیار کیا ہے۔ اس میں فلاں فلاں سقم ہیں۔ لیکن حضور ہمیں عاصی و خاطی ہونے میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔

ہم محبان ملک و ملت اور شیدائیان جناحؒ اور قلندران اقبالؒ سے بصد ادب و خلوص گذارش کریں گے۔ کہ وہ ہمیں تازہ واردان بساط جان کر ہماری لغزشوں پر صرف نظر کرتے ہوئے مشفقانہ و بزرگانہ مشوروں سے سرفراز فرمائیں۔

ہم ان مدبرین و سیاسیین جو تحریک قیام پاکستان میں پیش پیش رہے اور اب بھی پاکستانی معاشرہ اقبالؒ ہی کے فرمودات و نظریات کی روشنی میں اُٹھانا چاہتے ہیں ان کے مشوروں اور معاونت کے محتاج ہیں جو اس امر میں ہم سے اختلاف کریں گے۔ ان سے دردمندانہ سوال ہے کہ وہ ہمیں اس صورت میں مطمئن کریں۔ کہ کیا انھوں نے جن کا ماضی دشمن و مخالف۔ حال منافق و غدار ہے مستقبل اس قوت کے سُپرد کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور وُہ ان مقدس چہروں اور جذباتی نعروں سے متاثر ہو گیے ہیں اور وہ مقدس نظریۂ حیات جس کی بُنیاد پر اقبالؒ نے نظریۂ پاکستان پر ہمیں جمع کیا تھا۔ وُہ نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اگر ان بزرگان ملت کے ارادے ایسے ہی ہیں تو ہم عرض کریں گے ؎

تھی اگر مئے سے صراحی تیری خالی ساقی
تو چراغِ درِ مے خانہ جلایا کیوں تھا
یُوں اگر شورشِ ایّام سے دب جانا تھا
کوچۂ عشق میں کیا کام تھا آیا کیوں تھا؟

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہم سب پر فرض عائد ہوتا ہے اور اقبالؒ و جناحؒ کے فرمودات و نظریات کی مے سے سرشاروں کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔ کہ وہ دوست و دشمن میں تمیز کریں۔ نوخیز نسل کو وہ طریقے بتائیں۔ وہ راستے دکھائیں جن پر چل کر وُہ مخالفین پاکستان کے ناپاک و مذموم عزائم کو ناکام بنا سکیں۔

تاریخ پاکستان کا سیاہ باب ہے

قائداعظمؒ کی قیادت کی مخاصمت اور تحریک پاکستان کی مخالفت جس شدّ و مد سے ان صالحین کرام نے کی ہے۔ تاریخ پاکستان کا ایک سیاہ باب ہے۔ ہمیں اس پاکیزہ جذبہ نے کہ جن لوگوں نے اسلام کے نام پر پاکستان کی مخالفت کی تھی اور کر رہے ہیں۔ عامۃ المسلمین کو ان کے فریب کارانہ ہتھکنڈوں سے خبردار کیا جائے۔ ان بہروپیوں کے تضادات پیش کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

خُدائے قدّوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہم اُس کی عطا کردہ عزم و ہمّت سے یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ہم کمزور و ناتواں بندے ہیں۔ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا کھُلا اعتراف ہے۔ مقصد و منشا اور تمنّا و آرزو یہی ہے ؎

جوانوں کو مری آہِ سحر دے　　پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے (اقبالؒ)

تاریخ تحریکِ پاکستان کا ہر واقف بخوبی جانتا ہے کہ جب نامساعد۔ عزم شکن۔ روح فرسا اور مایوس کن حالات میں سوادِ اعظم قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں حصول پاکستان کی جنگ لڑ رہا تھا تو مخالفین نظریۂ پاکستان میں سے بعض زیادہ مکار دشمنوں نے مسلم لیگی قیادت کے خلاف کذب و افترا کے بے سر و پا افسانے بنا کر ہندی مسلمانوں میں ایک ہنگامہ عظیم برپا کرنے کی سازش کی۔ جماعت اسلامی نے بھی نہایت شرم انگیز طریقے سے باطل آرائی، غلط گوئی اور داستان سرائی سے مسلم لیگ کے خلاف بہتانوں اور الزاموں کا طومار باندھا۔ انھوں نے پاکستان کی مخالفت کرنے کے لیے اسلام کی وہ وہ تشریحیں کیں کہ اقبالؒ و سرسیدؒ کی روحیں لرز گئیں اور غزالیؒ و رازیؒ اور رومیؒ محوِ حیرت کھڑے نظر آئے۔ ان صالحین نے مکر و دروغ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنی صحافت و خطابت اور مولویت کے جاذبی اثر کو تحریک پاکستان کے خلاف استعمال کیا اور طاغوتی مکر و حیل سے مسلمانوں کو قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ سے بدظن کرنے کی مہم جاری کی۔ جب قائدِ اعظمؒ نے اپنے کوہ شکن عزم اور خداداد صلاحیتوں کے زور پر مسلمانوں کی اکثریت کو حصول پاکستان کے لیے سربکف اور پابرکاب کر دیا تھا یہ کم بین اور کوتاہ نظر صالحین حقیقت پوشی کے لیے اسلام کو بطور حربہ استعمال کر کے ملت میں سکوں سوز اور نفاق انگیز آگ بھڑکانے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ یہ ستم ظریف طائفہ عامۃ المسلمین کو نظریۂ پاکستان سے بیزار و بدظن کرنے کے لیے مفتریانہ نعروں سے کام لے رہا تھا۔ اور اصولی تمیز کے نام پر تفریق بین المسلمین پیدا کر کے اپنے کو صالحین و مقدسین اور باقی مسلمانوں کو پیدائشی اور مردم شماری کے بے دین مسلمان قرار دے رہا تھا۔

مولانا مودودی کے مریدانِ خاص اپنے پیر کی عظمت کا مصنوعی رنگ پیدا کرنے کے لیے

اپنے کو اسلام پسند اور مسلم لیگی قیادت کو اسلام ناشناس کہتے تھے۔ ان کے بے نتیجہ اور ناموافق اسلام کی تاویلوں اور تمام طومار نویسیوں اور حاشیہ آرائیوں کی طفلانہ نمائش اور ظلمت انگیز رخنوں سے مسلمانوں کے اذہان و قلوب کو جو صدمۂ عظیم پہنچا ہے۔ ملت پاکستانیہ کا غیور و حساس طبقہ متفقاً اور متحداً ان کی اس نادانی اور ملت کشی پر رطب اللسان ہے ان کی ناعاقبت شناسیوں اور ناانجام بینیوں کا کہاں تک ذکر کیا جائے۔ قیام پاکستان کی معاندانہ مخالفت ان کا وہ جرم عظیم ہے جسے فراموش کرنا اور ایسے عنصر پر اعتبار و اعتماد کرنا ایک فاش سیاسی غلطی ہوگی۔ ان کی نالائقی۔ بدنیتی اور سیہ کاری کی اس سے بہتر اور روشن تر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جہاد کشمیر کی بھی مخالفت کی اب ان کے مکر و فریب۔ جھوٹی قسمتوں۔ لنگ عذروں اور منافقانہ دوستیوں اور کج بحثیوں اور لغو دلیلوں سے متأثر ہو کر ان کے ماضی کو بھول جانا اپنی خودی و خودداری کی توہین ہے۔ ہمارے نزدیک ان کی مغرور کھوپریوں میں ابتک نظریۂ پاکستان کی مخالفت کے کیڑے رینگتے ہیں یہ آج بھی دروغ مصلحت آمیز سے ہمیں فریب دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ابھی ابھی مولانا مودودی صاحب جہاد کشمیر کے خلاف فتویٰ کا انکار کرتے پائے گیے یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ اُن ہی کے ایک سابق فوجی معتقد نے ان کی کذب بیانی کو طشت از بام کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

مولانا مودودی اور کشمیر

نوائے وقت ۹ مارچ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ مولانا مودودی نے لاہور بار ایسوسی ایشن میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے "جہاد کشمیر کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا تھا"۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ مولانا مودودی صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ جہاد نہیں فساد اور ہوس ملک گیری ہے یہ الفاظ انھوں نے اس وقت فرمائے۔ جب میں وسط نومبر ۱۹۴۷ء میں اُن کی خدمت میں جہاد کشمیر پر جانے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا تھا اس وقت بھی کتنے ہی اصحاب کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں موجود ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ میں مولانا مودودی کا پرجوش رکن تھا اور باوجود فوجی ملازم ہونے کے میں نے اپنے شہر کے کتنے ہی اصحاب کو جماعت اسلامی

سے منسلک کرایا تھا مولانا مودودی صاحب کو بیانات بدلنے اور دیتے ہوئے تحریری یا زبانی بیانات کی غلط تاویلات پیش کرنے میں کمال حاصل ہے آج وہ پاکستان کے خیر خواہ ہیں اور اس کو اسلامی ریاست بنانے پر زور دے رہے ہیں۔ لیکن باخبر لوگ اُن کی پاکستان سے محبّت سے بخوبی واقف ہیں۔ مَیں ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور گیا تھا اور غالباً وسط یا آخیر نومبر ۱۹۴۷ء میں اُن سے میاں طفیل محمد قیم کی موجودگی میں ذیلدار پارک اچھرہ لاہور میں ملا تھا۔ کہ جہادِ کشمیر پر جانا چاہتا ہوں مگر مولانا نے فرمایا تھا کہ "یہ جہاد نہیں فساد ہے اور ہوسِ ملک گیری ہے"۔ میری مولانا مودودی سے علیحدگی اسی بات پر ہوئی تھی۔ کیونکہ مَیں جہادِ کشمیر کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھتا ہوں اسی لیے مَیں جہاد پر چلا گیا۔ مودودی صاحب اگر جہادِ کشمیر کو فساد نہیں سمجھتے تھے تو پھر محاذِ آزادی پر کیوں نہیں گیے۔ کیا وہ کوئی ایسا سرکلر اپنی جماعت کا دکھا سکتے ہیں جس میں انھوں نے یہ کہا ہو کہ جہادِ کشمیر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پھر کتنے ارکان جماعتِ اسلامی اس جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ اگر جہاد کے خلاف فتوٰی نہ دیا تھا تو حق میں بیانات ضرور دیئے ہوں گے وہ کہاں ہیں؟ مَیں نے خود تو مولانا کا وہ بیان نہیں پڑھا مگر شاید کپتان نبی بخش نظامی کشمیری نے ایک بار سب افسروں کے سامنے میرپور میں کہا تھا۔ کہ جب وہ صوبہ سرحد میں پبلسٹی آفیسر تھے تو مولانا مودودی نے اس قسم کا بیان دیا تھا۔ (سابق لفٹیننٹ محمد ایاز خان مجاہد کشمیر تحصیل او ضلع مظفر گڑھ)

مولوی مودودی صاحب کی نفس پسندی اور خود پرستی نے قیام پاکستان کے بعد بھی ان کو شرمندہ و نادم ہو کر سابقہ خیالوں اور ارادوں سے تائب نہیں ہونے دیا۔ خدا ہمیں ان نقاب پوش بہروپیوں کو بے نقاب کرنے کی توفیق دے۔ جناب خلیق قریشی صاحب نے ہمارے جذبات کی یوں ترجمانی کی ہے

ہمارے پاؤں کے نشان بنیں گے نقطۂ نظر ہمارے بعد کارواں یقیناً آئیں گے ادھر

ہم آنے والوں کے لیے نشانِ راہ بنیں گے، اور انشاء اللہ دوسری جلد عنقریب ہی پیش کریں گے۔ خدا ہمارا ناصر و مددگار ہو ے

نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر (اقبالؒ)

(چودھری حبیب احمد ۲۹ مارچ ۱۹٦۳ء)

